حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

ENTERED

محمد علی چراغ

نذیر سنز پبلیشرز
40اے اردو بازار لاہور فون:042-37123219
www.nazeersons.com
info@nazeersons.com

Marfat.com

بانیِ ادارہ: نذیر سنز پبلیشرز

نذیر حسین 2005-1941

اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین

2010

تحسین حسین، محمد عمران

نے نذیر سنز پبلیشرز لاہور سے شائع کی

گنج شکر پرنٹرز۔ لاہور

نذیر سنز پبلیشرز

40اے اردو بازار لاہور فون: 042-37123219

www.nazeersons.com

info@nazeersons.com

Marfat.com

فہرست

باب-۱ خلیفہ اول، ایک تعارف ۹

حب نبویؐ
مرتبہ عقیدت
سالار لشکر
ابتدائی خطاب
فیصلہ نبویؐ کا احترام
کاذب نبوتیں
منکرین زکوٰۃ
قیصرو کسریٰ
عسکری تنظیم
جنگ یرموک
فضائل ابوبکر صدیقؓ
عسکری ضابطہ اخلاق
ایثار و قربانی
حلیمی اور بردباری
خدمت خلق
سادگی اور انکساری
بیت المال کا حصہ

باب-۲ سب سے پہلے مسلمان، حضرت صدیق اکبرؓ ۲۴

ابتدائی حالات
تجارتی سفر اور اصول تجارت
قبول اسلام
تبلیغ اسلام
حضور نبی اکرمؐ سے محبت
اسلام کا اعجاز
اللہ کی خوشنودی

Marfat.com

باب-۳ ہجرت نبویؐ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ ۳۴

پہلی ہجرت حبشہ
عشق رسولؐ اور وارفتگی
معراج نبویؐ
دشمنوں کا تعاقب
ہجرت مکہ
قباء میں قیام
اہل مکہ کی کارروائیاں
مدینتہ النبیؐ
غار ثور اور یار غار
اصحابہ صفہ

باب-۴ یار غار مدینتہ النبیؐ میں ۴۹

کفار مکہ کا جذبہ انتقام
جنگ احد
پہلے اسلامی معاشرے کا قیام
شہدائے احد
مسلمانوں کا اولین دستور العمل صدیق اکبرؓ کا ایک واقعہ
جنگ بدر میں کردار
صلح حدیبیہ میں ابوبکر صدیقؓ کا کردار
جنگی معرکہ آرائیاں
حضرت عمر فاروقؓ سے مکالمہ
تائید ایزدی
صدیق اکبرؓ بطور امیر الحج

باب-۵ صدیق اکبرؓ صاحب رضوان اکبر ۶۱

فتح مکہ
دولت ایثار
واقعہ حنین
خطبہ حج الوداع
رضوان اکبر
رحلت رسولؐ
بہتر مشاورت
حضرت ابوبکر صدیقؓ کا کردار
امام صحابہ کرامؓ
حضرت ابوبکر صدیقؓ کی امامت
دینی بصیرت
مزاج شناس رسول

Marfat.com

باب-۶ جانشین نبویؐ، ابوبکر صدیقؓ ۷۲

افضل البشر
سقیفہ بنی ساعدہ کا واقعہ
ابوبکرؓ کی بیعت
انصار کے ساتھ رواداری کا سلوک
حضرت ابوبکرؓ کا تاریخ ساز پہلا خطبہ
قبائل کی بغاوتیں
حضرت علیؓ کی بیعت کا واقعہ
مسئلہ منکرین زکوٰۃ
رومیوں کے خلاف مہم جوئی
دوٹوک فیصلہ
ضابطہ جنگ و جدل
اسلام کی شیرازہ بندی
فتنہ ارتداد کا تدارک

باب-۷ کاذب مدعیان نبوت کا استیصال ۸۴

چند پیش گوئیاں
خالدؓ بن ولید کی کارروائی
ابن صیاد
میلمہ کذاب پر غلبہ
اسود عنسی
سجاح بنت حارث تمیمیہ
میلمہ کذاب
میلمہ اور سجاح کا ارتداد
حضرت عکرمہؓ کا مقابلہ
حضرت ابوبکر صدیقؓ کی حکمت عملی

باب-۸ عہد صدیقیؓ کی فتوحات ۹۵

مدینہ منورہ کا تحفظ
دمشق کا محاصرہ
مرتدین پر فتح
جنگی اصلاحات اور حکمت عملی
ایرانیوں سے مقابلے اور محاربے
سپہ سالاروں کا تعین و تقرر
ہرمز کا انجام
مسلسل نظام کمک کا اہتمام
عیسائی ایرانی اتحاد
شب خون کا فلسفہ

Marfat.com

باب-۹ وصال صدیق اکبرؓ اور وصیتیں ۱۱۱

رومیوں سے مقابلے
فوجی فرامین اور احکامات
فوج کی تقسیم کی حکمت عملی
عسکری ہدایات
چند نصیحتیں
ذمیوں کے حقوق
فلاح انسانیت کا فلسفہ
چند اساسی احکام
ایک بشارت ایک تنبیہہ

باب-۱۰ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے فضائل ۱۱۷

قرآن کی معجز بیانی
ابوبکر صدیقؓ کا ایمان
رحم دلی اور جذبہ ایثار
خواستگاری اہل بیت
شعر فہمی کا ذوق
مسئلہ فدک
تائید و تصدیق کرنے والا
حضرت اسماء بنت عمیس
ایک اہم واقعہ
حضرت علیؓ کے ساتھ موانست
سو اونٹوں کی تقسیم
مدینے کا مفتی
حضرت عائشہ صدیقہؓ کو پدری نصیحت
اجماع امت
ابوجندل کا مسئلہ
ایک اہم کمیشن کا قیام
درختوں کی حفاظت کا مشورہ
تدوین حدیث
قافلہ حجاج کی سرداری
تدوین حدیث میں احتیاط طلبی
توحید کا کمال

Marfat.com

باب-۱

خلیفہ اول' ایک مختصر تعارف

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے درجات اور مراتب میں اس قدر بلند ہیں کہ انہیں "اولیا کے سردار' متقی لوگوں میں بہترین' اصحاب تجرید کے امام' ارباب تعزید کے سردار' راسخ الایمان' رفیق سید الانام' سوائے انبیاء کے سب کے بادشاہ" کے القاب دیئے جاتے ہیں۔

داراشکوہ نے اپنی کتاب "سکینتہ الاولیاء" میں لکھا ہے کہ "کوئی صوفی حضرت صدیق اکبرؓ کے مقام فنا کو نہیں پہنچ سکتا۔ صوفی کے لئے لازم ہے کہ پورے پورے خلوص سے صدیق اکبرؓ کی پیروی کرے' کیونکہ سرور کونینؐ نے فرمایا۔ "جب میں نے کہا کہ میں پیغمبر ہوں تو وہ کسی معجزے کا مطالبہ کئے بغیر ایمان لے آئے اور جب کہا' مجھے معراج کی سعادت حاصل ہوئی ہے تو انہوں نے تصدیق کی اور کہا اگر سرور عالمؐ یہ فرماتے کہ تمام اہل خانہ سمیت مجھے معراج حاصل ہوا ہے تو یقیناً میں قبول کرتا"۔

حب نبویؐ: ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ مرکز اسلام مدینتہ النبی کو دشمنان اسلام سے شدید خطرہ لاحق ہوا تو اس وقت حضور نبی اکرمؐ نے مسلمانوں سے کہا کہ وہ راہ خدا اپنا اپنا مال لائیں تاکہ مسلمانوں اور مدینہ کے تحفظ اور دفاع کے انتظامات کیے جا سکیں۔ اس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ کے لوگوں میں زیادہ متمول اور زیادہ جاں نثار دکھائی دیتے تھے۔ لہٰذا اس وقت حضرت عمرؓ نے خیال کیا کہ وہ اس بار حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سبقت لے جائیں گے۔ اس لئے حضرت عمرؓ بڑی جلدی میں اپنے گھر گئے اور بہت سا مال متاع لے کر حضور نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اس قدر قربانی اور جاں نثاری دیکھ کر نبی رحمت حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم نے بے حد خوش ہو کر استفسار فرمایا "اے عمرؓ! کیا اپنے گھر والوں کے لئے بھی کچھ چھوڑ کر آئے ہو کہ نہیں"۔

اس پر حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ "ہاں آدھا حصہ میں اپنے بال بچوں کے لئے چھوڑ آیا ہوں"۔ اور پھر جب یہی سوال حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا گیا تو انہوں نے بڑی انکساری کے ساتھ بتایا کہ "میں اپنے اہل خانہ کے لئے اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت چھوڑ کر آیا ہوں" —— ان الفاظ اور حضرت ابوبکرؓ کے ایثار اور قربانی کے حوالے سے حضرت عمرؓ

Marfat.com

نے خود ہی فرمایا کہ "عمرؓ ابوبکرؓ پر کبھی سبقت حاصل نہیں کر سکتا"۔

خلیفہ اول حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم کے سب سے معتمد ساتھی، جاں نثار سالار اعظم اور خلافت راشدہ کے تاج کے پہلے گوہر نایاب ہیں۔ آپ عام الفیل کے ڈھائی سال بعد یا سال ہجرت سے ساڑھے پچاس سال پہلے مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ اسلام سے پہلے انہیں ابو الکعب کہا جاتا تھا، لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد انہیں عبداللہ کا نام دیا گیا اور الصدیق ان کا لقب تھا۔ آپ قبیلہ بنی تمیم کے ناتے سے خاندان قریش سے نسبی طور پر ملتے تھے۔ ساتویں وسیلے سے حضرت ابوبکرؓ کا نسب حضور نبی اکرمؐ سے ملتا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبول اسلام سے پیشتر بھی قریش کی موروثی اور روایتی شرافت اور عزت و عظمت کے حامل تھے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ قریش میں سب سے زیادہ با مروت اور دوسروں پر احسان کرنے والے تھے۔

مرتبہ عقیدت: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اباؤ اجداد کا موروثی پیشہ تجارت تھا اور یہ لوگ اپنی تجارت کے سلسلے میں شام اور یمن بھی جایا کرتے تھے۔ روایات میں ملتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی اکرمؐ سے شروع ہی سے موانست اور مودت رکھتے تھے۔ پھر جس وقت حضور نبی اکرمؐ نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تو اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ سے باہر تھے، لیکن اس اعلان پر وہ جلد ہی مکہ مکرمہ پہنچے اور حضور نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر انہوں نے اسلام کو قبول کر لیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس امری عقیدت اور ایمان و ایقان کا اہل قریش نے برملا طور پر تمسخر بھی اڑایا۔ ان تمسخر اڑانے والوں میں ابوجہل، عتبہ اور شیبہ سرفہرست تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جویان حق میں سے تھے۔ حلیم اور سلیم الطبع بھی تھے اس کے ساتھ ساتھ وہ حضور نبی اکرمؐ کی نبوت کی زندگی سے پہلے کی زندگی کے بھی ایک سنجیدہ اور زیرک گواہ اور شاہد تھے۔ اس لئے انہوں نے بلا حیل و حجت نہ صرف برملا دعوت اسلام کو قبول کر لیا تھا بلکہ اپنی متمول اور معتبر حیثیت کو بھی خدمت اسلام کے لئے بروئے کار لانا شروع کر دیا تھا۔

"تاریخ الخلفاء" کے مصنف علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم فرماتے ہیں کہ "میں نے جب بھی کسی شخص کو اسلام کی دعوت دی ہے تو ہر ایک نے کسی نہ کسی حد تک آغاز میں پس و پیش اور حیل و حجت سے کام لیا ہے۔ لیکن ابوبکرؓ اس حوالے سے ممتاز اور یکتا ہیں کہ انہوں نے قبول اسلام میں کسی بھی طرح کی حیل و حجت یا تعلی سے کام

Marfat.com

نہیں لیا"۔

اس کے ساتھ تاریخی طور پر یہ حقیقت بھی مسلمہ ہے کہ جوانوں میں سے سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نوخیز افراد میں سے سب سے پہلے حضرت علیؓ نے، اور عورتوں میں سے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے سب سے پہلے اسلام کو قبول کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقابلتہ "تمام اہل قریش میں سے زیادہ متمول، خوشحال اور آسودہ تھے، اس لئے انہوں نے قبول اسلام کے بعد اپنی تمام دولت اور دولت کے ذرائع خدمت نبویؐ اور فروغ دین اسلام کے لئے وقف کر دیئے تھے۔ اسی طرح انہوں نے اسلام ہی کے لئے کئی غلاموں کو ان کے ظالم آقاؤں سے خرید کر آزاد کرا دیا تھا، ان غلاموں ہی میں حضرت بلالؓ بھی شامل تھے۔ حضرت بلالؓ کا آقا تو انہیں طرح طرح کی اذیتیں بھی دیتا رہتا تھا اور ان کے قبول اسلام کے عمل کو حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا، اس لئے انہیں کڑی سے کڑی سزائیں دیا کرتا رہتا تھا۔ ایک بار تو اس ظالم و جابر مالک نے حضرت بلالؓ کو اس قدر شدید سزا دی کہ وہ بے ہوش ہو گئے۔ لیکن ان کے پائے ثبات میں ذرا بھی لغزش نہ آئی ——— انہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بھاری رقم کے عوض آزادی کی نعمت سے ہمکنار کرا دیا تھا۔ یہاں تک بھی کہا جاتا ہے کہ جس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دین اسلام کو قبول کیا تھا، اس وقت ان کے پاس چالیس ہزار درہم نقد موجود تھے۔ لیکن ہجرت نبویؐ کے وقت تک صرف پانچ ہزار درہم ان کے پاس بچ سکے تھے۔

سالار لشکر: حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور پاکؐ کے سب سے قریبی اور جاں نثار ساتھیوں میں سے تھے۔ انہوں نے بھی پیغمبر اسلام کے شانہ بشانہ کئی جنگوں میں بھرپور اور بڑھ چڑھ کر عملی حصہ بھی لیا۔ اسی حوالے سے وہ عساکر محمدی کے ایک آزمودہ کار جرنیل کا درجہ بھی رکھتے ہیں۔ اسلام سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وارفتگی اور پیغمبر اسلامؐ کے ساتھ عقیدت کی یہ کیفیت تھی کہ ان کے بیٹے عبدالرحمٰن (بن ابوبکرؓ) نے بتایا کہ جب وہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے اور جنگ بدر میں کفار کی جانب سے مسلمانوں کے مقابلے میں لڑ رہے تھے تو ایک موقع ایسا بھی آیا کہ جب ان کے والد ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عین ان کے مہلک زد میں تھے لیکن انہوں (عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ) نے درگزر سے کام لیا۔ یہ سنتے ہی حضرت صدیق ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بے ساختہ انداز میں فرمایا کہ "بخدا اگر عبدالرحمٰن ان کی زد میں ہوتا تو وہ ضرور اس کا کام تمام کر دیتے"۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے بنی فزارہ کے مسلمانوں کو کفار کے ظلم و ستم سے

Marfat.com

نجات کے لئے جو مہم روانہ کی تو اس کی سرابراہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے سپرد کی تھی (اس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سالار لشکر کی حیثیت میں بھی مثالی خدمات انجام دیں اور فتح و کامرانی سے ہمکنار ہو کر اس مہم سے واپس پہنچے۔ وہ اپنے ساتھ بہت سا مال غنیمت اور کئی قیدی بھی لے کر آئے تھے۔)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۲۳ اگست ۶۳۴ء کو تریسٹھ برس کی عمر میں فوت ہوئے۔ ان کا عہد خلافت دو سال' تین مہینے اور گیارہ دن ہے۔ انہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

ابتدائی خطاب: پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم کے وصال پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جمہور کے فیصلے کے مطابق اسلام کا پہلا خلیفہ مقرر کر لیا گیا تھا۔ اس کے بعد لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تو پھر اس موقع پر انہوں نے ایک تاریخی خطبہ دیا اور فرمایا کہ:

"برادران اسلام! اگرچہ میں آپ میں سے بہتر نہیں ہوں لیکن آپ لوگوں نے مجھے اپنا امیر چن لیا ہے۔ لہٰذا اگر میں حق پر رہوں تو میری مدد کیجئے گا اور اگر میں راستی سے ہٹنے لگوں تو میری اصلاح کر دینا کیونکہ حق' حق ہی ہے اور باطل بہر صورت باطل ہے۔ آپ میں سے جو ناتواں اور کمزور ہے میرے نزدیک وہ بھی طاقت ور اور قوی ہے۔ یہاں تک کہ میں اس سے دوسروں کا حق دلا دوں۔ یاد رکھو جو قوم جہاد فی سبیل اللہ کو چھوڑ دیتی ہے' اللہ تعالیٰ بھی اس سے اپنی اعانت چھوڑ دیتا ہے اور پھر اس قوم کا مقدر ادبار و آلام اور زوال کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ میں جب تک اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا رہوں' میری اطاعت کرنا' لیکن جب اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کا مرتکب ہوں تو تم پر میری اطاعت ہرگز ضروری نہیں ہے"۔

اس تاریخی اور معرکہ آرا خطاب کے بعد یقیناً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پوری استقامت اور قوت کے ساتھ تخریبی قوتوں کے خلاف ڈٹے رہے۔ اسلام کے خلاف تخریبی قوتوں اور گروہوں نے پیغمبر اسلام کی وفات کے ساتھ ہی سر اٹھا لیا تھا اور ایک وقت تو ایسا بھی آیا تھا کہ یہ گمان پیدا ہونے لگا تھا کہ جس اسلام کی عمارت بانی اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم نے استوار کی ہے وہ خدانخواستہ منہدم ہو جائے گی۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے جاں نثار ساتھی ہونے کے حوالے سے ایک مستحکم اور مضبوط خلیفہ ثابت ہوئے اور انہوں نے شمع اسلام کو روشن رکھا۔

Marfat.com

فیصلہ نبوی کا احترام : حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم ابھی بستر علالت پر تھے کہ اس وقت رومیوں کے خلاف سات سو افراد پر مشتمل ایک لشکر اسامہ بن زیدؓ کی قیادت روانہ کیا جا چکا تھا' لیکن حضور پاکؐ کے وصال کے بعد مسلمانوں کی صورت حال اس قدر نازک ہو چکی تھی کہ کسی قافلے کو مدینے سے باہر بھیجنا مسلمانوں کے لئے ممکن نہیں تھا۔ اس پس منظر میں لوگوں نے مشورہ دیا کہ اس لشکر کو لوگوں کی اس رائے کے بجائے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے بھجوائے ہوئے لشکر کو واپس بلانا مناسب نہ سمجھا اور فرمایا کہ "میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے حکم کی بجا آوری کو نہیں روک سکتا"۔ پھر کہا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس لشکر کو روانہ کرنے کے لئے دیر تک اس لشکر کے ساتھ پیدل چلتے رہے۔ اس طرح مسلمانوں کا یہ لشکر حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سربراہی میں منزل مقصود پر پہنچا۔

بہر صورت چالیس دن کے بعد یہ مہم کامیابی کے ساتھ جب واپس پہنچی تو مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ رومی قبائل کو عبرتناک سبق سکھایا گیا۔ اس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس بروقت اقدام سے مسلمانوں کو مزید قوت و شہامت نصیب ہوئی۔

کاذب نبوتیں : وصال نبویؐ کے فوراً بعد ہی عرب میں چند ایک کاذب اور جعلی نبوت کے دعویدار بھی پیدا ہو گئے تھے۔ ان پر اسود۔ طلحہ بنی اسد میں سے' مسیلمہ اور سجاح نے اپنے اپنے طور پر نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا۔ سجاح تو یمنی خاتون تھی' اس نے بھی نبوت کا باطل دعویٰ کر دیا تھا۔ مسلمانوں کے لئے جعلی نبیوں کا یہ فتنہ بڑا ہی مذموم اور مہلک تھا' اس لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس فتنہ کو ختم کرنے پر پوری قوت کے ساتھ توجہ دی۔ اس مقصد کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمان مجاہدین کو مختلف اطراف و اکناف میں لشکر دے کر روانہ کیا۔ ان تمام کاذب نبیوں میں سے مسیلمہ کذاب سب سے زیادہ طاقت ور تھا۔ لہٰذا اس کی سرکوبی کے لئے حضرت خالد بن ولیدؓ نے اس کے ساتھ ایک خونی معرکہ کیا اور مسیلمہ کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ اس معرکے کے حوالے سے مورخ طبریؒ نے لکھا ہے کہ "اس معرکہ حق و باطل میں مسلمانوں نے جس جوش اور جذبے سے کام لیا وہ اپنی مثال آپ تھا"۔

منکرین زکوٰۃ : حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا آغاز ہوتے ہی انہیں چاروں اطراف سے مشکلات اور مسائل نے گھیر لیا تھا۔ جب حضرت ابوبکر صدیق

Marfat.com

خلافت کے اختیارات سنبھال چکے تو مدینہ کے کئی مالدار مسلمانوں نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے ہاتھ روک لیا تھا۔ مسلمانوں کا یہ مسئلہ اس قدر زیادہ اہمیت حاصل کر گیا تھا کہ اس کی گمبھیرتا کو دیکھ کر حضرت عمرؓ جیسے معتمد کو بھی یہ کہنا پڑا کہ "اے ابوبکرؓ! ان لوگوں کے ساتھ نرمی کا سلوک کیا جانا چاہئے' انہیں اور انداز میں لیجئے"۔

اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک طرح کی وضاحت کے ساتھ حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ "اے عمرؓ تم تو عہد لاعلمی میں بہت تند و ترش تھے' لیکن اب تم اس قدر کمزور کیوں ہو گئے ہو!۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو چکا ہے۔ اور منشا ایزدی تکمیل پا چکی ہے۔ اب تم اسے تبدیل نہیں کر سکتے۔ اور ہاں مجھے محض ایک رسی کے برابر بھی زکوٰۃ کے حصول کے لئے جنگ کرنا پڑی تو بخدا اس کے لئے تیار ہوں"۔ اور یہ حقیقت ہے کہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب تک زندہ رہے اپنے اس وعدے پر کاربند رہے۔

لیکن چونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اسلام اور اسلامی دنیا کو گوناں گوں مسائل اور مشکلات نے گھیر لیا تھا اور اس کے ساتھ مسلمانوں کا باہمی اتحاد و اشتراک بھی انتشار کا شکار ہونے لگا تھا۔ اس طرح گیارہویں صدی ہجری کے اختتام تک اسلام کی وہ روح کہ جس نے پورے عالم عرب کو اپنی شعاعوں سے منور کر رکھا تھا' وہ کسی حد تک مجروح ہونے لگی تھی۔

قیصرو کسریٰ: ان حالات و واقعات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اندرونی اور قریبی مسائل پر ثانوی توجہ دیتے ہوئے اسلام کو لاحق دیگر خارجی خطرات پر زیادہ سنجیدگی سے توجہ دینا شروع کر دی تھی۔ یہ وہ دور تھا کہ جب قیصر اور کسریٰ جو اس عہد کے طاقت ور حکمران تھے' انہوں نے اسلام کو نقصان پہنچانے کے منصوبے بنا لئے تھے۔ اسی طرح وہ ایرانی کہ جنہوں نے صدیوں تک عربوں پر باتسلط حکمرانی کی تھی' وہ ہرگز یہ برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ بادیہ نشین عرب اس قدر مضبوط اور عسکری حوالے سے مستحکم ہو جائیں کہ ان حکمرانوں کے لئے مستقل خطرہ بنے رہیں۔ اس مقصد کے لئے عراق کے صوبوں پر کسریٰ کے زیر سایہ حرمز کی حکومت قائم تھی' اس حرمز نے تو عرب مسلمانوں کے خلاف خونیں جنگیں بھی شروع کر دیں تھیں ---- لیکن دشمنوں کی ان شدید کارروائیوں کے باوجود مشیت ایزدی کو کچھ اور ہی منظور تھا' اس طرح مسلمانوں نے تو جلد ہی ایران پر کاری ضربیں لگانا شروع کر دی تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ مسلمان مجاہدین نے اپنی قوت ایمانی کے ساتھ کسریٰ کے عراق پر قبضہ کر لیا تھا۔ پھر مثنیٰؓ نے تو ایران کے خلاف بھی باقاعدہ فوج کشی شروع کر دی تھی۔ لہٰذا اس

Marfat.com

نے کئی اہم کامیابیاں بھی حاصل کر لیں۔ اس کے کچھ ہی عرصہ بعد خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مثنیٰؓ کے ساتھ آکر مل گیا تھا۔ پھر جو جنگ ہوئی تو اس میں حرمز خود بھی مارا گیا' اور ایرانیوں کو بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑا۔ مسلمانوں اور حرمز کی فوجوں میں اس قدر شدید لڑائی ہوئی کہ اس میں جنگ کے بعد ساڑھے سات من ٹوٹی ہوئی زنجیریں بھی مسلمانوں نے اکٹھی کر لی تھیں۔ تاریخ میں اس جنگ کو زنجیروں کی جنگ کا نام بھی دیا جاتا ہے۔

فتح عراق کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ نے عراق میں نظم و نسق کے لئے عسکری اور انتظامی شعبوں میں مسلمان سربراہوں کا تقرر کیا۔ اس طرح سعید بن نعمانؓ کو عسکری اور فوجی سربراہ مقرر کیا گیا' جب کہ سوید بن مقرانؓ کو وہاں کا انتظامی سربراہ بنایا گیا۔ اس طرح واضح طور پر کہا جا سکتا ہے کہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں عراق کا بیشتر حصہ اسلامی دنیا میں شامل کیا جا چکا تھا۔ اس کے ساتھ وہ ایرانی حکمران کہ جنہوں نے مسلمانوں کو کمزور سمجھ رکھا تھا' ان کی غلط فہمیاں دور ہوئی تھیں بلکہ انہیں مسلمانوں کے ساتھ معرکہ آرائیوں کے کئی تلخ تجربات ہو چکے تھے۔ پھر عراق میں فیصلہ کن جنگیں خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ہوئی تھیں۔

عسکری تنظیم: بازنطینی شہنشاہ ہرکولیس اس وقت شام اور فلسطین کے بیشتر علاقوں پر بڑی قوت و شہامت کے ساتھ حکومت کر رہا تھا' اور وہ بھی اسلام اور مسلمانوں کا دائمی دشمن تھا۔ اپنے اس مقصد کے لئے وہ اکثر مسلمانوں کے دشمنوں کے ساتھ ساز باز کرنے میں مصروف رہتا تھا' اور اسلامی دنیا کو گزند پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتا تھا۔ اس کی شیطانی اور مخاصمانہ سرپرستیوں نے عربوں کے گرد و نواح کے کئی قبائل کو مسلمانوں کے لئے مستقل خطرہ بنا رکھا تھا۔

۹ ہجری میں تو خود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے رومیوں کے خلاف ایک مہم میں حصہ لیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ مسلمان کمانڈر اسامہ بن زیدؓ کو اس مستقل خطرے سے نمٹنے کے لئے مقرر کر رکھا تھا۔ لہٰذا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی رومیوں کی ان عداوتوں اور برے عزائم کو محسوس کرتے ہوئے اسلامی فوج میں سے عمدہ اور آزمودہ کار لشکروں کا تعین کیا۔ اس مہم کے لئے خلیفہ اولؓ نے اسلامی لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ اور یہ چاروں حصے حضرت ابوعبیدہؓ' حضرت شرجیل بن حسنہؓ' یزید بن سفیانؓ اور عمر بن العاصؓ کی زیر کمان دے دیئے تھے۔ اس فوجی تنظیم کے بعد انہوں نے ان لشکروں کو شام کے مختلف محاذوں کی جانب روانہ کر دیا تھا۔ بہر صورت اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں کے یہ لشکر

Marfat.com

رومیوں کے مقابلہ میں نہتے' ناتجربہ کار اور تعداد میں بھی کم تھے۔ ان کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک اور مسلمان جرنیل خالد بن ولیدؓ کو بھی حکم دے دیا تھا کہ وہ اسلامی لشکروں کا ساتھ دیں۔ اس حکم پر خالد بن ولیدؓ بے برگ و گیاہ اور تپتے صحراؤں میں سے جس تیزی کے ساتھ مسلمان لشکر کو لے کر شام پہنچے' اس کی کہیں اور مثال نہیں ملتی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کا یہ صحرائی سفر تاریخ اسلام میں ایک اہم عسکری باب کا اضافہ کرتا ہے۔

جنگ یرموک: مسلمانوں کے ان لشکروں سے رومی فوج کا یرموک کے مقام پر آمنا سامنا ہوا۔ رومی فوج کی تعداد تین لاکھ سے زیادہ تھی' تمام فوجی اچھی طرح سے مسلح تھے۔ ان میں سے اسی ہزار سے زیادہ فوجی زرہ بکتر بھی پہنے ہوئے تھے' لیکن ان کے مقابلے میں مسلمان مجاہدین کی تعداد چھیالیس ہزار تھی۔ لیکن حضرت خالد بن ولیدؓ نے ان مجاہدین کو چالیس مختلف ٹکڑیوں میں بانٹ دیا تھا۔ اس فوجی حکمت عملی کے باعث ان مجاہدین کی تعداد بھی خاصی معلوم ہوتی تھی۔ بہرصورت یرموک کے مقام پر گھمسان کی جنگ ہوئی اور مسلمانوں نے رومیوں پر فیصلہ کن فتح حاصل کی۔ اس طرح شام میں رومیوں کا اقتدار گہنا کر رہ گیا تھا۔ رومی اپنی تعداد کی کثرت کے باوجود میدان جنگ میں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں نے بے شمار رومی سپاہیوں کو قیدی بھی بنا لیا تھا۔ گویا جنگ یرموک میں مسلمانوں کی فتح نے رومیوں کے اقتدار کو خاک میں ملا کر رکھ دیا تھا۔ اگرچہ یرموک کی اس جنگ کی تیاری تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں ہوئی تھی لیکن فیصلہ کن فتح حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ہوئی۔

فضائل ابوبکر صدیقؓ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ' پیغمبر اسلامؐ کے سب سے معتمد ساتھی تھے۔ اسی حوالے سے ارشاد نبویؐ ہے کہ "ابوبکرؓ اپنی صحبت اور مال کے لحاظ سے میرا سب سے بڑا محسن ہے۔ اگر میں خدا کے سوا کسی اور کو اپنا دوست بنا سکتا تو ابوبکرؓ کو بناتا لیکن اسلامی اخوت و محبت افضل ہے"۔ اسی طرح حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے ایک بار اور فرمایا تھا کہ "میں نے حضرت ابوبکرؓ سے زیادہ کسی شخص کو حلیم اور شفیق نہیں دیکھا"۔

یہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی محبت' الفت اور اعتماد ہی تھا کہ آپؐ نے اپنی زندگی ہی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز کی امامت سونپ دی تھی۔ ابھی بانی اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم بستر علالت پر ہی تھے کہ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق

Marfat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت میں خود بھی نماز ادا کر کے' ان کی امامت پر مہر تصدیق ثبت کر دی تھی۔ اسی طرح یہاں تک بھی کہا جاتا ہے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی زندگی میں بھی سترہ بار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امامت کے فرائض انجام دیئے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے ایک اور ارشاد نبویؐ ہے کہ "میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ باقی تمام انسانوں کے احسانات کا بدلہ چکا دیا ہے۔ ابوبکرؓ کے احسانات اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کا بدلہ قیامت کے دن چکایا جائے گا۔"۔

بحوالہ ترمذی ایک بار حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علی الاعلان اس امر کا اقرر کیا کہ "ابوبکرؓ' رسول خدا کے بعد سب سے افضل ہیں"۔

اسی حوالے سے حضرت علیؓ نے بھی اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ امام احمد کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ "حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم کے بعد ابوبکرؓ امت مسلمہ میں سب سے بہتر اور افضل ہیں۔ اور پھر حضرت عمرؓ ہیں"۔

اسلامی دنیا تسلیم کرتی ہے کہ ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اقوال میں اور اعمال میں' وعدہ کے وفا کرنے میں سچے اور صادق تھے۔ تب ہی تو آپ کو صدیق کا لقب عطا ہوا۔ بلکہ حضرت علیؓ تو کہا کرتے تھے کہ "اے ابوبکرؓ ہم آپ کی فضیلت و شرافت کا اعتراف کرتے ہیں"۔ یہ بھی ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کے رشتہ داروں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان معاملات بہت بہتر تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل کے حوالے سے ان کے ہم عصروں اور باقی تین خلفاء راشدین نے بھی بجا طور پر بر تر و افضل قرار دیا ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام کے بلند ترین ستونوں میں سے سب سے ممتاز ہیں اور اسلام اور فروغ اسلام کے لئے آپ کی خدمات اور قربانیاں سب سے نمایاں دکھائی دیتی ہیں۔ وہ اسلام کے ان چند بزرگ ترین اکابرین میں سے ہیں کہ جن کی کوششوں سے اسلام اپنی عظیم سیاسی' معاشرتی اور اقتصادی عظمتوں کی بدولت تاریخ عالم میں انقلابی طور پر بھی عظیم اور برتر بن کر ابھرتا ہے۔ بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو پوری دنیا کو حقیقی جمہوریت کا عملی ثبوت فراہم کر کے جمہوری قدروں کی اہمیت کو بھی اجاگر کیا ہے۔ انہوں نے اس دنیا میں اس جمہوریت کی بنیاد رکھی کہ جس میں مملکت ہی اعلیٰ مقام حاصل کرتی ہے لیکن اس مملکت کا سربراہ دنیا کا بہت بڑا شہنشاہ ہونے کے باوجود بھی راتوں کو اس مقصد کے لئے گشت کرتا ہے کہ وہ رات کو بھی ضرورت مندوں کی حاجت روائی کر سکے اور بھوکوں کے کھانے اور طعام کا

Marfat.com

انتظام کر سکے۔ یہ اس جمہوری مملکت ہی میں ممکن تھا کہ سلطنت کا کوئی ادنیٰ سا باشندہ بھی خلیفہ وقت کے ساتھ بلا روک ٹوک بات چیت کر کے اپنا کوئی بھی مسئلہ بیان کر سکے' یا خلیفہ وقت کا احتساب بھی کر سکے۔ بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو اپنے خطاب اولین ہی میں اس جمہوری آزادی کا برملا اظہار کیا دیا تھا کہ "جب تک میں خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کروں تو میری اطاعت کرو' لیکن جب خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت فرض نہیں"۔ اور یہ بھی کہ "تمہارا ضعیف ترین فرد بھی میرے نزدیک قوی ہے"۔ اور مزید یہ کہ "اگر میں اچھا کام کروں تو میری اعانت کرو اور اگر میں برائی کی طرف جاؤں تو مجھے سیدھا کرو"۔

اصل میں یہی جمہوری معاشرے کی جمہوری قدریں ہیں کہ جس میں اقتدار اعلیٰ بھی عام شہری کے سامنے جواب دہ ہوتا ہے اور اس کو عوام الناس کے سامنے اپنی حیثیت اور پوزیشن کی وضاحت کرنا ہوتی ہے۔ کیا آج چودہ سو سال بعد بھی کسی بھی جمہوری ملک میں ان اقدار سے بڑھ کر کوئی اقدار ہو سکتی ہیں اور جمہوری سربراہ خلفائے راشدینؓ کی قائم کردہ اقدار کی عملی مثال پیش کر سکتا ہے۔

عسکری ضابطہ اخلاق: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے عہد کے مسلمانوں میں اپنی ذہانت و فطانت اور علم و حکمت میں سب سے ممتاز تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان جرنیل خالد بن ولیدؓ سے کہا کرتے تھے۔ "اگر تم چاہو بھی تو تم اپنی عظمت کے اقرار سے نہیں بھاگ سکتے۔ لیکن اگر تم موت کے متمنی رہو گے تو زندگی تم پر نچھاور ہوتی رہے گی"۔ اسی حوالے سے ابن اثیر بتاتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عساکر اسلامی کے لئے ضابطہ اخلاق بنانے اور اس پر قائم رہنے کے احکامات جاری کر رکھے تھے۔ تاکہ وہ عسکری ضابطہ اخلاق جنگ کے مختلف شعبوں اور مراحل میں باعث رہنمائی بن سکے۔ لہٰذا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلامی افواج کو یہ ہدایات دے رکھی تھیں کہ۔

"فوج میں اقتصادی بے راہ روی نہ کی جائے۔ جھوٹ نہ بولا جائے۔ دوسرے ساتھیوں کو دھوکا نہ دیا جائے۔ اپنے امیر کی حکم عدولی نہ کی جائے۔ انسانی لاشوں کی بے حرمتی نہ کی جائے' چاہے وہ تمہارے شدید دشمن ہی کی کیوں نہ ہوں۔ بوڑھوں' عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کیا جائے۔ پھل دار درختوں کو کاٹا نہ جائے۔ دیگر درختوں کو جلا کر خاکستر نہ کیا جائے۔ چوپایوں اور دیگر جانوروں کو خوراک کی ضرورت پوری کرنے کے سوا ذبح نہ کیا جائے۔ عیسائی پادریوں اور

Marfat.com

راہبوں کو نہ قتل کیا جائے اور نہ ان کی بے عزتی کی جائے۔ اپنے خدا اور اس کی رحمتوں اور نعمتوں کو ہرگز بھلایا نہ جائے"۔

مسلمان افواج کے لئے جنگ یا امن کی حالت میں اس عسکری ضابطہ اخلاق کی پابندی کرنا لازمی تھا۔ اور پھر یہی ضابطہ اخلاق یہی طویل مہم جوئی اور محاصرے کے دوران میں بھی ضروری قرار دیا گیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ مہمات اور محاصروں کے دوران میں بھی انسانوں اور حیوانات کے بنیادی حقوق کی پاسداری لازمی شرط رکھی گئی تھی۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اگر کوئی مسلمان سپاہی اور مجاہد اس عسکری ضابطہ اخلاق کی خلاف ورزی کرتا تو اس کے خلاف شدید قانونی کارروائی عمل میں لائی جاتی تھی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں عوام الناس کو عدل و انصاف کی خاطر حضرت عمرؓ کو قاضی القضات مقرر کر رکھا تھا۔ لیکن اس وقت لوگ اس قدر باشعور اور ایماندار ہو چکے تھے کہ ان کے پاس فیصلے کے لئے زیادہ مقدمات نہ آئے۔ ان کے ساتھ ساتھ دیگر کئی قاضی بھی عدل و انصاف کرنے کے لئے موجود تھے۔ ان قاضیوں میں حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ اور زید بن ثابتؓ خطیب بھی تھے۔

ایثار و قربانی: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سادگی' ایمانداری اور حلیمی اور نرم روی بڑی نمایاں تھی۔ ان اوصاف نے آپ کی پوری شخصیت کو مجسمہ حسن و سلوک بنا رکھا تھا۔ انہوں نے اپنی فیاضی اور قربانی میں تو سب سے بڑھ کر حصہ لیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دور کے سب سے بڑے مالدار اور خوشحال تاجر تھے' جس وقت انہوں نے اسلام کو قبول کیا اس وقت ان کے پاس چالیس ہزار سے زیادہ درہم موجود تھے' لیکن جب ان کا انتقال ہوا تو اس وقت ان کے ترکے اور ورثے میں ایک کوڑی بھی نہیں تھی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلیفہ رسول مقرر ہونے کے بعد بھی اپنے آبائی پیشہ کو ترک نہیں کیا تھا۔ لہٰذا وہ خلافت کے دوران میں بھی اپنے کندھے پر سوتی چادریں اٹھا کر مدینہ منورہ کے بازار میں فروخت کرنے کے لئے لے جاتے تھے۔ انہوں نے قریباً چھ ماہ تک اپنے اس معمول کو جاری رکھا لیکن بعد میں خلافت کے فرائض اور ذمے داریاں اس قدر زیادہ ہو گئی تھیں کہ وہ اپنے ذاتی کام کرنے کے لئے بمشکل ایک لمحہ بھی نکال سکتے تھے۔ اس صورت حال میں انہوں نے بیت المال سے معمولی الاؤنس لینا قبول کر لیا تھا کہ جس سے وہ اپنی صرف ضروریات پوری کر سکیں۔ ان کی مجلس مشاورت نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے اس قدر ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیا تھا کہ جس میں وہ ایک عام معمولی شہری کی طرح

Marfat.com

زندگی بسر کرنے لگے تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسراف اور فضول خرچی کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے کیونکہ وہ تو تن ڈھانپنے کے لئے نئے کپڑے حاصل کرنے کے بعد پرانا لباس بیت المال میں جمع کروا دیتے تھے۔

حلیمی اور بردباری: لوگوں پر آپ بہت زیادہ مہربان تھے۔ دوسروں اور ضرورت مندوں کی حاجات روا کر کے فرحت محسوس کرتے تھے۔ خلافت کا منصب سنبھالنے سے پہلے وہ لوگوں کے گھروں میں جا کر ان کی بکریاں بھی دوہا کرتے تھے۔ ایک بچی کے گھر جا کر روزانہ ان کی بکری کا دودھ دوہ دیا کرتے تھے۔ لیکن خلیفہ بننے کے بعد جب وہ مدینہ کی گلی میں سے گزر رہے تھے تو انہوں نے اسی لڑکی کو یہ کہتے سنا کہ "اب تو حضرت ابو بکرؓ خلیفہ بن گئے ہیں' اس لئے ہماری بکری کا اب دودھ نہیں دوہا کریں گے"۔ لیکن یہ سنتے ہی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے برملا جواب دیا کہ "خدا کی قسم میں تمہاری بکری دوہا کروں گا۔ مجھے امید ہے کہ میرا منصب خلافت مجھے لوگوں کی اس طرح کی خدمت سے نہیں روک سکے گا"۔

یہی نہیں بلکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے حد رحم دل اور حلیم تھے۔ وہ بچوں سے بہت پیار کرتے تھے۔ اور اس دور کے بچے بھی آپ سے بے حد پیار کرتے اور آپ کے ساتھ لپٹ جایا کرتے تھے۔ بلکہ بچے تو آپ کو "بابا" یعنی والد کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے۔

خدمت خلق: اقصائے مدینہ میں ان کے عہد میں ایک بے کس اور بے سہارا بوڑھی عورت رہتی تھی۔ وہ اس قدر مجبور اور کمزور تھی کہ اپنے کام کاج بھی خود نہیں کر سکتی تھی۔ لیکن اکثر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بوڑھی عورت کے گھر جا کر اس کے کام کر دیا کرتے تھے۔ لیکن چند دنوں کے بعد حضرت عمرؓ نے محسوس کیا کہ ان کے آنے سے پہلے ہی کوئی شخص اس ضعیف عورت کا کام کاج کر کے چلا جاتا ہے۔ اس عمل پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تشویش لاحق ہوئی کہ دیکھا جائے کہ وہ کون شخص ہے جو ان سے بھی پہلے آ کر یہ خدمت انجام دے جاتا ہے۔ پھر ایک دن جب حضرت عمر فاروقؓ اپنے سابقہ معمول سے پہلے اس ضعیف عورت کے گھر پہنچے تو دیکھا کہ خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ خدمت گزاری کر کے ضعیفہ کے گھر سے روانہ ہو رہے تھے ---- یہ دیکھتے ہوئے حضرت عمر فاروقؓ نے کہا کہ "بخدا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سبقت لے جانا ممکن نہیں ہے"۔

Marfat.com

روایت کیا جاتا ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت المال سے اپنی ضرورت سے ایک شمہ بھی زیادہ حاصل کرنے کے روادار نہیں تھے۔ ایک روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ نے آپ سے مٹھائی لانے کی درخواست کی۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مقصد کے لئے بیت المال سے رقم حاصل کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں تھے، اس لئے اپنی اہلیہ سے معذوری بیان کر دی ------ لیکن آپ کی صابر اور کفائت شعار اہلیہ نے اپنے یومیہ خرچ میں سے کچھ رقم بچانا شروع کر دی۔ اس طرح جب دو ہفتوں کے بعد چند درہم جمع ہو گئے تو آپ کی زوجہ محترمہ نے اس رقم سے مٹھائی لانے کی درخواست کی۔ لیکن ایماندار اور پرہیز گار خلیفہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیت المال سے اس قدر رقم مستقبل کے لئے کم کروا لی کہ جتنی رقم کی کفائت شعاری سے بچت کی گئی تھی۔ اور پندرہ روز میں بچائی ہوئی معمولی رقم بھی بیت المال میں واپس بھجوا دی گئی تھی۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر اس تخفیف شدہ وظیفہ ہی میں زندگی گزارتے رہے۔

سادگی اور انکساری: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جانشین نبویؐ اور خلافت کے منصب پر فائز ہونے کے باوجود اپنے کام خود اپنے ہاتھ سے کرتے تھے۔ یہی نہیں بلکہ وہ بصد شوق دوسرے لوگوں کے کام کاج کر کے خوشی محسوس کرتے تھے۔ دوران سفر اگر ان کے ہاتھ میں سے گھوڑے کی لگام چھوٹ کر گر جاتی تو وہ خود گھوڑے سے اتر کر اسے تھام لیتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم و حلم اور اذکار و فضائل بے پناہ ہیں۔ لیکن جب کوئی شخص پورے خلوص کے ساتھ بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موجودگی میں اس طرح ذکر کرتا کہ اس سے ستائش یا تحسین کا پہلو نکلتا تو خلیفہ اول بڑی انکساری کے ساتھ کہتے کہ "اے میرے پروردگار۔ تو مجھے بہتر طور پر جانتا ہے کہ میں کیا ہوں اور میری کیا حیثیت ہے۔ اور اے میرے خدا۔ میں خود بھی اپنے آپ کو ان لوگوں سے بہتر جانتا ہوں۔ اس لئے میرے گناہوں کو معاف فرما دے، اور میری وہ خطائیں بھی معاف کر دے کہ جن سے یہ لوگ واقف نہیں ہیں۔ اس لئے اے سب حمدوں اور تعریفوں والے خدا میں ان لوگوں کی تحسین و ستائش کے لائق نہیں ہوں"۔

حضرت ابوبکر صدق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سادگی بھی ضرب المثل تھی۔ ان کا لباس نہایت سادہ ہوتا تھا۔ ایک بار یمن کا بادشاہ اپنے شاہانہ اور زرق برق لباس کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچا تو اس نے دیکھا کہ خلیفہ المسلمین حضرت ابوبکر صدیقؓ

Marfat.com

کے پاس بھورے رنگ کی دو چادروں کے لباس میں ملبوس ہیں۔ ایک چادر کمر کے گرد اور دوسری چادر باقی بدن پر۔ اس قناعت اور سادگی کو دیکھ کر وہ شاہانہ لباس والا حکمران اتنا متاثر ہوا کہ اسی وقت اس لباس فاخرہ کو اتار کر سادگی اختیار کر لی اور اس نے برملا اس عہد کا اعلان کیا کہ "اسلام کے زیر اثر مجھے مصنوعی زیبائشوں سے کوئی سروکار نہیں ہے"۔

بیت المال کا حصہ : حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بیمار ہوئے اور انہوں نے یہ جان لیا کہ اب وصال الٰہی قریب ہے' تو انہوں نے بستر علالت ہی پر بیت المال کے انچارج سے دریافت فرمایا کہ وہ حق الخدمت کے طور پر اب تک کتنی رقم حاصل کر چکے ہیں؟ بتایا گیا کہ چھ ہزار درہم۔ اپنے پورے ڈھائی سالہ عہد خلافت میں انہوں نے حاصل کئے ہیں۔ لہٰذا اس پر انہوں نے حکم دیا کہ ان کا ذاتی قطعہ ارضی فروخت کر کے یہ رقم بیت المال کو واپس کر دی جائے۔ لہٰذا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خواہش پر وہ قطعہ ارضی فروخت کر کے رقم بیت المال میں جمع کرا دی گئی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذاتی استعمال کے لئے جو اثاثہ تھا وہ ایک عدد گھوڑا اور ایک کپڑے کا ٹکڑا جس کی قیمت صرف سوا روپے کے برابر تھی' وہی تھا۔ وفات کے بعد یہ دونوں چیزیں بھی بیت المال میں واپس بھجوا دی گئی تھیں' لیکن ان معمولی اشیاء کا اور ان کی واپسی کا حضرت عمر فاروقؓ کو علم ہوا تو انہوں فرط عقیدت و احترام میں روتے ہوئے کہا کہ "اے ابوبکرؓ! تم نے اپنے بعد میں آنے والے کو امتحان میں ڈال دیا ہے!"۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس قدر قناعت اور استغنا کی زندگی گزاری کہ جب آپ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنی بیٹی حضرت عائشہؓ سے دریافت فرمایا "اے عائشہؓ! حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے کفن مبارک کے طور پر کتنی چادریں استعمال کی گئی تھیں؟"۔ اس پر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے بتایا کہ صرف تین چادریں استعمال کی گئی تھیں۔ اس جواب پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک طرح سے وصیت فرمائی کہ اس مقصد کے لئے دو چادریں تو وہی استعمال کی جائیں جو اس وقت ان کے جسم پر ہیں اور تیسری چادر ضرورت پڑنے پر خرید لی جائے۔ اپنے والد کے اس قدر قناعت پسندانہ ارشاد پر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے غم سے روتے ہوئے کہا کہ "بابا آپ کی بیٹی اس قدر بھی تنگ دست نہیں ہے کہ آپؓ کے کفن کے لئے چادروں کا انتظام نہ کر سکے"۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بستر علالت پر ہی فرمایا کہ بیٹی نئے کپڑے مرنے والوں کے بجائے زندہ لوگوں کو ملنے چاہئیں"۔

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے استغنا' تقوے' ایثار و قربانی' جاں

۹۶۷۴۱

Marfat.com

نثاری، ایمانداری، وارفتگی، سادگی، پارسائی اور پاکیزگی میں وہ فضائل پائے کہ مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم بھی ان کے معترف ہیں۔ مصر کا ایک مشہور عیسائی مورخ جرجی زیدان اس امر کا برملا اظہار کرتا ہے کہ "خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عہد اپنے طور پر پاکیزگی اور شرافت کے اعتبار سے سنہری دور کہلاتا ہے۔ آپ کے عدل و انصاف اور شرافت کے باوصف سب سے امتیازی اسلامی دور اس عہد کو کہا جاتا ہے۔ کیونکہ جس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعوت اسلام کو بصد شوق قبول کیا اس وقت ان کے پاس چالیس ہزار درہم موجود تھے۔ اس طرح ان کا مستقبل بڑا روشن اور تابناک تھا۔ لیکن انہوں نے اس رقم اور مستقبل کی بالکل کوئی پرواہ نہ کی بلکہ اپنی تجارت کا اثاثہ بھی اسلام پر نچھاور کر دیا۔ یہی نہیں بلکہ جب حضرت ابو بکرؓ کا انتقال ہوا تو اس وقت ان کے پاس صرف ایک دینار تھا۔ حضرت ابو بکرؓ کا گھر اقصائے مدینہ میں تھا، لیکن گھوڑے کی سواری ہونے کے باوجود وہ اکثر اپنے گھر پیدل آیا جایا کرتے تھے۔ وہ ہر روز کافی فاصلہ طے کر کے صرف باجماعت نماز ادا کرنے کی خاطر مدینہ آتے تھے اور رات کو اپنے قصبے میں واپس جاتے تھے۔ ہر روز وہ اپنا مال تجارت فروخت کرنے کے لئے بازار بھی جاتے اور بھیڑوں کے ایک چھوٹے سے ریوڑ کو بھی چراگاہوں میں چراتے۔ خلافت کے بعد بھی وہ دوسرے لوگوں کی بھیڑوں کا دودھ دوہتے رہے۔ اسی طرح انہوں نے اپنی وفات سے کچھ عرصہ پیشتر یہ حکم دیا کہ ان کا ذاتی قطعہ زمین فروخت کر کے اس کی رقم سرکاری خزانے میں جمع کرا دی جائے تاکہ انہوں نے دوران خلافت جو اعزازیہ حاصل کیا ہے وہ واپس کیا جا سکے۔ یہ ہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے امتیازی فضائل جن کی دنیا معترف ہے۔

Marfat.com

باب-۲

سب سے پہلے مسلمان، حضرت ابوبکر صدیقؓ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نام عبداللہ اور کنیت ابوبکرؓ ہے۔ حضور نبی مرتبتؐ نے آپ کو صدیقؓ کا لقب دے رکھا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم کی طرح قبیلہ قریش میں سے تھے ان کے خاندان کو تیمی کہا جاتا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ ساتویں پشت میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم سے اپنے شجرے کے واسطے سے مل جاتے ہیں۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے حسن و جمال کے باعث عتیق بھی کہا جاتا تھا۔

ابتدائی حالات: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۵۷۲ء میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی ولادت کے قریباً" ڈھائی سال بعد پیدا ہوئے۔ اس طرح یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عام الفیل کے دو سال چھ ماہ بعد پیدا ہوئے۔ آپ بچپن ہی سے صحت مند اور خوب صورت تھے۔ آپ کے والد کا نام ابو قحافہ تھا اور والدہ محترمہ کا نام سلمیٰ بنت صخر تھا۔ آپ کی والدہ ام الخیر کے نام سے بھی مشہور تھیں۔ حضرت ابوبکرؓ کا خاندان تیمی یا بنی تیم قبیلہ قریش میں اپنی خوشحالی اور جاہ و حشمت کے اعتبار سے بھی ممتاز اور معتبر تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ابتدائی زندگی کا پس منظر جاننے کے لئے یہ ضروری دکھائی دیتا ہے کہ اس عہد کے قبیلہ قریش کے احوال اور مزاج اور نفسیات کو بھی سمجھا جائے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس عہد میں قریش کے مختلف خاندانوں اور شاخوں میں باہمی طور پر اتفاق رائے سے بعض سماجی اور معاشرتی امور کی تقسیم کر رکھی تھی۔ اس طرح اس دور کی سیاست و ثقافت اور سماج اور معاشرہ دس بڑے بڑے خاندانوں میں بلحاظ منصب بٹا ہوا تھا۔ قبیلہ بنی تیم اپنے منصب اور ذمے داری کے اعتبار سے خون بہا اور تاوان وغیرہ کی ادائیگی اور وصولی اور ان سے متعلقہ امور پر متمکن تھا۔ عربوں کی قبل از اسلام کی معاشرتی زندگی میں دیگر مناصب اور امور کی طرح خون بہا اور تاوان کے امور کے فیصلے کرنا بھی ایک اہم شعبہ تھا۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا خاندان اپنے اس منصب کی بڑے سلیقے کے ساتھ بجا آوری کر رہا تھا۔ دیگر قبائل کے پاس حجاج کرام کی خاطر مدارات کرنا' خانہ کعبہ کی کلید برداری اور انتظام و انصرام' دارالندوہ کا انتظام' عبادات کے لئے بتوں اور دیوتاؤں کے لئے نذرانوں اور چڑھاووں کا اہتمام اور بیرونی قبائل و اقوام سے سفارتی تعلقات وغیرہ برقرار و بحال رکھنا وغیرہ تھا۔ لیکن خون بہا اور تاوان کے امور کی بجا آوری میں انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنا اور فیصلوں میں عقل و دانش اور بصیرت سے کام لے کر تاخیر سے بچنا بھی ضروری ہوتا تھا۔ بہر صورت اپنے منصب میں بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خاندان بجا طور پر عہدہ برا ہو رہا تھا۔

قبیلہ بنو تمیم کے اس منصبی مقام نے بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ابتدائی زندگی پر خوشگوار اثرات مرتب کئے۔ انہیں بچپن ہی سے اصول پسند' انصاف پسند اور بڑی حد تک بے ریا بنا دیا تھا۔ اس کے ساتھ حضرت ابوبکر زمانہ جاہلیت میں بھی عربوں میں رائج متعدد عیوب اور اخلاقی بے راہ رویوں سے مکمل طور پر بچے ہوئے تھے۔ یہاں تک بھی بتایا جاتا ہے کہ وہ اس عہد کی بت پرستی سے بھی بیزار تھے۔ اسی طرح آپ زمانہ جاہلیت کے دیگر عربوں کی طرح شراب یعنی نشہ آور مشروبات کو بالکل ناپسند کرتے تھے اور اس سے کلی طور پر پرہیز کرتے تھے۔ ان معاشرتی برائیوں کے بجائے وہ اپنے حسن و جمال کو اپنے اخلاقی اوصاف سے اجاگر کرتے رہتے تھے۔ اس لئے انہوں نے بچپن سے سادگی' شستگی اور بردباری اختیار کر لی تھی۔ اگرچہ اس دور میں قبیلہ قریش اپنی علمی ادبی حیثیت اور فصاحت و بلاغت میں دیگر تمام قبائل سے ارفع اور سربلند تھا' لیکن پھر ان لوگوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی لسانی فصاحت و بلاغت اور خطابت و ذہانت کے باعث بھی ایک اہم اور امتیازی مقام حاصل کر لیا تھا۔

بعض ہم عصر تذکروں میں یہاں تک بھی بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عربوں کی بحیثیت مجموعی انسانی نفسیات سے بھی بخوبی آگاہ تھے۔ انہیں عربوں کی نسب دانی میں بھی ملکہ حاصل تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ عربوں کی خوبیوں اور خامیوں کو بھی خوب جانتے تھے۔ انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ عرب جنگ و جدل' مہمان نوازی' ایفائے عہد اور حسن و سلوک پر مر مٹنے والے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مشرف بہ اسلام ہونے سے پیشتر بھی انسانوں کو اپنے حسن و سلوک اور ذاتی کردار و عمل سے متاثر کرنا شروع کر دیا تھا۔ وہ لوگوں کی دلجوئی کر کے ان کے با آسانی دل جیت لیتے تھے۔ اور پھر عزیز و اقارب' خویش اور دیگر قبائل کے افراد کو ان کے خوابوں کی تعبیریں بتا کر بھی انہیں اپنا گرویدہ

Marfat.com

بنا لیتے تھے بلکہ وہ تو ایک حد تک لوگوں میں خوابوں کی تعبیر کہنے والے بھی مشہور ہو چکے تھے۔
ان اوصاف اور خوبیوں کے باعث حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمانہ قبل از اسلام میں قریش کے نوجوانوں میں معزز اور محترم تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ اب تک تو حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی اپنے خاندان کی منصبی حیثیت کے باعث لوگوں کے خون بہا اور تاوان وغیرہ کے مقدمات کے فیصلے کرنے لگے تھے۔

خاندانی حشمت و وجاہت کے باعث آپ خاصے خوشحال، متمول اور آسودہ حال تھے، اکثر قریش آپ سے دوستی اور قربؐ کے خواہاں رہتے تھے۔ ویسے بھی قریش نے باہمی طور پر دس رئیسوں میں جو ذمے داریاں مختلف خاندانوں میں تقسیم کر رکھی تھیں، ان میں بنو تمیم اپنی ذمے داری اس احسن طریق سے نبھا رہا تھا کہ حضرت ابوبکرؓ قبل از اسلام بھی معاملات کو نمٹانے کے لئے اور لوگوں کو مزید فساد اور شر سے محفوظ رکھنے کی خاطر خود ہی کئی قبیلوں کی طرف سے لوگوں کے دیت کی ادائیگی کی ضمانت دے دیا کرتے تھے۔ آپ کے اس فراخدالانہ عمل سے آپ پر لوگوں کا اعتماد اور بھروسہ بے حد بڑھ چکا تھا اور اس کے ساتھ ہی ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود ایک بے ریا منصف بھی مشہور ہو گئے تھے۔

تجارتی سفر اور اصول تجارت: بلحاظ پیشہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کپڑے کے تاجر تھے۔ آپ اس دور کے قریبی ہمسایہ ملکوں شام اور یمن سے بھی کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ اس حوالے سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ سے باہر بھی اپنی حیثیت کے اعتبار سے خاصے معتبر، ایک با اعتماد تاجر، ایماندار شہری اور ملکی اور غیر ملکی سیاسیات اور جمہوری قدروں میں بھرپور یقین رکھنے والے نوجوان مشہور ہو چکے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیگر اقوام اور ملکوں کی تجارت کے حوالے سے تجارت کے پائیدار اصولوں اور تعمیری رموز و اسرار سے بھی بخوبی آگاہ ہو چکے تھے۔ ابن عساکر کی روایت سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انہی تجارتی اسفار میں سے ایک سفر کے دوران میں یمن کے ایک شخص جو قبیلہ ازد سے تھا، نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بڑے ہی ڈرامائی انداز میں کچھ دریافت کیا تھا تو اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی سوجھ بوجھ کے مطابق تصدیق کر دی تھی ---- اس واقعہ سے یہ امر بھی واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمانہ قبل از اسلام میں بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ اور مکارم سے بخوبی آگاہ ہو چکے تھے بلکہ ایک حد تک ان سے متاثر بھی تھے۔

Marfat.com

اسی طرح ایک اور سفر کے دوران میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی شخصیت ہی کے اعجاز کے طفیل ملک شام میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک نہایت خوش خواب دیکھا' جس کی تعبیر یہ تھی کہ حضرت ابوبکرؓ عرب کے پیغمبر محترم کے معتمد اور دوست ہوں گے۔ اس خواب کی تعبیر کی تصدیق تو شام ہی کے ایک کاہن بحیرہ نے بھی کر دی تھی۔

قبول اسلام: شام کے اسی سفر کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسین خوابوں کو مشام جاں بنا کر مکہ واپس پہنچے تو اس کے چند ہی دن کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے مکہ میں اپنی نبوت کا اعلان کر دیا تھا۔ یوں رسول رحمتؐ نے لوگوں کو یہ پیغام دیا کہ وہ بتوں کی پوجا نہ کریں۔ بلکہ بتوں کے بجائے ایک خدا کی عبادت کریں۔ اور وہ خدا بلند و بالا اور برتر ہے۔ اور اسی خدا نے اسے رسولؐ بنا کر لوگوں کی بھلائی اور بہتری کے لئے بھیجا ہے۔

مکہ کے لوگوں نے آپؐ کی ان باتوں کو توجہ سے سنا تو ضرور ان باتوں پر غور و خوض بھی کیا لیکن اس کے باوجود وہ اپنے باپ دادا کے طریقہ پرستش اور بتوں کی پوجا کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہوئے یہی نہیں بلکہ ان بد سگال لوگوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی مخالفت کرنا شروع کر دی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکہ کی زندگی کے دوران میں اور نبی رحمت حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم کی بھی تجارت میں دلچسپی اور ایمانداری کے ساتھ معاملہ فہمی کے باعث بہت کچھ حاصل کر رکھا تھا۔ بلکہ یہاں تک بھی کہا جاتا ہے کہ بعثت نبوت سے پیشتر بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ خود بھی ذی وقار نبی رحمت کے ساتھ کو اپنے لئے سعادت سمجھا کرتے تھے ---- لہٰذا جب اللہ کے رسول نے لوگوں کو دین اسلام کی جانب بلایا تو آغاز میں لوگوں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ و سلم کے اس دعوے کو درخور اعتنا ہی نہ سمجھا۔

اس صورت حال کے بعد جب حضور پر نور نبی رحمت حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعوت اسلام دی تو دل و جان سے تصدیق کرتے ہوئے بھی انہوں نے محض رسماً" ہی آپؐ سے نبوت کا کوئی ثبوت طلب کیا تو اس پر اتمام حجت کے لئے حضور مخبر صادق نے ابوبکرؓ کا خواب دیکھنا' یہودی عالم ازدی اور بحیرہ راہب کا جواب دینا کل واقعات بیان فرما دیئے"۔ یہ سنتے ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی نبوت کی شہادت دی اور خلوص دل کے ساتھ آپؐ کو نبی برحق تسلیم کر لیا اور اسلام کی بیعت قبول کر لی۔ اس اعتبار سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے نبی ہونے کو ماننے والوں میں حضرت ابوبکر صدیق وہ پہلے مسلمان ہیں جو آپؐ کے سب سے

Marfat.com

قریبی جاں نثار اور دوست اور ساتھی بن گئے۔ گویا خانوادہ رسول کے بعد جس شخص نے سب سے پہلے اسلام کو قبول کیا وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تھے۔ بہر صورت ایک بار اسلام قبول کر لینے کے بعد پھر وہ تمام عمر جان و مال کے ساتھ دین اسلام کی خدمت کرتے رہے۔

تبلیغ اسلام: جس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دین اسلام کو بصد شوق قبول کیا اس وقت ان کی عمر سینتیس یا اڑتیس سال تھی۔ اسلام قبول کرنے سے پیشتر بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آپس میں موانست بھرے تعلقات قائم تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ آپؐ کے اخلاق حسنہ' سچائی' صداقت اور پارسائی سے بجا طور پر متاثر اور واقف تھے' اس لئے انہوں نے اسلام قبول کرنے میں حیل و حجت سے کام نہیں لیا تھا۔ بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد دوسرے لوگوں کو بھی اسلام کی حقانیت کی جانب مائل کرنے لگے تھے۔ انہوں نے جلد ہی اپنے دوستوں اور عزیز و اقارب کو بھی اسلام قبول کر لینے کی ترغیب دینا شروع کر دی تھی۔ لہٰذا اسی وقت سے انہوں نے اشاعت اسلام اور تبلیغ دین کی خاطر اپنی دولت کو بھی استعمال کرنا شروع کر دیا تھا۔ پھر بعد کے برسوں میں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو مسلم غلاموں کے بھاری معاوضے ادا کر کے انہیں آزاد کرواتے رہے تھے۔

یہ ثابت ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی ترغیب سے بنی امیہ' بنی اسد' بنی زہرہ' اور بنی تمیم کے کئی عمائدین دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ ان عمائدین میں حضرت عثمان بن عفانؓ' زبیر بن العوامؓ' عبدالرحمٰن بن عوفؓ' سعد بن ابی وقاصؓ اور طلحہ بن عبداللہؓ شامل ہیں۔ گویا ان ہی میں کئی بزرگان عشرہ مبشرہ میں' یعنی دس بزرگ ترین صحابہ کرامؓ کہ جنہیں جنت کی خوشخبری دی گئی' شامل ہیں۔ بہر صورت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان کوششوں اور تبلیغی سرگرمیوں نے اسلام کی قوت و دولت میں بجا طور پر اضافہ کیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی دولت سے کئی ناتواں اور کمزور نو مسلم غلاموں کا معاوضہ ادا کر کے آزاد کروایا۔ گویا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی دولت کو ایک جانب تو غلاموں کا معاوضہ ادا کرنے کے لئے' دوسری طرف تبلیغ اسلام کی سرگرمیوں میں بڑی دریا دلی کے ساتھ استعمال کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان کوششوں سے بھی مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوا اور مسلمانوں کی مالی پریشانیاں بھی ختم ہوتی رہیں۔ تبلیغ و ترغیب اسلام کے لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے والدین کو بھی دائرہ اسلام میں داخل کیا۔

Marfat.com

بلکہ یہاں تک بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے خاندان کی چار پشتوں کے بیشتر افراد نے دین اسلام کو قبول کر کے مسلمانوں کو خاصی تقویت بخشی۔

حضور نبی اکرمؐ سے محبت: پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم نے جس وقت اپنی باقاعدہ اور برسرعام تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا تو کفار نے بھی اپنی مخالفتیں شدید کر دی تھیں۔ لیکن اس کے باوجود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ یہی درخواست کیا کرتے تھے کہ اظہار دین اور اشاعت اسلام کا کام سرعام کیا جائے۔ کفار کی اگرچہ اکثریت تھی لیکن اس کے باوجود مسلمانوں کی تعداد صرف انتالیس تھی۔

اسی دور میں ایک روز رسول اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اس خواہش اور آرزو کو پورا کرنے کے لئے سرعام تبلیغ دین کا قصد (ارادہ) فرمایا۔ اس مقصد کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ مسجد حرام میں تشریف لے گئے۔ وہاں پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لوگوں کو اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف دعوت دی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ کسی نے حرم شریف میں آکر لوگوں کو اس طور کھلم کھلا اسلام کی دعوت دی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اس دعوت پر کفار اور مشرکین ان پر ٹوٹ پڑے، بلکہ ان ظالم لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گرا لیا اور انہیں مارنے لگے۔ عتبہ بن ربیعہ نے تو حضرت ابوبکرؓ کے چہرے پر بھی ضربات لگائیں۔

یہ حال دیکھ کر ان کے قبیلے والے آگے بڑھے اور انہیں چھڑا کر گھر لے آئے۔ شام کے وقت حضرت ابوبکرؓ کو ہوش آیا تو انہوں نے پہلا سوال ہی یہی کیا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کا کیا حال ہے"۔ اس پر پہلے تو ان کی والدہ نے کہا کہ مجھے کچھ نہیں معلوم۔ پھر ام جمیل بنت الخطاب کے ذریعے سے معلوم ہوا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم صحیح اور تندرست ہیں۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر پوچھا "آخر آپؐ ہیں کہاں" ——— اس پر بتایا گیا کہ آپ دار ارقم میں ہیں۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا "جب تک آپؐ سے نہ مل لوں گا اس وقت تک کچھ نہ کھاؤں گا اور پیوں گا"۔ پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اصرار پر انہیں حضور پاک صلی اللہ علیہ و سلم کے پاس ان کی والدہ لے کر گئیں۔ نبی رحمت حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم نے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ حال دیکھا تو جھک کر انہیں چوم لیا، اور آپؐ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

اس وقت تک حضرت ابوبکر صدیقؓ کی والدہ ابھی مسلمان نہیں ہوئی تھیں، لیکن اس لمحے تو وہ خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لے کر حضور نبی اکرم کی خدمت میں حاضر

Marfat.com

ہوئی تھیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس موقع پر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں' اس کم بخت عتبہ کو میرے منہ سے کیا سروکار تھا!۔۔۔۔
اس کے بعد مزید عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم یہ میری نیک بخت والدہ ہیں۔ آپؐ ان کے لئے دعا فرمایئے کہ اسلام قبول کرلیں۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے ان کے لئے دعا فرمائی اور انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔

اسلام کا اعجاز: اسی ابتدائی اسلامی دور میں کفار مکہ اور مشرکین نے مسلمانوں پر دائرہ حیات کو تنگ کرتے رہنا اپنا معمول بنا لیا تھا۔ پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ مسلمان تحفظ اور امن کے لئے حبشہ ہجرت کر کے جانے لگے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حبشہ ہجرت کر جانے کا قصد کیا لیکن پھر انہیں قبیلہ قارہ کے ایک رئیس ابن دغنہ نے روک لیا تھا۔ ابن دغنہ نے کفار مکہ سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بابت یوں بیان دیا کہ۔

"اے لوگو! ابوبکرؓ ایسا شخص نہیں ہے کہ وہ اپنے وطن سے خود نکل جائے یا اسے اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور ہی کیا جائے۔ وہ تو اپنی کمائی ہوئی دولت غریبوں اور محتاجوں پر خرچ کرتا ہے۔ وہ اپنے قرابت داروں سے صلہ رحمی اور حسن سلوک سے پیش آتا ہے۔ تھکے ہارے لوگوں کا وہ سہارا بنتا ہے۔ وہ مہمانوں کی خاطر تواضع کرتا ہے' اور مصائب میں گھرے ہوئے لوگوں کی مدد کرتا ہے"۔

اس بیان پر اہل قریش پر ایک جادو سا ہو گیا اور انہوں نے محسوس کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اس سے زیادہ اوصاف کے مالک ہیں۔ اسی اثناء میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے گھر کے صحن ہی میں ایک مسجد بنا لی تھی۔ وہ اسی میں نماز پڑھنے اور تلاوت قرآن مجید کرنے لگے۔ حضرت ابوبکرؓ کے اس عمل کو قریش کی عورتیں اور بچے دیکھتے تھے' وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی زبانی قرآنی آیت سن کر مسحور ہو جاتے تھے اور اسلام کی جانب مائل بھی ہو جاتے تھے۔ یہ اسلام اور آیات قرآنی کا اعجاز تھا کہ بچے اور عورتیں حیرانی سے پہروں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی زبان سے تلاوت قرآن پاک سنا کرتی تھیں۔

لیکن یہ تازہ صورت حال بھی کفار کے لئے قابل قبول نہیں تھی۔ لہٰذا انہوں نے ایک بار پھر عداوتیں شروع کر دی تھیں۔ اس سلسلے میں جب کفار نے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بازپرس کی تو آپ نے برملا فرمایا کہ "میں اپنے خدا کا ذکر کرنا ہرگز ترک نہیں کر سکتا۔ میں اپنے آپ کو خدا اور اس کے رسول کی ذمے داری ہی میں رکھنا چاہتا ہوں"۔

واقعی یہ سچ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے آپ کو ہمیشہ اپنے خدا اور اس کے

Marfat.com

رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم ہی کی ذمے داری اور تابعداری میں رکھا۔

ایک واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ کوئی شخص حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی موجودگی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زدو کوب کرتے ہوئے گالیاں بھی دینے لگا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ خاموشی سے اس بدسگال کی گالیاں سنتے رہے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم انہیں دیکھ کر مسکراتے رہے۔ کچھ دیر کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بھی غصہ آگیا اور انہوں نے بھی جواباً" اس شخص کو ایک سخت بات کہہ دی۔

حضرت ابوبکر صدیق کی زبان سے وہ بات نکلتے ہی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے چہرے پر ناگواری کے آثار ظاہر ہوئے اور آپ وہاں سے اٹھ کر فوراً چلے گئے۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی حضور صلی اللہ علیہ و سلم کے پیچھے پیچھے آئے اور عرض کیا "یا رسول اللہ! یہ کیا بات ہے کہ جب تک وہ شخص مجھے گالیاں دیتا رہا تو آپ مسکراتے رہے۔ لیکن جونہی میں نے اس شخص کو جواب دیا تو آپ شاید ناراض ہو کر وہاں سے چلے آئے"۔

اس پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے جواب دیا کہ "اے ابوبکرؓ! جب تک تم خاموش رہے' اس وقت تک ایک فرشتہ تمہارے ساتھ رہا اور تمہاری طرف سے' اس کو جواب دیتا رہا' لیکن جب تم نے خود اس شخص کی بد کلامی کا جواب دینا شروع کر دیا' تو اس فرشتے کی جگہ شیطان آگیا۔ اس لئے میں تو شیطان کے ساتھ نہیں ٹھہر سکتا تھا"۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی اس وضاحت پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت اثر قبول کیا اور اس کے بعد کبھی کسی سے بد کلامی میں نہ الجھے بلکہ کسی دوسرے کی بد کلامی کا جواب تک نہ دیا۔

اللہ کی خوشنودی: حضرت ابوبکر صدیقؓ خود ایک بہت بڑے تاجر تھے۔ انہیں اپنے مال تجارت سے جو مالی منافع ہوتا وہ سب اسلام اور ترویج اسلام کے لئے بخوشی خرچ کر دیتے۔ اپنی دولت سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس قدر غلاموں کا معاوضہ ادا کر کے انہیں آزادی دلوائی' اس میں کوئی دوسرا ان کا مقابلہ نہیں کر سکا۔ یہی نہیں بلکہ انہوں نے جن نو مسلم غلاموں کو ان کے ظالم آقاؤں سے آزاد کروایا' ان میں حضرت بلالؓ بھی شامل ہیں۔ اور حضرت بلالؓ کو موذن اسلام ہونے کا شرف حاصل رہا ہے۔

قرآن مجید کی سورہ بقرہ کی ایک آیت مبارکہ ہے کہ "جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں' وہ مال خرچ کرنے میں کبھی تو پوشیدہ رہتے ہیں اور کبھی ان کا اظہار ہو جاتا ہے۔ پس ایسے نیک بندوں کے لئے ان کے خدا کی طرف سے ان کے لئے بہت زیادہ اجر اور

Marfat.com

ثواب ہے"۔

صاحب کشاف نے لکھا ہے کہ یہ آیت مبارکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ کی فیاضیوں کے پیش نظر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار ارشاد فرمایا کہ "جس قدر نفع مجھے حضرت ابوبکر صدیق کے مال سے پہنچا ہے' اتنا کسی اور کے مال سے نہیں"۔ راوی لکھتا ہے کہ اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ رونے لگے اور عرض کیا کہ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ذات اور مال و متاع سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے ہے"۔

ایک بار حضرت ابوبکر صدیقؓ کے والد ابو قحافہ کو جس نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا' حضرت ابوبکر صدیقؓ کی فیاضیوں اور نو مسلم غلاموں کی آزادی کے لئے بے تحاشا رقوم کی ادائیگی پر کہا تھا "اے میرے بیٹے تم کمزوروں اور غلاموں کو آزاد کرتے ہو' یہ ناتواں لوگ تمہارے کسی کام نہیں آسکتے۔ اس لئے اگر تمہیں یہی فعل پسند ہے تو بہتر اور بہادر غلاموں کو آزاد کراؤ تاکہ وہ تمہارے کسی کام بھی آسکیں"۔

والد کے اس سوال کے جواب میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ "اے ابا جان! میں تو ان غلاموں اور کمزور لوگوں کو منفعت یا مطلب کو پیش نظر رکھ کر آزاد نہیں کراتا۔ بلکہ مجھے تو اس عمل سے اپنے پروردگار کی خوشنودی مقصود ہے۔"۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے خدا کی خوشنودی ہی کے لئے لاتعداد کارنامے سرانجام دیئے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنی ترغیب اور کوششوں ہی کی بدولت ان کے والدین نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی نوازشات کے حوالے سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے خدا کے حضور سراپا سپاس گزار اور اللہ کا شکر ادا کرتے رہتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے شکرانے اور سپاس کی دعا کا ذکر تو قرآن مجید کی سورہ احقاف کی ایک آیت کریمہ میں اس طرح موجود ہے کہ:

"اے میرے رب' تو مجھے اس امر کی توفیق عطا فرما کہ میں تیری نوازشوں اور نعمتوں کا جو تو اپنے فضل سے از راہ کریمی مجھ پر انعام فرمائی ہیں' ان کا میں شکر ادا کر سکوں۔ ان نعمتوں میں سے ایک نعمت اسلام ہے۔ اسی طرح جو نعمت تو نے میرے والدین کو عطا کی کہ وہ نعمت اسلام' زندگی اور قدرت ہے۔ اور اے میرے خالق و مالک مجھے اس امر کی توفیق عطا فرما میں نیک عمل کر سکوں۔ ایسے نیک عمل کہ جن کو تو پسند فرمائے اور خوشنود ہو' اور میری اولاد میں اس نیک عمل کی توفیق جاری و ساری فرما۔ میں ایسے کسی عمل خیر کا طالب نہیں ہوں کہ جس میں

Marfat.com

تیری خوشنودی اور رضا مندی شامل نہ ہو۔ بالیقین میں تیری ہی طرف گردن جھکائے ہوئے ہوں اور تیرے ہی احکام کے سامنے بجا آوری کا متمنی اور خواہش مند ہوں"۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ اسلام کے اس قدر شیدائی تھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے کافروں اور دشمنوں کے ساتھ جتنی جنگیں کیں ان میں انہوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا' اور بہت زیادہ مالی مدد کی۔ یہی نہیں بلکہ انہوں نے خود بھی ہر جنگ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم کا بھرپور ساتھ دیا' اور ان کی ہمیشہ یہی خواہش رہی کہ وہ اللہ کی راہ میں اپنی جان اسلام پر قربان کر دیں۔ اسی لئے تو پیغمبر اسلام حضور پر نور صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا تھا کہ "میں نے ہر ایک کے احسان اور بھلائی کا بدلہ اس دنیا میں دے دیا ہے۔ لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام پر جو احسانات ہیں' ان کا بدلہ اللہ تبارک و تعالیٰ قیامت کے دن دے گا"۔

Marfat.com

باب۔ ۳

ہجرت نبویؐ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے جب اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا شروع کی تو ایک طرف تو تھوڑی تعداد میں لوگ مسلمان ہونے لگے' اور اس کے ساتھ اہل قریش نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی ان سرگرمیوں کو ناپسند کرنا شروع کر دیا۔ یہی نہیں بلکہ کفار نے تو حضور پاک صلی اللہ علیہ و سلم اور آپؐ کے ساتھیوں کو ہر طرح تنگ کرنا اور ان سے دشمنی اور عداوت رکھنا اپنا معمول بنا لیا تھا۔ ان لوگوں کو یہ بھی پسند نہیں تھا کہ کوئی ان کے اباؤ اجداد کے بتوں کو برا کہے اور انہیں ان کے مذہب اور رسومات سے منع کرے اور کسی نئے اللہ اور دین کی جانب انہیں متوجہ کرے۔ وہ لوگ کسی بھی صورت میں اپنے خداؤں یعنی سورج' چاند' ستاروں' درختوں' پتھروں اور بتوں کی پوجا کو چھوڑ کر کسی ایک خدا کی عبادت کے لئے تیار نہیں تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنی رسومات' پوجا پاٹھ کے طریقوں اور سماجی بے راہ رویوں کو ہرگز نہیں چھوڑنا چاہتے تھے۔ لیکن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم تو ان لوگوں کو ایک خدا کی عبادت کے لئے بلاتے تھے' انہیں معاشرتی انصاف کی تعلیم دیتے تھے۔ اور رسومات قبیحہ کو ترک کر دینے اور سماج میں امن و سکون قائم کرنے کی دعوت دیتے تھے۔

لیکن یہ تو عربوں کے مزاج اور فطرت میں تھا کہ وہ کسی بڑے انقلاب کے بغیر اپنے آپ کو بدلنے سے عاری تھے۔ لیکن برعکس اس کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم نے اس انقلاب عظیم کا کام شروع کر دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی شخص کلمہ توحید پڑھ کر مسلمان ہو جاتا تو وہ ایک نئی قوم اور برادری کا فرد بن جاتا تھا۔ وہ دور جہالت کے عہد ظلمات سے کٹ کر ایک فلاحی' مساوات بھرے اور بھائی بھائی کی بنیادوں پر استوار ہونے والے احسن معاشرے کا فرد بن جاتا تھا۔ اس کے عہد تاریک کے سارے رشتے ختم ہو جاتے تھے اور وہ اللہ کے رسول کا ساتھی بن جاتا تھا۔

اس نئے معاشرے کے تمام مسلمان افراد ایک دوسرے کے ساتھی' ہمدرد اور غم گسار بن جاتے تھے۔ ان کا مرنا اور جینا سب ایک خدا ہی کے لئے ہو جاتا تھا۔ وہ لوگ اپنے ایک خدا کی

Marfat.com

عبادت کرتے۔ باہمی موانست بڑھاتے اور نظام صلوٰۃ کو بھی قائم کرتے ----- اسلام کی ان روشن دلیلوں' برکتوں اور رحمتوں کو پہلے پہل کمزور' مقہور' ناتواں' غلام اور غریب لوگوں نے زیادہ چاہت اور خوشی سے قبول کیا تھا۔ لیکن قریش نے ان لوگوں کو اپنے ظلم و ستم اور عداوتوں کا نشانہ بنانا شروع کر دیا وہ اسلام قبول کر لینے والوں پر دائرہ حیات تنگ کر دیتے تھے' اور پھر وہ نو مسلم کہ جو غیر مسلم آقاؤں کے غلام تھے' انہیں تو ان کے آقا غیر انسانی اور اذیت ناک سزائیں بھی دیا کرتے تھے۔ مساکین اور ناتواں لوگوں کو تو کفار بڑی شدید اور خوفناک عقوبتیں بھی دیا کرتے تھے۔ ایسے مساکین میں حضرت بلالؓ' حضرت عمارؓ' یاسرؓ' جناب بن الارتؓ' عامر بن فہیرہؓ' حضرت عثمانؓ' مصعب بن عمیرؓ اور دیگر کئی لڑکیاں اور خواتین بھی شامل تھیں۔

پہلی ہجرت حبشہ: کفار اور اہل قریش تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے بھی جانی دشمن ہو چکے تھے' اس لئے آپؐ کو بھی تکالیف میں مبتلا رکھتے تھے۔ لیکن مسلمان بھی بلحاظ تعداد ایک کمزور اقلیت میں تھے' اس لئے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے اپنے جاں نثاروں اور فدایان اسلام کو یہ ہدایت فرما دی کہ وہ اپنی جانیں بچانے کے لئے قریبی ملک حبش ہجرت کر جائیں۔ کیونکہ حبش عربوں کے لئے کوئی بالکل نیا ملک نہیں تھا بلکہ قریش کی وہ ایک قدیم تجارت گاہ تھی۔ اس کے علاوہ حبشہ کے تاجروں نے قریش کے تاجروں کو کئی طرح کی تجارتی سہولتیں اور مراعات بھی دے رکھی تھیں۔ اپنے ان پرانے مراسم اور تجارتی تعلقات کے حوالے سے مسلمانوں کو حبشہ کی جانب ہجرت کر جانے کی اجازت دے دی گئی تھی۔

اس ہجرت حبشہ کے حوالے سے ایک فائدہ تو یہ تھا کہ عرب کے مسلمان وہاں کے انصاف پسند اور عادل حکمران اصحمہ کے پاس جا کر دشمنوں کے مظالم سے بچ سکیں گے' اور اس کے ساتھ ساتھ مسلمان اس ملک میں تبلیغ اسلام کا فریضہ بھی ادا کرتے رہیں گے اور وہ وہاں اسلام پھیلنے کے امکانات پیدا ہوں گے۔

اجازت نبویؐ کے بعد آغاز میں پندرہ مردوں اور عورتوں کا ایک قافلہ حبشہ کے لئے روانہ ہوا۔ اس کے بعد چھوٹے بڑے کئی قافلے جاتے رہے۔ اس طرح "حبش میں کل مسلمان مہاجرین کی تعداد ایک سو ایک تک پہنچ گئی۔ (تراسی مرد اور اٹھارہ عورتیں) ان کے بعد حضرت جعفرؓ بن ابی طالب بھی حبش چلے گئے۔ یہی حضرت جعفرؓ بن ابی طالب ہی نجاشی اصحمہ کے دربار میں مسلمانوں کے ترجمان بنے تھے"۔ بہر صورت تاریخی اعتبار سے مکہ مکرمہ سے مسلمان مہاجرین کا یہ قافلہ ۶۱۴ء کو حبشہ کے لئے روانہ ہوا تھا۔

Marfat.com

حبشہ کی جانب ہجرت کر جانے والوں میں حضرت عثمانؓ مع اہلیہ، حضرت زبیر بن العوامؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت مصعب بن عمیرؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عثمان بن مظعونؓ اور پھر حضرت جعفرؓ بن ابی طالب زیادہ مشہور تھے۔ حبشہ جانے والے مسلمانوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل ہو رہے تھے لیکن ان کی ملاقات قبیلہ قارہ کے ایک رئیس ابن دغنہ سے ہوئی۔ ابن دغنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھلائیوں اور نیکیوں سے بخوبی واقف تھا۔ لہٰذا ابن دغنہ کے پوچھنے پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قریش کے تشدد اور مظالم کا ذکر کیا۔ اس پر ابن دغنہ کو بہت دکھ ہوا، اور وہ شرفاء قریش کے پاس پہنچا اور پھر اس نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں یوں کہا کہ "ابوبکرؓ ایسا شخص نہیں ہے کہ وہ وطن سے از خود نکل جائے یا اسے وطن سے نکل جانے پر مجبور کیا جائے۔ وہ روپیہ کما کر محتاجوں کو دیتا ہے، اقرباء سے صلہ رحمی کرتا ہے۔ درماندہ لوگوں کا بوجھ بٹاتا ہے، مسلمانوں کی میزبانی کرتا ہے اور مصائب میں گھرے ہوئے لوگوں کی مدد کرتا ہے"۔

کہا جاتا ہے کہ اس کے بعد ابن دغنہ نے اپنی طرف سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ایک طرح سے ضمانت دے کر، انہیں حبشہ ہجرت کرنے سے روک لیا تھا۔ لیکن بعد کے برسوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے آپ کو ابن دغنہ کی ضمانت سے مبرا کر کے اپنے آپ کو اپنے خدا کے تحفظ اور ذمے داری میں رہنا ہی احسن اور مامون سمجھا تھا۔

بہر صورت حبشہ کی جانب ہجرت کر کے جانے والے مسلمانوں کو نجاشی اصحمہ نے چند ایک روحانی اور مذہبی سوالات کے مسکت جوابات حاصل کرنے کے بعد حبشہ میں بخوشی رہنے کی اجازت دے دی تھی۔ پھر چند برسوں کے بعد صلح حدیبیہ کے بعد حبشہ سے کئی مسلمان مکہ مکرمہ واپس آگئے تھے۔

معراج نبویؐ: اسی اثناء میں بد سگال کفار اور اہل قریش نے حبشہ کے مسلمانوں کو وہاں سے نکلوانے کی بھی کوشش کی تھی۔ لیکن اس ناکام کوشش کے بعد تو وہ مسلمانوں کے اور بھی دشمن ہو گئے تھے۔ اب تو دشمنوں نے یہاں تک بھی منصوبہ بنا لیا تھا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے خاندان کو محصور کر کے تباہ کر دیا جائے"۔ لہٰذا اس مقصد کے لئے اسلام کے دشمنوں نے آپس میں باہمی اتحاد سے ایک معاہدہ بھی کر لیا تھا۔ اس معاہدے کے باعث پورے بنی ہاشم پر دائرہ حیات تنگ ہو گیا تھا۔ حتیٰ کہ اس پورے خاندان کو دو تین سال تک شعب ابی طالب میں پناہ لینا پڑی تھی۔ اس وقت ان مسلمانوں کو صرف حج کی اجازت ضرور تھی۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں کے لئے شعب ابی طالب کا دور بڑا ہی

Marfat.com

صبر آزما اور مصائب اور آلام سے بھرا ہوا تھا ــــــ لیکن اسی اثناء میں معراج نبوی کا واقعہ رونما ہوتا ہے' اور اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندے (اور رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم) کو معراج میں مسجد اقصیٰ لے جایا گیا' پھر سدرۃ المنتہیٰ اور جہاں خدا نے چاہا۔ رسول خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم کا یہ روحانی مناظر اور منازل کا ایک روح پرور سفر تھا۔ اس معراج انسانیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانیاں دکھائیں۔ "اور یہ نشانیاں کیا تھیں' ان کی تفصیل و تعین اور بیان کے لئے ہمارا فہم' ہمارا علم' ہمارا قیاس اور ہمارے محسوسات اور ہمارے تعقلات و تصورات اور الفاظ و کلمات یکسر ناکافی اور نہایت ادنیٰ ہیں"۔

اس سلسلے میں جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جس خلوص اور عقیدت کے ساتھ اس واقعہ معراج نبویؐ اور اسریٰ کو قبول کیا' اس کی مثال کہیں اور نہیں ملتی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں واقعہ معراج کے حوالے سے سرور کونین نے فرمایا۔ "جب میں نے کہا کہ میں پیغمبرؐ ہوں' تو وہ کسی معجزے کا مطالبہ کئے بغیر ایمان لے آیا' اور جب کہا: مجھے معراج کی سعادت حاصل ہوئی ہے' تو انہوں نے تصدیق کی اور کہا "اگر سرور عالم صلی اللہ علیہ و سلم یہ فرماتے کہ تمام اہل خانہ سمیت مجھے معراج حاصل ہوا ہے تو یقیناً میں قبول کرتا"۔

ہجرت مکہ: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے اس واقعہ معراج میں مسلمانوں اور ایمان لانے والوں کے لئے تو لاتعداد خاص انعامات اور رحمتیں ہیں۔ لیکن کفار نے اس معراج انسانیت کو بھی اپنی مرضی سے کئی مضحکہ خیز معانی دیئے۔ ان لوگوں نے اس واقعہ معراج سے بھی کوئی رہنمائی یا بصیرت حاصل نہ کی بلکہ وہ اب تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی تبلیغ و وعظ اور اسلامی تعلیمات سے اس قدر بیزار ہو چکے تھے کہ انہوں نے اس شمع رسالت کو بجھا دینے کے مذموم منصوبے بھی بنا لئے تھے۔ لیکن اس کے برعکس قدرت کاملہ کو تو کچھ اور منظور تھا' اسی دوران میں مکہ سے قریباً دو سو اسی میل دور مدینہ یا یثرب میں بھی اسلام کا پیغام پہنچ چکا تھا۔ لہٰذا کئی ایک وفود نے بڑی خاموشی کے ساتھ یثرب سے آکر اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس طرح اب مکہ مکرمہ کے بجائے وادی یثرب میں اسلام کے شیدا و والا پیدا ہو چکے تھے۔ ان لوگوں کی تو اب یہ خواہش تھی کہ حضور پاک ان میں آکر تبلیغ کریں۔

یثرب کا علاقہ اس دور میں بھی سرسبز اور شاداب تھا' یہاں پر کھجوروں کے باغات اور ہری بھری فصلات بھی پیدا ہوتی تھیں۔ یہاں کی آب و ہوا اور موسم بھی مکہ کے شدید اور تیز موسم کے مقابلے میں خوشگوار تھا۔ یثرب کے لوگ بھی طبعاً" اور مزاجاً" ؟ زیادہ ملنسار' حلیم اور دوست نواز تھے۔ وہاں کے لوگ ایک حد تک امن پسند بھی تھے۔ ہجرت نبویؐ سے پیشتر ہی

Marfat.com

مدینہ یعنی یثرب سے آئے ہوئے وفود نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس طرح بیعت عقبہ اولیٰ اور بیعت عقبہ ثانی ہوئی۔ بلکہ ایک تیسری بیعت بھی ہوئی۔ لہٰذا یثرب والوں کی اس لگن اور اسلام کو قبول کرلینے کے عمل اور سب سے بڑھ کر ان لوگوں کی ہمدردیوں اور جاں نثاریوں کو دیکھتے ہوئے پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم نے مکہ کے مسلمانوں کو یہ اجازت دے دی تھی کہ وہ مکہ سے یثرب کی طرف ہجرت کر جائیں۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ و سلم کی جانب سے اس اجازت اور اذن کے بعد مکہ سے مسلمانوں کے کئی قافلوں نے اپنے اس شہر کو خیرباد کہہ کر یثرب جانا شروع کر دیا تھا۔ لیکن سفر اور ہجرت بہر صورت مصائب اور مشکلات سے خالی نہیں ہوتی' اس لئے بعض مسلمانوں اور چھوٹے قافلوں کو کئی طرح کی مصیبتوں اور تکلیفوں نے گھیر لیا تھا۔ بہر صورت ایک مختصر عرصے ہی میں مکہ کے بیشتر مسلمان مدینہ کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے تھے۔ لیکن اس کے باوجود چند ممتاز اور صاحب حیثیت مسلمان اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ و سلم اور حضرت علیؓ ابھی مکہ ہی میں موجود رہے تھے۔ ان کے ساتھ کچھ بے سرو ساماں مسلمان' بوڑھے اور ناتواں مسلمان بھی مکہ ہی میں تھے کیونکہ وہ اس قدر استطاعت نہیں رکھتے تھے کہ اپنے شہر مکہ کو چھوڑ کر کسی اور شہر میں جا کر رہنے لگیں۔

اہل مکہ کی کارروائیاں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی اس ہجرت کی کارروائی اور مسلمانوں کے بڑی حد تک مکہ مکرمہ سے اخراج کے بعد دشمنان اسلام کو یہ خدشہ دکھائی دینے لگا تھا کہ اب مسلمان بہتر طور پر ترقی کر سکیں گے اور ان کی تبلیغی سرگرمیاں بھی زیادہ بارور اور موثر ثابت ہوں گی۔ لہٰذا اس صورت حال میں کفار مکہ نے یہ منصوبہ بنایا کہ یا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کو زنجیریں پہنا کر کسی مقام پر بند کر دیا جائے' یا انہیں اب یثرت جانے کے بجائے کہیں اور ہی جلا وطن کر دیا جائے اور یا پھر حضور صلی اللہ علیہ و سلم کو قتل کر دیا جائے۔ بہر صورت دشمنان اسلام اور مخالفین نبویؐ نے موخر الذکر تجویز یعنی قتل کر دینے کے منصوبے ہی پر اتفاق کیا تھا۔ لہٰذا دشمنوں نے قریش کے ممتاز قبائل میں سے اس مقصد کے لئے نوجوانوں کا انتخاب کیا۔ اور پھر بالآخر ایک رات ان بد ترین دشمنوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے مکان کو گھیرے میں لے لیا۔ محاصرین نے یہ منصوبہ بنایا تھا کہ صبح کے وقت جب آپؐ نماز پڑھنے کے لئے اپنے گھر سے نکلیں گے' اس وقت حملہ کر کے آپؐ کا کام تمام کر ڈالیں گے۔ ان محاصرین کی تعداد بارہ تھی اور ان میں ابو جہل کے علاوہ قریش کے ممتاز قبائل کے آزمودہ کار اور قوی جوان بھی شامل تھے۔

Marfat.com

دشمنان اسلام اور کفار کے تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کو ختم کر دینے کے ارادے تھے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے جس نظام کے تحت جو کچھ کر رہا تھا' اس سے تو یہ بدسگال لوگ بالکل بے خبر تھے۔ دشمنوں کے ارادوں اور تدبیروں کے حوالے سے قرآن مجید میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "اور اے رسول محبوب' تو اس وقت کو یاد کر کہ جب مکہ مکرمہ میں کافروں نے تیرے خلاف خفیہ تدابیر کرلی تھیں' تا کہ وہ تجھے گرفتار کر رکھیں' یا قتل کر ڈالیں یا جلا وطن کر دیں۔ وہ کافر تو بہر صورت اپنی بری تدبیروں میں لگے ہوئے تھے اور ان کے بر خلاف اللہ اپنی مخفی تدبیریں کر رہا تھا' اور بلا شبہ اللہ بہتر تدبیریں کرنے والا ہے"۔ (سورہ انفال: آیت ۳۰)

اس کے ساتھ رسول خدا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کو بھی حق تعالیٰ کی جانب سے اپنا آبائی شہر چھوڑ کر ہجرت کر جانے کا اشارہ ہو گیا تھا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ ایک بہتر مدبر کے طور پر اپنے نبیؐ کو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ پہنچانے کے انتظامات کی تکمیل کر چکا تھا۔ اس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم کے پاس علی مرتضیٰؓ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا اور کوئی نہ تھا۔

ان واقعات کے رونما ہونے سے پیشتر کہ جب اکثر مسلمان مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ جا چکے تھے' اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم سے بار بار ہجرت کی اجازت طلب کرتے رہے تھے لیکن حضور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم یہی فرمایا کرتے تھے کہ آپ جلدی اور عجلت سے کام نہ لیں' شاید اللہ تعالیٰ کسی کو آپ کا ساتھی اور رفیق بنا دے!----- اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کے ان کلمات کے بعد سے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کچھ امید ہونے لگی تھی کہ شاید اللہ کا حبیب ہی ان کا ساتھی اور رفیق بن جائے گا۔

پھر ہجرت کی رات سے ایک دن پہلے دوپہر کے وقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر غیر متوقع طور پر تشریف لے گئے اور پھر فرمایا کہ "اے ابوبکر صدیقؓ' میرے خدا نے مجھے یہاں سے ہجرت کر جانے کا حکم دے دیا ہے۔ اور اس ہجرت میں مجھے تمہاری رفاقت حاصل رہے گی"۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے لئے یہ ایک بہت بڑی نوید اور خوش خبری تھی کہ ان کے نصیب میں رفاقت نبویؐ ہو گی۔ اس نوید جان فزا کے سننے پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنسو نکل آئے۔ اس کیفیت کو دیکھتے ہوئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے دوبارہ فرمایا کہ "اے ابوبکرؓ تم حوض کوثر پر بھی میرے ساتھی ہو گے اور غار میں بھی رفیق ہو گے"۔

Marfat.com

غار ثور: (اس خوشخبری اور اذن کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جلد ہی تھوڑا سا ضروری سامان تیار کر لیا تھا اور ساتھ ہی دو اونٹنیاں بھی سفر کے لئے مہیا کر لی تھیں۔ خاص ہدایت کے تحت یہ اونٹنیاں غار ثور کے پاس پہنچانے کا انتظام بھی کر لیا گیا تھا۔

غار ثور مکہ مکرمہ کے جنوب کی جانب چھ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس غار تک پہنچنے کا راستہ دشوار گزار اور پتھریلا تھا۔ بہرصورت ہجرت نبویؐ میں غار ثور ہی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلے پڑاؤ کا مقام تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اشارہ نبویؐ پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے غار ثور میں چند روز کے قیام کی خاطر وہاں کھانا پہنچانے، دودھ پہنچانے اور دشمنوں کے تعاقب کی خبروں اور ان کے ارادوں کو جاننے کے بھی بخوبی انتظامات کر لئے تھے، اور ان امور کی بجا آوری کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیٹی حضرت اسماؓ، بیٹے عبداللہؓ اور اپنے ایک آزاد کردہ معتمد غلام عامر بن فہیرہؓ کو متعین کر رکھا تھا۔)

پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم اپنی ایمانداری، صدق و صفائی اور امانت داری کے اعتبار سے تمام اہل قریش میں مشہور تھے۔ وہ لوگ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے دشمن اور بدسگال ہونے کے باوجود بھی اپنی امانتیں حضور پاک صلی اللہ علیہ و سلم ہی کے پاس رکھواتے تھے۔ اللہ کا رسولؐ چونکہ صادق الوعد الامین بھی تھا۔ اس لئے آپؐ نے سفر ہجرت پر روانہ ہونے سے پیشتر لوگوں کی تمام امانتوں کے بارے حضرت علی کو سب کچھ سمجھا دیا تھا، اور یہ بھی فرمایا تھا کہ لوگوں کی یہ امانتیں لوگوں کو واپس کر کے وہ بھی یثرت آجائیں۔

جس رات حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم مکہ سے نکل کر غار ثور اور پھر یثرب کی جانب جانے لگے، اس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم اور تدبیر خیر کے تحت حضرت علیؓ کو اپنے گھر میں اپنے بستر پر سلا دیا تھا۔ اور آپؐ نے حضرت علیؓ سے یہ بھی فرمایا تھا کہ "آپ بے تکلف میرے بستر پر لیٹ جائیں۔ بفضل تعالیٰ آپ کو کسی طرح سے کوئی گزند نہیں پہنچا سکے گا"۔

راویوں اور مورخین کے بیانات اور تذکروں سے بخوبی مترشح ہوتا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے گھر کو جس وقت بارہ محاصرین نے گھیر رکھا تھا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم جب صبح کے وقت نماز فجر کے لئے گھر سے نکلیں گے تو اس وقت ان کا کام تمام کر دیا جائے گا --- لیکن منصوبہ ایزدی کے تحت حضور سرور کائنات تو اوائل شب کے دھندلکے ہی میں اپنے گھر سے محاصرین کے علم میں آئے بغیر، اور ان لوگوں کی توجہ سے ماورا ہی نکل گئے

Marfat.com

تھے۔ بہر صورت محاصرین حضور پاک کی اس روانگی سے بالکل بے خبر ہی رہے تھے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے اپنے گھر سے نکل کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے گھر سے ساتھ لیا اور پھر حسب پروگرام غار ثور کی جانب روانہ ہو گئے۔ مکہ مکرمہ سے غار ثور قریباً" چھ میل کے فاصلے پر ہے اور اس تک پہنچنے کا راستہ بھی دشوار گزار ہے' اس لئے بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چند ایک مقامات پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کو اپنے کندھوں پر بھی اٹھا کر سفر کیا تھا۔ یہی نہیں بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پوری طرح سے چوکس اور ایک محافظ کی طرح ارد گرد اور آگے پیچھے بھی پوری توجہ دیتے رہے تھے۔

جب ان دو افراد یعنی حضور پر نور صلی اللہ علیہ و سلم اور آپؐ کے ساتھی حضرت ابوبکرؓ کا یہ قافلہ غار ثور کے دہانے کے قریب پہنچا تو' اس وقت بھی اپنی وفاداری اور جاں نثاری کا ثبوت دیتے ہوئے' سب سے پہلے غار کے اندر داخل ہو کر غار کی زمین کو پتھروں اور کنکروں سے صاف کیا' چند ایک سوراخوں کو کپڑے پھاڑ پھاڑ کر بند کیا تو پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ و سلم غار کے اندر تشریف لے گئے۔ اس کے بعد غار کے اندر بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے رسول خدا کے لئے' اپنی جان پر سختیاں جھیل کر ہر طرح کی سہولت اور آسانی پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا عشق رسولؐ: رسول اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس غار ثور کے اندر تین دن اور تین راتیں گزاریں۔ نبی رحمتؐ اور یار غار اس غار کے اندر خاصے اضطراب میں رہے بلکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ تو زیادہ حزن و ملال کی کیفیت میں رہے لیکن در حقیقت اللہ تبارک تعالیٰ نے تو انہیں ہر طرح کے حزن و ملال سے محفوظ و مامون کر رکھا تھا' بلکہ دشمنان نبویؐ کے لئے کئی طرح کی پریشانیاں پیدا کر دی تھیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم تو تائید ایزدی کے ساتھ رات کے پہلے حصے ہی میں اپنے گھر سے ہجرت پر روانہ ہو گئے تھے' لیکن بد سگال کفار اور محاصرین صبح کے وقت یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے بستر پر تو حضرت علی سوئے ہوئے تھے اور حضرت پاک صلی اللہ علیہ و سلم تو وہاں سے بحفاظت کہیں جا چکے تھے۔ اس پریشانی میں دشمنان نبویؐ نے مکہ سے ہر طرف اپنے آدمی اور سوار بھجوا دیئے تاکہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و سلم کو پکڑ سکیں اور اپنے مذموم ارادے پورے کر سکیں۔ اس لئے اب ان لوگوں نے رسول خداؐ کا سر مبارک لانے والے کے لئے ایک سو اونٹ انعام مقرر کر دیا تھا۔ اس لالچ اور طمع کی

Marfat.com

خاطر تو بے شمار لوگ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ کر لانے کے لئے ہر طرف نکل کھڑے ہوئے تھے۔

لیکن رسول مقبولؐ کی حفاظت کرنے والا ان دشمنان دین کے درمیان میں بھی آپؐ کی حفاظت کر رہا تھا۔ ڈھونڈنے اور تعاقب کرنے والے بدسگال لوگ کئی بار نشانات ڈھونڈتے ڈھونڈتے غار ثور تک پہنچے لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم سے مکڑی نے تو غار کے دہانے پر جالا بن رکھا تھا' اس لئے دشمنوں کو یہ گمان بھی نہ گزرا کہ اللہ کا رسولؐ اور ان کا یار غارؓ اس غار کے اندر ہیں۔ اسی دوران میں ایک بار تو ایسا بھی موقع آیا کہ غار کے اندر دشمنوں کی صدائیں بھی کانوں میں آنے لگی تھیں۔ اس صورت حال میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے مضطرب ہوئے کیونکہ اگر کوئی بھی دشمن ذرا اونچا ہو کر غار کے اندر جھانکتا تو دونوں غار والے انہیں دکھائی دینے لگتے۔ اس بے چینی اور اضطراب کے لمحوں میں رسول اللہؐ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تسلی دی اور فرمایا "ابوبکرؓ! غمگین نہ ہوں۔ ہمارا خدا ہمارے ساتھ ہے"۔ بہر صورت اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے قلب پر بھی سکون و قرار اتار دیا تھا۔

اس حوالے سے حضرت ابوبکر صدیقؓ خود ہی فرمایا کرتے تھے کہ "شب غار کے بعد سے مجھ پر نہ کبھی دین کے معاملہ میں کچھ خوف ہوا اور نہ کبھی پریشانی ہوئی"۔

دشمنوں کا تعاقب: روایات سے ثابت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ تین رات اور تین دن اس غار ثور میں مقیم رہے۔ اس دوران میں ملائک کے لشکر غار کی حفاظت کرتے رہے۔ عبداللہ بن ابوبکرؓ ہر رات غار ثور میں کھانا لے کر آتے رہے۔ اسی طرح بکریوں کے دودھ کا بھی انتظام ہوتا رہا۔ پھر تیسری رات گزارنے کے بعد رسول خدا اور یار غار حضرت ابوبکر صدیقؓ دو اونٹنیوں پر سوار ہو کر غار ثور کو خیرباد کہہ کر یثرب کی طرف روانہ ہو گئے۔ لیکن دشمنان نبوی ابھی تک رسالت مابؐ کے تعاقب میں تھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ ساحل کے ساتھ ساتھ یثرب کا سفر شروع کیا تھا۔ اس لئے اس راستے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کئی تجارتی واقف کار بھی ملے۔ لیکن ان لوگوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو پہلے نہیں دیکھا تھا۔ اس لئے جب آپؐ کے بارے میں استفسار کیا جاتا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جواب دیتے کہ "یہ میرا رہنما ہے" ----- لہٰذا لوگ اس سے راہ بتانے والا مراد لیتے تھے اور ابوبکر کی مراد رہنمائے ہدایت دین ہوتی تھی۔

Marfat.com

کسی ایک شخص نے قوم مدلج کے سراقہ بن جعشم کو بتایا کہ اس نے ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ دو آدمیوں کو جاتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور وہ اصل لوگ ہیں جن کو گرفتار کرنے کے لئے بھاری انعام بھی مقرر کیا گیا ہے۔ سراقہ بن جعشم انعام و اکرام کی ہوس اور لالچ میں آکر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے قتل کرنے کے لئے گھوڑے پر سوار ہو کر نکل کھڑا ہوا۔ جلد ہی اس سراقہ نے حضور پاکؐ کا تعاقب کر کے پا لیا۔ قریب تھا کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم پر تیر سے حملہ کر کے نقصان پہنچاتا کہ عین اس وقت قدرت کے حکم سے سراقہ کا گھوڑا بدکا اور وہ زمین پر گر گیا۔ اس سارے واقعے کے متعلق سراقہ بن جعشم خود بتاتا ہے کہ "مجھے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ و سلم کے کچھ پڑھنے کی آواز سنائی دی' اور پھر فوراً میرا گھوڑا دوڑنے کی حالت میں زمین میں دھنس گیا اور ایسا غبار زمین سے نکلا کہ آسمان تک چڑھ گیا"۔

اس سارے واقعہ سے سراقہ بن جعشم کی ساری طاقت اور بہادری خاک میں مل گئی تھی۔ لہٰذا وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم سے معذرت اور معافی کا خواستگار ہوا اور پھر اپنی جان بخشی کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم سے ایک تحریری تحفظ نامہ بھی حاصل کر لیا۔ اس ایک ناخوشگوار واقعہ کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یثرب کی طرف پھر رواں دواں ہو گئے۔

اسی سفر ہجرت کے دوران میں ان دونوں غم گسار اور جاں نثار ساتھیوں نے بمقام قدید مختصر سا قیام کیا۔ وہاں پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے ایک بکری کے حوالے سے ایک معجزہ دکھایا۔ اسی سفر کے دوران میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے دو ایک واقف کار یعنی عروہ بن زبیرؓ اور بریدہ اسلمیؓ بھی ملے۔ بریدہ اسلمیؓ نے تو اپنے قبیلے کے ستر آدمیوں کے ساتھ دین اسلام کو بخوشی قبول کر لیا تھا۔

ایک جانب تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم اپنی منازل طے کرتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ یثرب کی طرف بڑھ رہے تھے' اس وقت تک ان دو آدمیوں کے قافلے میں بریدہ اسلمیؓ اور اس کے ستر آدمی مسلمان ہو کر ان بزرگوں کے ساتھ شامل ہو چکے تھے۔ بلکہ اب بڑے قافلے میں بریدہ اسلمیؓ سب سے آگے آگے پھریرا اٹھائے ہوئے تھا۔ لیکن دوسری جانب مکہ مکرمہ میں کفار نے اپنے عزائم کے فسخ ہونے کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے خاندان والوں اور دیگر اہل خانہ کو کئی طرح سے مشکلات میں مبتلا کرنا شروع کر دیا تھا۔

Marfat.com

اس طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ کے والد ابو قحافہ مکہ مکرمہ میں ایک طرح سے بے یارو مددگار ہو گئے تھے' اس کے علاوہ وہ مالی طور پر بھی تہی داماں ہوتے گئے تھے کیونکہ اس خاندان میں جو نقد رقم تھی وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی چہیتی بیٹی حضرت اسماء کو تو سفاک اور سنگدل عمرو بن ہشام المعروف ابوجہل نے بہت زدو کوب کیا اور ان کے منہ پر تھپڑا مارا جس سے کان کی بالی گر گئی۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ کے خاندان نے یہ مصیبتیں اور اذیتیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی محبت اور اسلام سے لگاؤ کے باعث بخوشی جھیل لی تھیں۔

قبا میں قیام: ادھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم ابوبکر صدیقؓ مکہ مکرمہ سے یثرب کی طرف قدرے کمتر مدت میں ختم ہونے والے ساحل کے قریب کے راستے پر چلتے ہوئے یثرب کے قرب و جوار میں پہنچ گئے۔ یثرب کی طرف حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی آمد کے لوگ پہلے ہی سے منتظر تھے' ان میں مہاجرین اور انصار دونوں شامل تھے۔ یثرب کے مسلمان ہر روز صبح کے وقت مقام حرہ تک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے استقبال اور پیشوائی کے لئے آتے۔ پھر ایک دن کسی یہودی نے یثرب کے مسلمانوں کو اطلاع دی کہ "اے مسلمانو! تمہارا مقصود دلی آ پہنچا' جس کے تم روز انتظار میں تھے"۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سفید لباس پہنے ہوئے تھے' یہ سفید لباس زبیر بن عوام نے سفر یثرب کے دوران میں حضور صلی اللہ علیہ و سلم کی نذر کیا تھا۔

یثرب کے مسلمانوں میں اس نوید پر ایک روحانی مسرت موجزن ہو گئی اور وہ سادہ ہتھیاروں سے مسلح ہو کر آپؐ کے استقبال کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ ادھر اسی اثناء میں حضور پاکؐ نے قباء کے مقام پر انصار کے ایک خاندان بنو عمران ابن عوف کو اپنی میزبانی کا شرف بخشا۔ یہاں پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے رہبرو رہنما رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے پہلو میں کھڑے تھے' اس لئے جابجا اپنی چادر سے حضور پر نور صلی اللہ علیہ و سلم پر سایہ بھی کرتے رہتے تھے۔ اسی مقام قبا پر کئی مہاجرین پہلے ہی آ کر آباد ہو چکے تھے۔ لہٰذا یہاں پر کئی لوگوں نے جوق در جوق زیارت نبویؐ کے لئے پہنچنا شروع کر دیا تھا۔ اس مقام پر مکہ مکرمہ سے پیدل سفر کر کے اور لوگوں کی امانتیں لوگوں کو ادا کر کے' حضرت علیؓ بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے پاس پہنچ گئے تھے۔

مورخین نے لکھا ہے کہ ۸ ربیع الاول یا ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم قبا میں داخل ہوئے تھے۔ گویا پیغمبر اسلام ۲۷ صفر بمطابق ۱۰ ستمبر ۶۲۲ء کو مکہ مکرمہ سے ہجرت کے

Marfat.com

لئے نکلے تھے۔ بہر صورت مسلمانوں نے اپنی تقویم میں سال ہجری کا آغاز انہی تاریخوں ہی سے کیا ہے' اور اسے حضرت عمر فاروق کے عہد میں مجلس شوریٰ کی مشاورت کے بعد نافذ کر دیا گیا تھا۔

ہجرت کے وقت مقام قبا پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے قیام کی مدت میں کچھ اختلاف بھی پایا جاتا ہے' لیکن رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم نے قبا میں چار' دس یا چودہ الغرض جتنے بھی دن گزارے' ان میں گرد و نواح سے مسلمان اور متعدد لوگ زیات نبویؐ کے لئے آتے رہے۔ اسی اثناء میں قبا میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے ایک مسجد کی بھی بنیاد رکھی' قبا میں اپنے قیام کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم یثرب کے مسلمانوں کے اصرار پر یثرب کی طرف روانہ ہو گئے۔

اسی اثناء میں بنی نجار کے قبیلہ کے لوگ بڑی تعداد میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے استقبال کے لیے آ گئے' ان میں سے کئی لوگ مسلح بھی تھے۔ اس لئے اب حضور پاکؐ سب سے آگے اپنی ناقہ پر سوار تھے۔ ان کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سواری تھی اور پھر پیچھے بنی نجار کے افراد تھے۔ کہا جاتا ہے کہ حضور پاکؐ کے ورود یثرب پر بنی نجار کے لوگوں نے سب سے زیادہ خوشی کا اظہار کیا تھا۔ اس مبارک موقعہ پر تو بنی نجار کی بچیاں روایتی دف بجا کر خوشی کے کئی طرح کے گیت بھی گا رہی تھیں۔ ان خوشیوں کے گیتوں میں مدح نبویؐ اور استقبالیہ اشعار بھی شامل تھے۔

ان خوشیوں اور شادمانی کے حسین لمحوں میں ہر شخص کی یہی دلی خواہش تھی کہ رسول اللہؐ اسی کے مہمان بنیں۔ لوگوں کے اشتیاق اور والہانہ محبت کو دیکھ کر حضور پاکؐ نے فرما دیا تھا کہ اللہ کے حکم سے میری ناقہ جس گھر میں خود بخود رک جائے گی' میں اسی گھر کا مہمان ہوں گا۔ بہر صورت حضور پاک صلی اللہ علیہ و سلم کی ناقہ نے سب سے پہلے تو یثرب کے قریباً" تمام گھروں میں جھانک جھانک کر رسول خدا کی سب لوگوں کو زیارت کرائی اور پھر وہ ناقہ ایک مفلوک الحال لیکن حب رسولؐ سے معمور نیک سیرت شخص ابو ایوب انصاریؓ کے گھر میں آ کر رک گئی۔ کہا جاتا ہے کہ اس وقت ابو ایوب انصاریؓ اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے اور مناجات پڑھ رہے تھے۔ بہر صورت اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے خود فرما دیا تھا کہ "اگر خدا نے چاہا تو یہی ہمارے رہنے کا مقام ہو گا"۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں پر بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے مسجد بنوائی تھی۔

گویا اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے ابو ایوب انصاریؓ

Marfat.com

کو اپنی مہمان نوازی کا شرف بخشا۔ ابو ایوب انصاری کے لئے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مہمانی ایک بہت بڑا اعزاز تھا۔ لہٰذا انہوں نے حضور پاکؐ کی قدم بوسی کے بعد دست بستہ اپنے مکان میں ایک بالائی کمرے کو آپؐ کے لئے مخصوص کر دیا تھا۔ اس کمرے میں رسول خدا قریباً" سات مہینوں تک مقیم رہے۔

اللہ کے رسول نے جس روز یثرب میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی معیت میں قدم مبارک رکھا، اس دن دو شنبہ کا روز اور ربیع الاول کی بارہ تاریخ تھی۔ اسی سال سے سن ہجری کا آغاز ہوتا ہے۔

یثرب میں جب اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے جاں نثار رفقا کے درمیان امن و سکون سے رہنے لگے تو حضرت ابوبکر صدیق نے اپنے بیٹے عبداللہ کو مکہ مکرمہ واپس بھجوا دیا تھا تاکہ وہ حالات کا صحیح طور پر جائزہ لے سکیں۔ اور مکہ کے مسلمانوں کو یہ خبر دے سکیں کہ رسول خدا بخیر و عافیت یثرب میں پہنچ چکے ہیں۔

مدینتہ النبی: مسلمانوں کو یثرب میں لوگوں نے نہایت ہمدردی اور گرم جوشی کے ساتھ قبول کیا تھا۔ ان لوگوں نے چند ہی دنوں میں جوق در جوق آکر اسلام قبول کر لیا تھا اور مہاجرین کی مدد کرنا اپنا فریضہ اولین سمجھ لیا تھا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یثرب کے ان مسلمانوں کو انصار کا نام دیا تھا۔ اس طرح انصار نے مہاجرین کی ہر طرح کی مدد کر کے یہ ثابت کر دکھایا تھا کہ مسلمان در حقیقت آپس میں سگے بھائیوں کی طرح ہیں۔ مہاجرین کی قربانیوں اور ایثار کی ایسی ایسی مثالیں قائم ہوئیں کہ ان کی کسی اور معاشرے میں نظیر ملنا مشکل ہے۔ اسلام نے یثرب کے مسلمانوں کو بھائی بھائی بنا دیا تھا۔ سب ایک دوسرے کے ہمدرد اور مونس بن کر رہنے لگے تھے۔

یثرب کے انصار نے تمام مہاجرین کو کھلے دل کے ساتھ اپنے ہاں نہ صرف پناہ دی بلکہ ان لوگوں کو مختلف کاروبار کرنے میں بھی بھرپور مدد کی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یثرب کے محلہ سخ میں حبیب بن یساف خارجہ بن زیدؓ کے ہاں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اور وہی یار غار کے مہمان دار بنے تھے۔

ورود یثرب کے بعد اللہ کے نبی نے یثرب کو مدینہ منورہ کا نام بخشا تھا۔ اور اس کے ساتھ چند ہی دنوں میں مسجد نبویؐ بھی تعمیر کر لی تھی۔ آغاز میں یہ مسجد کچی اور سادہ سی تھی لیکن بعد کے برسوں میں اسے مزید بہتر بنایا جاتا رہا تھا۔

اصحاب صفہ: اس ابتدائی مسجد نبویؐ کے پہلو میں ایک بڑا سا دالان یا چھت دار ایک

Marfat.com

چبوترہ بھی تعمیر کیا گیا تھا۔ یہ چبوترہ مختلف مسلمانوں کے بیٹھنے اور مجلس کے کام آتا تھا۔ اس دالان کو صفہ کا نام دیا گیا تھا۔ یہاں پر جو مسلمان براجمان ہوتے انہیں اصحاب صفہ کا نام بھی دیا جاتا تھا۔ اصحاب صفہ کی تعداد چار سو افراد سے بھی زیادہ تھی۔ ان لوگوں کو ہمہ وقت ارشادات نبویؐ سننے کا موقع ملتا رہتا تھا۔ ان اصحاب صفہ کو حضور پاک صلی اللہ علیہ و سلم کی ہمہ وقت حضوری' قربت اور نزدیکی کا شرف بھی حاصل رہتا تھا۔ اس طرح یہ اصحاب مزاج شناس رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم بھی بن چکے تھے۔ یہ لوگ جو اصحاب صفہ کے طور پر شمار ہوتے تھے بنیادی طور پر وہ حصول علم اور اکتساب التعلم کے لئے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی خدمت میں ہمہ وقت حاضر رہتے تھے۔ اس لئے ان لوگوں میں خوئے فقر اور صوفیانہ قناعت اور بصیرت روحانی بھی پیدا ہو چکی تھی۔ بنیادی طور پر اصحاب صفہ میں شامل تمام لوگ کسی نہ کسی طرح کا کام ضرور کرتے تھے' محنت کرنا ان لوگوں کا دستور حیات تھا۔ صبر و قناعت اور توکل نے ان لوگوں کی اس طرح سے تربیت کر دی تھی کہ وہ ایک طرح سے راضی برضائے خالق رہنے لگے تھے۔ وہ لوگ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے تھے۔ تنگی اور ترشی کے باوجود بھی استغنا کی دولت ان کے دلوں میں بھری ہوئی تھی۔

بتایا جاتا ہے کہ عشق رسول صلی اللہ علیہ و سلم اور خدمت اسلام کے جذبہ کے باعث ان لوگوں نے اپنی زندگیوں کو کلی طور پر دین ہی کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ ان لوگوں میں حصول علم کی سچی لگن تھی اور ہمہ وقت مدینہ العلم یعنی (شہر علم) حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم کی رفاقت میں رہتے تھے۔ اس رفاقت نے ان اصحاب صفہ کو علوم' اسرار و رموز ارشادات نبویؐ کے باعث چلتی پھرتی درس گاہوں اور علمی خزانوں کا درجہ بخش رکھا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اکثر ان اصحاب صفہ کی صحبت میں روحانی تسکین اور سکون قلب حاصل کیا کرتے تھے۔

مکہ مکرمہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کپڑے کا کاروبار کرتے تھے' لٰہذا انہوں نے مدینہ منورہ میں حضرت خارجہ بن زیدؓ کے یہاں رہتے ہوئے ایک بار پھر کپڑے ہی کی تجارت شروع کر دی تھی۔ ویسے بھی مدینہ منورہ میں آنے کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم نے جس نئی اسلامی برادری کو قائم کیا تھا۔ اس میں متعدد مہاجرین کو مدینہ کے انصار نے اپنے اپنے کاروبار میں بھی شامل کر لیا تھا۔ مدینہ منورہ میں جس بھائی چارے اور اخوت کی بنیاد آغاز میں رکھی گئی تھی' اس کے تحت رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم نے خود ایک ایک مہاجر کو مدینہ کے ایک ایک انصار کا بھائی بھائی بنا دیا تھا۔ لٰہذا شروع میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت خارجہ بن

Marfat.com

زیدؓ کی مواخات یعنی بھائی بندی میں شامل ہوئے لیکن بعد میں جو دوسری مواخات قائم ہوئی اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عمر فاروقؓ کا بھائی اور ساتھی بنا دیا تھا۔ اس نئی مواخات اور بھائی چارے پر کسی انصاری کو بھی کسی طرح کا اعتراض نہیں تھا۔

یہ تعلیمات اسلامی کا اعجاز اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے مدینہ النبی میں قائم کردہ نظام مواخات کے باعث مدینہ میں مسلمانوں کی ایک بہت بڑی برادری ایثار اور قربانی کے جذبے پر استوار ہو گئی تھی۔ پوری اسلامی برادری ایک جسد واحد کی مثال پیش کرتی تھی اور ان لوگوں میں اسلام اپنی حقانیت کے باعث پھیل رہا تھا۔

مدینہ منورہ میں ابتدائی تبلیغ و تدریس کے بعد رسول خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم نے ایک جنتی اور ایک دوسرے کا ہمدرد اور باعث امن و سکون معاشرہ قائم کر دیا تھا۔ اس لئے یہاں پر ہمہ وقت مختلف قبائل دعوت اسلام کو قبول کرتے رہتے تھے۔ اس حوالے سے اب رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم کے شہر مکہ مکرمہ کے بجائے فروغ اسلام اور ترویج دین کا سب سے بڑا مرکز مدینتہ النبی ہی بن چکا تھا۔ یہاں پر مسلمان امن و سکون میں ہر طرح کی ترقی کرنے لگے تھے۔ اسی حوالے سے ایک بار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا تھا کہ مدینہ کی گلیوں کی فرشتے حفاظت کرتے ہیں۔ اسی طرح مزید ارشاد ہوا تھا کہ "مدینہ اس کے باشندوں کے لئے دنیا و آخرت میں ہر طرح سے مامون اور بہتر ہے"۔

اس طرح ہجرت نبوی کے بعد اسلام اپنی تابناکیوں اور توانائیوں کے ساتھ مدینہ منورہ سے اپنے ضوباریوں سے بیرونی دنیا کو منور کرنے لگا تھا' اور یہاں ہی سے پوری انسانیت کے لئے علوم و فنون کے ابواب وا ہونے لگے تھے اور رسول خدا بھی یہاں پر سکون اور اطمینان کے ساتھ قدرے خوشحالی کے ماحول میں تبلیغ و ترویج اسلام کے لئے بہتر طور پر سرگرم عمل ہو گئے تھے۔

Marfat.com

باب-۴

یارِ غار مدینتہ النبی میں

یثرب یعنی مدینتہ النبی میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی آمد کے بعد مسلمانوں نے اب یہاں پر امن اور سکون بلکہ ایک حد تک خوشحالی کی زندگی بسر کرنا شروع کر دی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ اب تو اسلام اپنی حقانی سچائیوں اور لوگوں کو فلاح دینے والے امور کے باعث قرب و نزدیک کے قبائل میں بھی مقبول ہونے لگا تھا۔ اس طرح اب مسلمانوں کی تعداد سینکڑوں کے بجائے ہزاروں ہو چکی تھی۔ پھر اس تعداد سے بڑھ کر بھی مسلمانوں کے باہمی اتحاد اور یگانگت نے تو اس عہد کی تمام دیگر اقوام و ملل کو حیران اور ششدر کر دیا کہ ان مسلمانوں نے باہمی اخوت' ایثار و قربانی میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی آرزو اور ان لوگوں کی موانست' خلوص اور محبت کے باوصف مدینہ منورہ میں جو عظیم اسلامی معاشرہ قائم ہوا تھا' اس کا وجود ہی دنیا کے فرسودہ نظاموں اور زندگی کے کہنہ دستوروں میں سب سے زیادہ موثر' حیات افروز اور انسانیت نواز تھا۔ اور پھر یہ بھی کہ اس پورے معاشرے اور روح افزا نظام کے بانی' مرکز و محور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و سلم بھی ان لوگوں کی دائمی رہنمائی اور ہدایت کے لئے موجود تھے۔

کفار مکہ کا جذبہ انتقام: لیکن برعکس اس صورت حال کے کفار مکہ کے لئے یہ امر سوہان روح بنا ہوا تھا ---- کیونکہ سب سے پہلے تو مکہ کے کئی متمول افراد اور رئیس اور پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے مالدار تاجر نے تو اپنی ساری دولت اسلام کی خاطر وقف کر دی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی دولت اور کمائی سے کئی نو مسلم غلاموں کو ان کے آقاؤں سے خرید کر راہ خدا اور فروغ دین کی خاطر آزاد کر دیا تھا۔ مسلمان جب ذرا قوت پکڑتے گئے تو کفار اور اہل قریش نے ان پر دائرہ حیات کو تنگ تر کرنا شروع کر دیا تھا۔

گویا پھر جب مکہ مکرمہ کے مسلمان پہلی بار ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے اور وہاں پر نجاشی اصحمہ کی چند ایک مراعات کی بدولت اچھا وقت گزارنے لگے تو کفار مکہ نے مسلمانوں کا حبشہ

Marfat.com

تک تعاقب کیا۔ لیکن نجاشی حاکم حبشہ نے جب کفار مکہ کو مایوس کیا تو بھی ان لوگوں کے حوصلے پست ہو گئے تھے' اور ان کے دلوں میں مسلمانوں کے لئے آتش انتقام بھڑکنے لگی تھی۔

اسی طرح جب تائید ایزدی سے اس عالم ادبار کے باوجود بھی اسلام پھیلتا رہا تو کفار مکہ نے شمع رسالت' کو ہی بجھا دینے کے ناپاک عزائم اپنا لیے تھے ----- لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے رسول کو ہجرت مدینہ منورہ کے ذریعے سے مامون و محفوظ کر دیا تھا۔ لیکن کفار اور دشمنوں کے سارے مذموم منصوبے دھرے رہ گئے تھے' اس ناکامی پر اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے صحیح و سلامت یثرب پہنچ جانے سے کفار مکہ کے سر پر ڈھیروں پانی پڑ گیا تھا۔

پہلا اسلامی معاشرہ: یہی نہیں بلکہ کفار مکہ کی یہ بھی ایک بہت بڑی ناکامی اور شکست تھی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم اور دیگر ہزاروں مسلمان جو اب مدینہ منورہ میں آباد ہو گئے تھے' انہوں نے بڑی بدحالی میں ہجرت کی تھی' ان کے کاروبار اور ذرائع روزگار تباہ ہو چکے تھے' لیکن یثرب کے انصار نے اپنے ان مہاجرین بھائیوں کو تو اپنی ہر طرح کی جائیداد' املاک اور روزگار میں بھی اپنا ساتھی اور حصے دار بنا لیا تھا ---- یہ تمام واقعات کفار مکہ' دشمنان اسلام اور مکہ کے قبائلی سرداروں اور رئیسوں کے اندازوں اور قیاسات کے سراسر برعکس اور ان بدسگال لوگوں کی خواہشات کے خلاف ہوئے تھے۔ اسی لئے اب جب کہ مسلمانوں کی اکثریت مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ جا چکی تھی' کفار مکہ پھر بھی حسد' عداوت اور کینہ کے باعث ایک طرح کی روحانی آگ میں جل رہے تھے۔

لیکن ادھر مدینتہ النبی میں تو رسول رحمت حضور پر نور ذی وقار پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم نے فروغ اسلام کے لئے ایک اہم اسلامی حکومت قائم کر دی تھی۔ مساجد اور حجروں کی تعمیر کرا دی تھی۔ درس و تدریس اور وعظ و تبلیغ کے روحانی سلسلوں کا آغاز کر دیا تھا۔ مسلمانوں کو مخاطب کرنے کی خاطر نماز کی ادائیگی کے لئے اذان دینے کا روح پرور اور بجانب فلاح و نجات بلانے کا بھی آغاز کر دیا تھا۔ اس طرح گویا اب کلمہ توحید مکہ مکرمہ کے ریگستانوں اور نخلستانی وادیوں کے ساتھ ساتھ مدینہ منورہ کی شاداب فضاؤں میں بھی گونجنے لگا تھا۔

اسی اثناء میں ۲ ھ میں رسول خدا نے حکم ربانی کے تحت خانہ خدا یعنی بیت الحرام "کعبہ مکرمہ" کو مسلمانوں کا قبلہ قرار دے دیا تھا۔ اور یہ خانہ کعبہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم آبائی شہر مکہ مکرمہ ہی میں تھا' اسی لئے مسلمانوں کو ایک جانب تو ایک روحانی اور رحمانی رہنمائی کے لئے نصب العین میسر آگیا تھا اور اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کی بالخصوص مہاجرین کی محبتیں اور یادیں مکہ مکرمہ کے لئے زندہ و تابندہ ہو گئی تھیں۔ یہی وہ دور اور تاریخ نبوت کا عہد

Marfat.com

زریں تھا کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر رمضان المبارک ۲ ہجری سے نزول قرآن کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہو گیا۔ بلکہ اسی دور عظیم میں مسلمانوں نے پیغام اسلام اور دعوت دین لے کر شام، موصل، نصیبین اور عراق کے شہر عموریہ تک بھی پہنچنا شروع کر دیا تھا۔

پہلا دستور العمل: مدینہ منورہ میں جب مسلمانوں کو یک گونہ امن و سکون میسر آیا تو انہوں نے جلد ہی مدینتہ النبی کو عالم موجود میں ایک مثالی مرکز بنانا شروع کر دیا تھا۔ اسلام کی دائمی رواداریوں، رحمتوں، برکتوں، انسانوں کے بنیادی حقوق کے تحفظات کی ضمانتوں اور غیر مسلموں کے ساتھ بھی احسن سلوک اور حسن اخلاق کی فراوانیوں نے اس شہر کو ایک چکا چوند اسلامی مرکز بنا دیا تھا۔ اسی اثناء میں رسول خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پہلی سلطنت اسلامی مدینہ منورہ کے لئے ایک مفید ترین، مثالی اور بے نظیر دستور العمل بنا لیا تھا۔ اس دستور العمل کی بنیادی ضرورت مشترکہ نظام کار تھا۔ اس دستور العمل میں انسانی عظمتوں، احتیاجات کے حوالے سے غیر مسلموں اور دیگر اقوام کے لئے پیغمبر اسلامؐ کی جانب سے ایک معاہدہ یا اقرار نامہ تھا۔

اس دستور العمل میں انسانوں کے بنیادی حقوق، انسانی آزادیوں، مشترکہ نظام کار، شعار و شان اہل ایمان، اقلیتوں یعنی یہودیوں، عیسائیوں اور دیگر اقوام کے حقوق اور ان حقوق کی پاسداری، مشترکہ دفاع اور انسداد ظلم و جبر، حرمت مدینہ منورہ اور مذہبی جنگ کی صورت میں تعاون وغیرہ جیسے اہم امور شامل تھے ---- یہی وہ عظیم دستور العمل ہے جسے ماہرین سماجیات دنیا کا سب سے پہلا تحریری آئین یا دستور قرار دیتے ہیں۔ خلاصتہ" اس دستور العمل میں انسانی حقوق، ہر گروہ کے جائز حقوق کی حفاظت و نگہداشت اور سب سے بڑھ کر سیاسی تنظیم، فوجی مدافعت اور پھر رفتہ رفتہ بلا جبر و اکراہ خدا کی جانب سے اس کے رسول کی نسبت بھیجے گئے دین اسلام کی ترویج اور فروغ کو بالصراحت بیان کر کے تنفیذی انداز کے بجائے تجویزی انداز میں پیش کیا گیا تھا۔ اور اس کے تنفیذی پہلوؤں میں سراسر بھلائی اور بہتری ہی مضمر تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس دستور العمل کو تمام متعلقین نے بخوشی تسلیم کر لیا تھا۔

قیام مدینہ منورہ کے دوران میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پہلی سلطنت اسلامی کو ہر طرح کے تحفظات فراہم کرنے کے انتظامات بھی کر رکھے تھے۔ مثلاً اس پہلے دستور العمل میں اس امر کا فیصلہ واضح طور پر کر لیا گیا تھا مدینہ منورہ کے مسلمان، دیگر اہل یثرب اور ان کے توابع آنے والے قبائل اور علاقوں کے لوگ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر کسی کے ساتھ جنگ نہیں کریں گے۔ اس کے علاوہ اس دارالامن پر اگر کوئی

Marfat.com

بیرونی قوم، قبیلہ یا گروہ حملہ آور ہو گا تو یہودی اور مسلمان دونوں باہم مل کر اس حملہ آور کا مقابلہ کریں گے۔ اس حوالے سے مدینہ منورہ ایک منظم شہری ریاست کا درجہ اختیار کر گیا تھا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے مدینہ منورہ کی اس شہری ریاست کو ہر طرح کے تحفظات فراہم کرنے کی خاطر باقاعدہ ایک شعبہ دفاع بھی قائم کر رکھا تھا۔ اس شعبہ دفاع میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہم کردار ادا کرتے رہتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہادری، بے باکی، دلیری اور عزم و ہمت مثالی تھی۔ لہٰذا مدینہ منورہ میں فن حرب اور دفاع کے امور میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تعلیم و تربیت عسکری اور فن حرب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ برابر شریک تھے۔ اس حوالے سے دوسرے لفظوں میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی بصیرت اور حکمت عملی کے باعث حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے دفاعی مشیر کا درجہ حاصل کر رکھا تھا۔ لہٰذا مدینہ منورہ سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے حضرت ابوبکر صدیق کے مشورے کے ساتھ متعدد قریبی علاقوں میں مہمات روانہ کیں۔

جنگ بدر میں کردار: سن ۲ ہجری میں کفار مکہ کی دشمنیوں اور عداوتوں کا ایک بار پھر عملی دور شروع ہو گیا تھا۔ لہٰذا ان لوگوں نے مدینہ منورہ کے یہودیوں کے ساتھ ساز باز کے کئی مذموم منصوبے بنا لئے تھے۔ اس کے علاوہ مدینہ کے چند منافق سردار بھی کفار مکہ کی ساز باز کا شکار ہونے لگے تھے۔ لہٰذا اب تو قریش مکہ اور دشمنان نبوی کو یہ پیغام بھی بھجوا دیا تھا کہ وہ مسلمانوں کو یثرب میں بھی چین سے نہیں رہنے دیں گے۔ اس طرح اب نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے مدینہ کو کسی متوقع حملے سے محفوظ رکھنے کے لئے ایک باضابطہ پہرے داری کو رواج دے دیا تھا۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے قریش کی شامی تجارت کے راستے کی ناکہ بندی کر کے مدینہ کے گرد و نواح کے قبائل کے ساتھ امن و امان اور دفاع کے معاہدے بھی کر لئے تھے۔ بہر صورت ان حفاظتی انتظامات کے باوجود ابو جہل اور ابو سفیان کفار مکہ کی پشت پناہی کر رہے تھے۔ اس طرح دشمنان اسلام کا ایک بڑا اور مسلح لشکر مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف چل نکلا تھا۔ کفار کا یہ قافلہ آٹھ دن کے بعد مقام بدر پر پہنچ گیا تھا۔

کفار مکہ کے اس قافلے کی آمد سے مدینہ منورہ کے مسلمان بھی بے خبر نہیں تھے۔ لہٰذا کفار کا مقابلہ کرنے کے لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جمع کیا اور ان کی رائے معلوم کی۔ اس موقع پر سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بڑی

Marfat.com

جرأت مندی کے ساتھ تقریر کی اور کفار کا جنگ بہادری کے ساتھ مقابلہ کرنے کا مشورہ دیا۔ اس موقع پر حضرت عمرؓ اور مقداد بن عمروؓ نے بھی بڑے ہی جذبات آمیز خیالات کا اظہار کیا تھا۔ اسی طرح اس کے بعد انصار کے نمائندوں نے بھی ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا تھا۔ یوں پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے کفار کے ساتھ مقابلے کی کچھ تفصیلات طے کیں اور ایک پرجوش عسکری قافلہ لے کر مقام بدر کے پاس ایک چشمے کے قریب پہنچ گئے۔

جنگی معرکہ آرائیاں: مسلمانوں کے اس قافلے میں تین سو تین سو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل تھے اور کفار مکہ اور قریش کی تعداد ساڑھے نو سو کے قریب تھی۔ بہر صورت لشکروں کے آمنے سامنے آنے کے بعد دستور کے مطابق پہلے ایک کے مقابلے میں ایک کا مقابلہ ہوا۔ اس جنگ سے پہلے حضرت سعد بن معاذؓ نے ایک ٹیلے پر ایک سائبان سا بنا دیا تھا۔ لہٰذا اس مقام پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے ہمراہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو متعین کیا گیا تھا۔ فردا" فردا" مقابلے میں مسلمان مجاہدین کا پلا بھاری رہا۔ اس کے بعد عام لڑائی ہوئی۔ اس جنگ میں جلد ہی مسلمان مجاہدین نے کفار قریش کے کم و بیش ستر اکابرین کو جہنم واصل کر دیا تھا' ان مرنے والوں میں قریش کے کئی سردار بھی شامل' ابوجہل بھی جنگ بدر میں معاذؓ اور معوذؓ نوجوانوں کے ہاتھوں سے مارا گیا تھا۔ صحابہ کرام میں کل چودہ شہید ہوئے ان میں چھ مہاجرین اور آٹھ انصار تھے۔ اس طرح مسلمانوں کی کفار مکہ کے ساتھ یہ پہلی جنگ تھی اور اس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم اور آپؐ کے ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ نے فتح بخشی تھی۔ مسلمانوں نے قریبا" ستر کفار کو اسیر بھی بنا لیا گیا تھا۔ بعد میں ان اسیران جنگ کو مختلف اصحاب کی تحویل میں دے دیا گیا تھا۔ پھر ان میں سے کئی جنگی قیدیوں کو فدیہ لے کر رہا کر دیا گیا تھا۔ کئی اسیران جنگ کے علوم و فنون اور ان کی مہارتوں سے استفادہ کرنا شروع کر دیا گیا تھا۔

تاریخی اعتبار سے جنگ بدر معمولی اختلاف کے ساتھ ۱۷ رمضان المبارک ۲ ہجری یعنی ۶۲۲ عیسوی کو ہوئی تھی۔

حق و باطل کی اس پہلی باضابطہ جنگ بدر میں دیگر صحابہ کرام کے ساتھ ساتھ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا کردار اور حصہ خاصا اہم تھا۔ سب سے پہلے تو یہ کہ اس جنگ بدر میں مسلمانوں کے تمام دفاعی اور جنگی منصوبوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بہترین تجاویز اور جنگی بصیرت سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی بھرپور معاونت کی۔ پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے لئے جو خصوصی نشست گاہ یا سائبان بنایا گیا' اس میں حضرت ابوبکر

Marfat.com

صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہمہ وقت مشورہ اور مدد حاصل رہی۔ یہ سائبان قدرے بلندی پر اس نقطہ نظر سے بنایا گیا تھا کہ اس مقام پر سے پورا میدان بدر سامنے رہتا تھا اور یہ مقام ایک طرح سے مسلمانوں کے لئے عہد جدید کے فوجی ہیڈ کوارٹر کا درجہ رکھتا تھا۔ اور پھر اس ہیڈ کوارٹر کے تحفظ اور بہترین مشاورت کے لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی نے اہم کردار ادا کیا تھا۔ گویا اس جنگ بدر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام سب سے بڑے مشیر خاص کا رہا تھا۔

تائید ایزدی: جنگ بدر کی فرداً فرداً محاربت اور مسلمانوں کے کارناموں کو اپنے سائبان میں کھڑے ہو کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بڑی توجہ اور محویت سے ملاحظہ فرما رہے تھے اور خدا کے حضور مسلمانوں کی کامیابی اور کامرانی کی دعائیں بھی مانگ رہے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی رسول خدا کے شانہ بشانہ موجود تھے۔ ایک موقع پر جب مسلمان مجاہدین نے کفار مکہ کو سرعت کے ساتھ پیوند خاک کرنا شروع کیا تو اس وقت حضرت ابوبکر صدیق نے بے ساختہ جذبے سے کہا تھا کہ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم۔ اللہ کی تائید اور مدد مسلمانوں کے ساتھ پہنچ چکی ہے"۔

اس جنگ بدر میں چونکہ مسلمان مجاہدین اور صحابہ کرام نے قریباً ستر کفار قریش کو اسیر بھی بنا لیا تھا۔ اس لئے جنگ کے بعد جب اسیران جنگ کے حوالے سے مشورہ طلب کیا تو' اس ضمن میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک صائب مشورہ یہ دیا کہ "قریش مکہ میں سے جو جنگی قیدی ہیں' ان میں سے اکثریت آپ کے جدی اور خاندان کے افراد کی ہے"۔ اس پس منظر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رائے دی کہ "ان قیدیوں کو مناسب فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے"۔ اس فدیہ کی رقم کے بارے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہ خیال تھا کہ اس رقم سے مسلمانوں کی مالی حالت سدھر جائے گی اور فوجی مصارف بھی بخوبی پورے ہو سکیں گے۔ اور اسی طرح جنگی قیدیوں کے ساتھ یہ حسن سلوک مستقبل میں انہیں قبول اسلام کی جانب بھی مائل کر سکے گا۔ اور لا محالہ اس طرح مسلمان مجاہدین اور فوجیوں کی نفری بھی بڑھ سکے گی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جنگ بدر کے قیدیوں کا فدیہ زیادہ سے زیادہ چار ہزار درہم فی قیدی مقرر کیا گیا تھا۔ پھر بعض صورتوں میں عملی طور پر اس رقم میں کمی بھی کر دی گئی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ چند ایک ایسے اسیران جنگ بدر جو دین کے سب سے بڑے دشمن اور ناقابل اصلاح تھے انہیں قتل کرا دیا گیا تھا۔ اس سلسلے میں شاید حضرت عمرؓ کی رائے پر عمل کیا گیا تھا۔ بہر صورت

Marfat.com

جنگی قیدیوں کے ساتھ سلوک کرنے کے لئے رسول خدا نے بیشتر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے مشورے پر زیادہ توجہ دی تھی۔

جنگ احد: جنگ بدر میں اٹھائی ہوئی ہزیمت کا بدلہ لینے کے لئے اب ابوسفیان کا خاندان سب سے پیش پیش تھا۔ اس لئے اب کفار مکہ نے ایک بڑی فوج کئی قبیلوں اور رئیسوں کو ساتھ ملا کر تیار کی۔ اس طرح اب دشمن کے بہادروں کی تعداد تین ہزار افراد سے زیادہ تھی۔ جنگی ساز و سامان' گھوڑے اونٹ اور زرہ پوش سپاہیوں کی بھی بڑی تعداد ان میں شامل تھی۔ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی سرکردگی میں جو مسلمان صحابہؓ کی جمعیت تیار ہوئی وہ قریباً" ایک ہزار تک تھی۔ ساز و سامان معمولی تھا لیکن جذبہ جہاد فراواں ضرور تھا۔ اس اسلامی لشکر میں تین سو افراد عبداللہ بن ابی منافق کے بھی شامل تھے۔

اس بار میدان جنگ مدینہ منورہ سے قریباً" تین میل دور وادی احد بنی تھی۔ یہاں پر پہاڑ اور ٹیلے بھی تھے۔ اسی مقام جنگ کے پیش نظر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے اپنی ایک خاص اور نہایت موثر حکمت عملی بنائی تھی۔ لیکن جب جنگ کا میدان گرم ہوا تو آغاز میں مسلمان مجاہدین کو خاصی کامیابی نصیب ہوئی۔ پھر منافقین کی آویزشوں اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی جنگی منصوبہ بندی پر مکمل طور پر کاربند نہ ہونے کے باعث مسلمانوں کو آخر الأخر شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

شہدائے احد: اس جنگ احد میں کئی مسلمان اکابر صحابہؓ جام شہادت نوش فرما گئے تھے۔ ان میں حضرت حمزہؓ' حضرت عبداللہ بن جحشؓ اور مصعب بن عمیرؓ بھی شامل تھے۔ کفار مکہ نے ان شہدا کی تو نعشوں کو بھی مسخ کر دیا تھا۔ اس میدان احد میں رسول خدا خود بھی شدید زخمی ہو گئے تھے۔ بلکہ کفار نے تو یہاں تک افواہ پھیلا دی تھی کہ نعوذ باللہ آپؐ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ لیکن حضور پاک صلی اللہ علیہ و سلم جب زخمی تھے اور آپؐ کے بارے میں افواہیں پھیل رہی تھیں' اس وقت بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ' حضرت عمرؓ' حضرت علیؓ اور طلحہؓ' زبیر بن عوامؓ اور حضرت حارث بن صمہؓ بھی آپؐ کے قرب و جوار میں تھے۔

یہ وہ اصحاب تھے کہ جنہوں نے ایک بار پھر مسلمان مجاہدین کو جنگ کی طرف متوجہ کرایا اور لوگوں کو یہ نوید بھی سنائی کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم زندہ ہیں۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی کوششوں سے مسلمان مجاہدین کی منتشر ہوتی ہوئی جمعیت ایک بار پھر دشمن کے مقابلے میں سینہ سپر ہو گئی تھی۔ اس جنگ بدر میں مسلمان شہدا کی تعداد ستر بتائی جاتی

Marfat.com

ہے۔ بعض حوالوں میں یہ تعداد ایک سو آٹھ تک بتائی گئی ہے۔ ان شہدا میں اکثریت انصار ہی کی تھی۔ جنگ احد شوال کے مہینے میں ۳ ہجری بمطابق مارچ ۶۲۵ء میں ہوئی تھی۔ بعض مورخین نے جنگ احد کو مسلمانوں کی شکست اور اہل مکہ کی فتح بھی شمار کیا ہے حالانکہ متعدد مورخین بتاتے ہیں کہ جنگ احد میں ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا کہ جس سے ثابت ہو کہ مسلمانوں نے اپنے بھاری نقصان کے باوجود میدان جنگ چھوڑ دیا ہو۔ بلکہ مسلمان مجاہدین نے کفار مکہ کا خاصا تعاقب کیا اور ایک مقام پر تین روز تک ان کی مراجعت کا انتظار بھی کرتے رہے۔

اسی طرح غزوہ خندق سے پیشتر جب مدینہ کے گرد دشمن سے محفوظ رہنے کے لئے ایک خاص جنگی نقطہ نظر سے خندق کھودی جا رہی تھی تو اس وقت بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے بھی اس کے لئے اپنے حصے کا کام کیا اور ان کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنے حصے کا کام کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو ایک عرصے تک اس خندق کی نگرانی پر بھی مامور رہے تھے۔ پھر انہی راتوں کو وہ شب بیداری بھی کرتے رہے تھے۔ یہی نہیں بلکہ اس جنگ خندق میں بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و سلم کے پہلو بہ پہلو بھرپور کردار ادا کیا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ایک واقعہ: صلح حدیبیہ سے کچھ عرصہ پیشتر قریش مکہ کی جانب سے عروہ بن مسعود نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم سے اپنی ابتدائی بات چیت میں کئی عجیب باتوں کا ذکر کیا تھا۔ عروہ بن مسعود نے سب سے پہلے تو قریش کی جنگی تیاری کی ایک جھلک بیان کی اور پھر یہاں تک کہہ دیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کو مکہ مکرمہ میں ہرگز داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ اس کے بعد عروہ بن مسعود نے مزید جذباتی ہوتے ہوئے کہا کہ اپنی قوم کے افراد کو مار کر ان پر غلبہ حاصل کر لینا عربوں کے لئے شیوہ تفاخر نہیں ہے۔ بلکہ یہ بھی یاد رہے کہ اگر جنگ کا نقشہ اور رنگ بدل گیا تو آپ کے وہ ساتھی جن پر آپ کو بڑا مان ہے وہ آپ کو تنہا چھوڑ کر الگ ہو جائیں گے۔

اس وقت حضور صلی اللہ علیہ و سلم کے غار یار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول خدا کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ "انہیں عروہ کی بات اس درجہ گراں گزری کہ بے اختیار (تلخی اور جذباتیت کے باعث) گالی زبان پر آگئی"۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی جذباتی کیفیت پر قابو پاتے ہوئے کہا کہ "اے عروہ بن مسعود تجھے کیا معلوم ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سے کیسی محبت ہے ہم آپ کو تنہا چھوڑیں گے"۔

Marfat.com

اس قدر پر جوش اور جاں نثار ساتھی کے بارے میں عروہ بن مسعود نے پوچھا کہ یہ کون ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا "ابن ابو قحافہ (ابوبکر صدیقؓ)"۔ آپؐ کے اس جواب پر عروہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احسانات کا اقرار کرتے ہوئے کہا "ان کا مجھ پر یہ احسان ہے، جس کا بدلا ابھی تک چکا نہیں سکا۔ اگر یہ احسان نہ ہوتا تو اس سخت کلامی کا جواب ضرور دیتا"۔ بیان کیا جاتا ہے کہ دور جاہلیت میں عروہ بن مسعود کے ذمے ایک خون بہا لگا تھا۔ عروہ اس کی ادائیگی کا متحمل نہیں تھا۔ لیکن اس خون بہا میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دس جوان گائیں بطور امداد دی تھیں، اور عروہ بن مسعود نے اسی احسان کی جانب اشارہ کیا تھا۔

صلح حدیبیہ میں ابوبکرؓ کا کردار: رسول خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و سلم نے اسلامی رواداری اور دوسری اقوام کے جذبات و احساسات کی پاسداری کرتے ہوئے، اپنے بعض مفادات اور حقوق کی قربانی دے کر بھی قریش کے ساتھ حدیبیہ کے مقام پر صلح کر لینے کا اظہار فرما دیا تھا۔ صلح حدیبیہ کی شرائط قریش کی جانب سے کچھ اس طرح سے رکھی گئی تھیں کہ مسلمان اگر چاہتے تو با آسانی برانگیختہ ہو سکتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود نبی رحمتؐ نے ان شرائط کو انسانوں کی ہمدردی برائے امن و آشتی اور اسلام کے ایثار و قربانی کے جذبے کا اظہار کرتے ہوئے بڑی لچک دے کر مان لیا تھا۔ بہر صورت اس صلح نامے کے باعث دس سال تک جنگ موقوف کر دی گئی تھی۔ آمدہ برس حج پر آنے کے لئے مکہ مکرمہ میں داخلے کی مسلمانوں کو آزادی مل گئی تھی۔ تلواروں کا نیاموں میں رکھنے کی شرط بھی مان لی گئی تھی۔ بہر صورت صلح حدیبیہ کا معاہدہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ و سلم کی رحیمی اور عالی ظرفی کا ایک بے مثال نوشتہ تھا۔ بلکہ اس معاہدے پر اللہ کے رسولؐ نے محمدؐ بن عبداللہ کی حیثیت میں اپنے دستخط ثبت کئے تھے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی صلح حدیبیہ میں مصلحت انگیزی شاید اس عہد کی ایک تاریخی ضرورت تھی، اس لئے اللہ کے نبیؐ نے قریش مکہ کے ساتھ صلح کا یہ بے مثال معاہدہ کر لیا تھا۔ صلح حدیبیہ کے دور رس اور دیرپا اثرات سے دیگر مسلمان اس وقت واقف نہیں ہو سکتے تھے، اس لئے کئی صحابہ کرامؓ میں یک گونہ اشتعال بھی پیدا ہو گیا تھا۔ اس معاہدے کے فوراً بعد ہی ابو جندلؓ جو مسلمان ہو چکے تھے۔ انہیں حسب معاہدہ قریش مکہ کے سپرد کر دیا گیا تھا۔ لیکن سہیل بن عمرو کے فرزند ابوجندلؓ کو بہر صورت معاہدہ کے مطابق فرمان نبویؐ مان کر دوبارہ مصائب اور مشکلات میں دھکیل دیا گیا تھا۔

Marfat.com

عمر فاروقؓ سے مکالمہ: اس واقعے سے حضرت عمر فاروقؓ بڑے جوش اور جذبات کے عالم میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار ساتھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور یوں سوال و جواب ہوئے:

عمرؓ: کیا ہمارے رسول اللہ کے پیغمبر نہیں؟

ابوبکرؓ: کیوں نہیں!

عمرؓ: کیا ہم مسلمان نہیں؟

ابوبکرؓ: کیوں نہیں!۔

عمرؓ: پھر دین کے معاملے میں یہ ذلت کیوں گوارا کی جا رہی ہے؟

ابوبکرؓ: رسول اللہ کا دامن تھامو۔ میں گواہی دیتا ہوں' وہ اللہ کے رسولؐ ہیں۔

عمرؓ: میں بھی گواہی دیتا ہوں وہ اللہ کے رسولؐ ہیں۔

پھر ایسی ہی گفتگو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی۔ آپؐ نے آخر میں فرمایا "میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسولؐ ہوں۔ اس کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا"۔

بہرصورت صلح حدیبیہ کے معاہدے پر جن اصحاب رسول نے بطور گواہ دستخط کیے' ان میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرفہرست تھے۔ ان کے علاوہ عمر ابن الخطابؓ' عبدالرحمٰن بن عوفؓ' سعد بن ابی وقاصؓ' عبداللہ بن سہیل بن عمروؓ' مکرز بن حفصؓ اور علی بن ابی طالبؓ بھی شامل تھے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ قریباً تمام غزوات میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہے۔ بلکہ مختلف جنگوں میں جو مسلمان مجاہدین زخمی ہوتے تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی شب و روز تیمار داری بھی کرتے رہتے تھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں بھی یہودیوں کے ایک قبیلہ بنی فزارہ کی سرکوبی کرنے کی خاطر ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس قبیلے کی شورشوں' اسلام دشمن کارروائیوں اور زیادتیوں کا خاتمہ کرنے کی خاطر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کئی طرح کے پر خطر اور ذہانت سے تیار کیے گئے منصوبوں پر عمل کر کے بنی فزارہ کو بہت نقصان پہنچایا اور اس قبیلے پر مکمل فتح حاصل کی۔ اس مہم سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت سا مال غنیمت اور اسیران جنگ کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ پہنچے تھے۔

اسی طرح گرد و نواح کے یہودی قبائل کی سرکوبی کے لئے جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک باضابطہ منصوبہ بنا لیا تو پھر سب سے پہلے یہودیوں کے سب سے مضبوط مقام خیبر

Marfat.com

کو فتح کرنے پر توجہ دی۔ خیبر کے مختلف قلعوں کو تسخیر کرنے کے لئے حضور پاکؐ نے خیبر کے محاصرے کے دوران ہی میں اسلامی لشکر کی کمان کے لئے جھنڈا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا کر دیا تھا' اس لیے انہیں اسلامی فوجوں کے سپہ سالار بننے کا اعزاز بھی حاصل ہوا تھا۔ مدت تک خیبر کا محاصرہ جاری رکھا گیا اور پھر حضرت علیؓ کی حکمت عملی اور فوجی بصیرت اور جرات و بہادری سے قلعہ خیبر کو تسخیر کر لیا گیا تھا۔

پھر صلح حدیبیہ کے بعد جب پہلی بار عمرہ کرنے کا وقت آیا تو اس وقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے ہمراہ حضرت ابو بکر صدیقؓ بھی تھے۔ اسی طرح فتح مکہ کے دوران میں بھی حضرت ابو بکرؓ کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ اور قرب کا شرف حاصل رہا۔

جنگ تبوک کے لئے جب اعلان ہوا تو "حضرت ابو بکر صدیقؓ نے پورا مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی بارگاہ اقدس میں پیش کر دیا۔ یہاں تک کہ کرتے کہ بٹن بھی توڑ کر پیش کش میں شامل کر دیئے۔ جب شمع رسالت کے اس پروانے سے پوچھا گیا کہ اہل و عیال کے لئے کیا چھوڑا؟ تو عرض کیا۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت"۔

بحیثیت امیر الحج: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم اپنے یار غار حضرت ابو بکر صدیقؓ پر پورا بھروسہ کرتے تھے اور انہیں نہایت اہم ذمے داریاں بھی سونپ دیتے تھے۔ جب بنو ہوازن اور ان کے حلیف دیگر کئی قبائل نے اسلام قبول کر لیا تو اس وقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے ان پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو اپنا نائب مقرر کیا تھا۔ اسی سال رسول خدا نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا تھا کہ وہ مسلمانوں کو حج کرانے کی سربراہی سنبھالیں۔ گویا اس طرح سن ۹ ہجری میں بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے یار غار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر الحج مقرر کر کے حضرت علیؓ کو معاونت کے لئے ساتھ بھجوایا تھا۔ لہٰذا تین سو حاجیوں کے اس قافلے کی سربراہی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نے کی تھی۔ بہر صورت حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس قافلہ حجاج کے انتظام و انصرام میں بھرپور ذمے داری کا ثبوت فراہم کیا۔

اس منصب امیر الحج پر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کچھ اس سلیقے اور حکمت عملی کے ساتھ انتظامات کئے تھے کہ حجاج کرام کی تعداد اگرچہ صرف تین سو تھی' لیکن دشمنان اسلام کو یہی تاثر ملتا رہا تھا کہ مسلمان حجاج تعداد میں بہت زیادہ ہیں۔ گویا اس طرح مسلمانوں کی بھاری جمعیت اور اسلامی دھاک بیٹھتی گئی تھی۔

بہر صورت ایک سچے اور جاں نثار ساتھی ہونے کے حوالے سے پیغمبر اسلامؐ نے حضرت

Marfat.com

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھا۔ اس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کفار کے ساتھ قریبا" تمام جنگوں میں حضور پاکؐ کے ذاتی دستے میں ایک معتمد اعلیٰ کے طور پر اپنی خدمات پیش رکھیں۔ انہوں نے قریبا" تمام جنگوں میں پوری جنگی اور دفاعی بصیرت کے ساتھ بھی اپنا بہتر کردار ادا کیا پھر جن مہمات پر حضرت ابوبکر صدیقؓ سالار لشکر بن گئے' ان مہمات میں انہوں نے واضح اور دو ٹوک کامیابیاں حاصل کیں۔

جنگ احد کے دوران میں مسلمانوں کو اتنے بڑے نقصان کے باوجود دوبارہ متحد رکھ کر دشمن پر از سرنو حملہ کرنے اور پھر دشمن کا دور تک تعاقب کرنے میں بھی حضرت ابوبکرؓ نے اپنا اہم کردار ادا کیا تھا۔ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تھے کہ جنہوں نے کفار کی افواہوں کے بجائے لشکر اسلام کو حقیقت شناسیوں اور فتح مندیوں سے بلند حوصلہ رکھا تھا۔

Marfat.com

باب-۵

حضرت ابو بکر صدیقؓ' صاحب رضوان اکبر

۲۰- رمضان المبارک ۸ ہجری بمطابق ۱۱ فروری ۶۳۰ء کو اسلامی لشکر مکہ میں داخل ہو گیا تھا- اس وقت اسلامی لشکر کئی ٹکڑیوں میں بٹا ہوا تھا اور ہر حصے کا ایک ایک سربراہ تھا- اس اسلامی لشکر نے لا محالہ ابو سفیان پر بہت اثر کیا اور ابو سفیان پر یہ واضح ہو گیا تھا کہ اب اس اسلامی لشکر کا مقابلہ مشکل ہو گا- یہ صورت حال دیکھ کر ابوسفیان نے قریش سے اب علی الاعلان یہ کہہ دیا تھا کہ "محمد صلی اللہ علیہ و سلم آگئے اور کسی میں ان سے مقابلے کی قوت نہیں"- ابوسفیان نے مکہ والوں کو یہ کہہ کر بھی ڈرایا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم اپنے اصحابؓ کے ساتھ ہیں- اب قریش کی خیر نہیں"- لیکن رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم نے تو اس سے پیشتر اہل مکہ اور قریش کو یہ پیغام پہنچا دیا تھا کہ اگر وہ لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ سے معافی مانگ لیں تو یہ ایک امن کی صورت ہو گی- بہر صورت اسی لمحے ابوسفیان نے حضرت عباسؓ کی دعوت پر اسلام قبول کر لیا تھا- اس کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے یہ بھی فرمایا دیا تھا کہ جو شخص ابو سفیان کے گھر میں بھی پناہ لے لے گا' اسے بھی کچھ نہیں کہا جائے گا-

فتح مکہ: اس کے بعد مسلمانوں کے لشکر جوق در جوق مکہ مکرمہ میں داخل ہو گئے- اس لشکر کو دیکھ کر اور مقابلے کی تاب نہ لا کر لوگ ابوسفیان کے گھر میں جمع ہونے لگے- پھر ابوسفیان نے کہا جو مسجد الحرام میں داخل ہو جائے گا یا اپنے ہی گھر بیٹھ کر دروازے بند کر لے گا' اسے امن ہے- بہرکیف حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے مکے کی اس ساری سہمی ہوئی آبادی اور مخلوق کو پناہ بخشی اور سب کو امن و امان کی نوید سنائی-

اس مرحلے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے- اس وقت خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت جا بجا آراستہ تھے- اللہ کے رسولؐ کمان کی نوک سے ان بتوں کو گراتے جاتے تھے- پھر اس حرم پاک کی تطہیر کرتے رہے- اور زبان مبارک سے فرماتے کہ "دیکھو حق ظاہر ہو گیا اور باطل نابود ہوا اور باطل اسی لئے تھا کہ نابود ہو کر رہے"-

Marfat.com

یوں فتح مکہ کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے اپنے دشمنوں کو کھلم کھلا معافی دینے کا اعلان فرما دیا۔ پھر دیگر کئی صحابہ کرامؓ نے بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی پیروی کرتے ہوئے قاتلوں اور اسلام کے بڑے بڑے دشمنوں کو معافی دے دی۔ ان معافیوں کے بعد عبدالعزیٰ بن خطل' صفوان بن امیہ الجمعی' عکرمہ بن ابی جہل' عبداللہ بن سعد بن ابی سرح' ہبار بن الاسود' کعب بن زہیر' وحشی اور عبداللہ بن ز.عزیہ کو ان کی فروگزاشتیں معاف کی گئیں۔ بعد میں ابو سفیان کی بیوی ہندہ کو بھی معافی مل گئی تھی۔ لیکن صرف چند ایک لوگ فتح مکہ کے وقت بھاگ کر کہیں اور چلے گئے تھے۔ وہ باہر ہی بغیر معافی کے موت سے ہمکنار ہو گئے تھے۔

ان معافیوں اور رحم دلیوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک شخص کے بارے میں حضور پاک صلی اللہ علیہ و سلم کو بتایا اور پھر دربار رسالت سے انہیں معافی دلوائی۔ جس وقت ابھی ابوسفیان نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ اس وقت معافی کے لئے ابوسفیان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی واسطہ بنانا چاہتے تھے لیکن اس لمحے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی طرح کی سفارش کو روا نہیں سمجھتے تھے' لیکن جب صورت حال واضح ہو گئی تو پیغمبر اسلامؐ نے اسلام اور نبیؐ کے شدید ترین دشمنوں کو بھی معاف کر دیا تھا۔

واقعہ حنین: سنہ ۸ ہجری میں مسلمانوں کو واقعہ حنین پیش آیا۔ وادی حنین میں ہوازن اور بنی ثقیف کے قبائل آباد تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف شدید جنگی تیاریاں کر رکھی تھیں۔ لہٰذا ان لوگوں سے نمٹنے کے لئے اب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے ہمراہ دس ہزار انصار و مہاجرین تھے' یہی نہیں بلکہ اب تو مکہ مکرمہ سے بھی دو ہزار افراد آپؐ کے ساتھ ہو گئے تھے۔ ادھر وادی حنین میں دشمن نے نشیبی علاقوں میں اپنے تیر انداز مقرر کر رکھے تھے۔ اس لئے ان لوگوں نے ہر تنگ گھاٹی' ہر گوشے اور ہر خفیہ راستے سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا تھا۔ لہٰذا اس صورت حال نے مسلمانوں کو اکثریت کو باوجود انہیں پریشان کر کے رکھ دیا تھا۔ دشمن کا یہ منصوبہ سوچا سمجھا تھا جب کہ مسلمان اس منصوبہ بندی سے واقف نہیں تھے۔ لیکن ابتدائی افراتفری کے بعد مسلمانوں نے جلد ہی میدان جنگ کا نقشہ بدل دیا تھا۔ اس کے بعد تو پھر مسلمانوں کی یلغار سے دشمن بھاگ کھڑا ہوا تھا۔

حنین کے بعد اب اسلامی فوجوں نے طائف کا محاصرہ کر لیا تھا۔ اسلامی لشکر نے بیس دن تک یہ محاصرہ جاری رکھا۔ اس کے بعد محاصرے کو مزید طوالت دینے کی چنداں ضرورت نہ سمجھی گئی۔ اس کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے عمرہ ادا کیا۔ لیکن اسی دوران میں

Marfat.com

مختلف قبائل کے سردار اسیران جنگ کی رہائی کے لئے آگئے تھے۔ لہٰذا آپؐ نے اسیران کی رہائی کے لئے مناسب انتظامات کر دیئے تھے۔ یوں مہاجرین اور انصار سب نے اپنے اپنے حصے کے قیدیوں کو رہا کر دیا تھا۔

غزوہ حنین اور محاصرہ طائف میں رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ حضرت ابوبکر بڑے ثابت قدم رہے۔ لیکن جن ساتھیوں اور صحابہ کرامؓ کا متعدد تاریخوں میں ذکر ملتا ہے' ان میں حضرت ابوبکر صدیقؓ' حضرت عمرؓ' حضرت علیؓ' حضرت عباسؓ' ایمن بن عبیدؓ' مغیرہ بن حارثؓ بن عبدالمطلب' وغیرہ زیادہ ثابت قدم رہے تھے۔ گویا ان میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا تمام ثابت قدم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے خاندان میں سے تھے۔ اس طرح ان ثابت قدم رہنے والے صحابہ کرامؓ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا رتبہ اور فضیلت سب سے بلند ہے۔

رضوان اکبر: یہی نہیں بلکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ہمیشہ یہ شرف حاصل رہا کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی قریباً" ساری حیات طیبہ میں آپؐ کے ساتھ بلکہ سب سے قریبی اور پہلے مونس و غم گسار کے طور پر ہمیشہ پیش پیش رہے۔ بلکہ یہاں تک بھی روایات میں ملتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم اللہ تعالیٰ کی جانب سے تائید و حمایت کے ساتھ ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے مشوروں اور تجاویز کو بہت اہمیت دیا کرتے تھے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ "رحمت الہیہ سے حضرت ابوبکر صدیق کو یہ حصہ ملا کہ جب کوئی مشورہ پیش آتا آپ اپنی فراست سے کام لیتے اور غور فرماتے' یہاں تک کہ علم غیب کی شعاعیں آپ کے قلب پر پڑتیں اور حقیقت الامر منکشف ہو جاتا۔ یہ لطیف شعاعیں آپ کے قلب کی بصورت عزیمت ظاہر ہوتیں اور بصورت مکاشفہ آپ اپنے کلام کو بحالت غلبہ و سکر ادا کرتے۔ اگرچہ آپ باتیں کم کرتے تھے لیکن جب کوئی بات کرتے تو وہ خطا نہ کرتے"۔

روایات میں آتا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی خدمت میں ایک بار قبیلہ عبدالقیس کا ایک وفد آیا۔ اس وفد کے امیر نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ پورے القابات و احترامات کو ملحوظ خاطر رکھ کر بات چیت کی۔ اس امیر کی گفتگو سے متانت' سنجیدگی' الفاظ کی پاس داری کا احساس واضح طور پر مترشح ہوتا تھا۔ اس امیر وفد کی بات چیت سے حاضرین خاصے متاثر ہوئے تھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے مصاحبین میں اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے۔ اس لئے وہ اس وفد کے امیر کی

Marfat.com

ساری گفتگو انہماک اور پوری توجہ سے سن رہے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی محویت اور انہماک کو دیکھتے ہوئے رسول خدا نے اپنے معتمد خاص اور یار غار حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ "اے ابوبکر صدیقؓ کیا تم نے ان لوگوں کی گفتگو سنی ہے"؟۔

جواباً" حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا۔ "ہاں یا رسول اللہؐ میں نے ان لوگوں کی بات چیت کو بغور اور بہت اچھی طرح سے سنا ہے۔ بلکہ میں نے تو ان لوگوں کی گفتگو کو سمجھ بھی لیا ہے"۔

لہٰذا اس اقرار کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا "اچھا! پھر اب تم ان لوگوں کی بات چیت کا جواب دو"۔ چنانچہ رسالت مابؐ کی اجازت اور اذن کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی متانت، ذہانت اور سنجیدگی کے ساتھ جواب دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب اس قدر مدلل اور مسکت تھا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و سلم اس سے بہت مسرور ہوئے۔

اسی خوشی اور کریمی کے عالم میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ و سلم نے حضرت ابوبکرؓ کی شان اور فضیلت میں فرمایا کہ "اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے تمہیں رضوان اکبر عطا کرے گا"۔

اس وقت آپ کے مصاحبین صحابہ کرامؓ نے بڑے اشتیاق کے ساتھ عرض کیا، کہ یا رسول اللہ! رضوان اکبر سے آپ کی کیا مراد ہے۔ لہٰذا اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا "رضوان اکبر سے مراد یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندوں کو تو عام تجلی فرمائے گا۔ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے خاص تجلی فرمائے گا"۔

بہتر مشاورت: ایک بار کفار مکہ نے شامی تجارت کے قافلہ کی حفاظت کے لئے ایک زبردست لشکر تیار کر کے مدینہ کی طرف روانہ کر دیا تھا۔ یہ لشکر بہر طور مدینہ منورہ کے مسلمانوں کے لئے ایک خطرہ بن سکتا تھا۔ لہٰذا مکہ کے اس لشکر کی جب مسلمانوں کو خبر ہوئی تو انہوں نے تشویش کا اظہار کیا۔ چند ایک اصحاب نے مشورہ دیا اور اس امر کا اظہار کیا کہ اس لشکر کو پکڑ لینا چاہیے اور اس لشکر کے مال اسباب کو مال غنیمت بنا کر اپنے نقصانات کی کسی حد تک تلافی کر لی جائے، اور اس طرح مکہ والوں کا تجارتی قافلہ اور لشکر مسلمانوں کے رحم و کرم ہو کر رہ گیا تھا۔

حسب روایت رسول رحمت حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم نے اس موقع پر بھی صحابہ

Marfat.com

کرامؓ کو جمع کر کے، اس صورت حال کی وضاحت کی اور ان سے مشاورت طلب کی۔

بیان کیا جاتا ہے اس موقع پر سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی نے کھڑے ہو کر ایک نہایت موثر تقریر کی۔ ان کے بعد حضرت عمر فاروقؓ نے بھی اپنی پر جذبات اور جوشیلی تقریر میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ بہر صورت مورخین نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریروں کو عمدہ اور بہترین قرار دیا۔

جنگ بدر کے دوران میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے لئے جو خصوصی اور حفاظتی سائبان بنایا گیا تھا۔ اس سائبان اور حضور پاکؐ کی حفاظت کی ذمے داری حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نے قبول کی تھی۔ اس سائبان کے پاس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ننگی تلوار لئے ہوئے کھڑے تھے۔ یار غار حضرت ابوبکر صدیقؓ یہاں پر اس مستعدی اور ذمے داری سے پہرہ دے رہے تھے کہ جو بھی کافر اس سائبان نبویؐ کے قریب پہنچنے کی کوشش کرتا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ہی وار میں اس کے دو ٹکڑے کر دیتے تھے۔ اسی جنگ اور تحفظ نبویؐ کے حوالے سے رسول خداؐ نے فرمایا تھا کہ ابوبکر صدیقؓ اور علی بن ابی طالبؓ میں ایک کے ساتھ میکائیل اور دوسرے کے ساتھ جبرئیل رہتے ہیں۔

اسی طرح ایک اور ارشاد نبویؐ یوں بھی ہے کہ جنگ بدر میں شجاع ترین شخص حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے۔ اس جنگ میں انہوں نے انتہائی جاں سپاری اور شجاعت کا ثبوت دیا۔

امام صحابہ کرامؓ: (حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تقاریر اور بیانات سن کر خود فرمایا تھا کہ ابوبکر صدیقؓ کی تقریر بڑی عمدہ ہوتی ہے۔ بلا شبہ وہ بہت بڑے عالم تھے۔) شیخ ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ "حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام صحابہ میں سب سے بڑے عالم تھے"۔ بیشتر صحابہ کرامؓ بھی متعدد مسائل میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی طرف رجوع فرمایا کرتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا تعلق چونکہ پیغمبر اسلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ نہایت قریبی اور موانست بھرا تھا۔ اس لئے وہ رسول خدا کے بیشتر ارشادات اور احادیث کے گواہ تھے۔ اسی لئے متعدد صحابہ کرام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے احادیث نبویؐ کی سند حاصل کیا کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام صحابہ کرامؓ میں سب سے زیادہ قرآن دان بھی تھے۔ اسی لئے اللہ کے نبیؐ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو تمام صحابہ کرام کا امام قرار دیا ہے۔

Marfat.com

اللہ کے رسولؐ نے خود ایک بار فضائل حضرت صدیق اکبرؓ کے بارے میں فرمایا تھا کہ ”جس قوم میں حضرت ابوبکر صدیقؓ موجود ہوں وہاں ان کے سوا کسی دوسرے کو امامت کا حق حاصل نہیں ہے“۔ صحابہؓ رسول متفقہ طور پر یہی کہتے تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو احکام رسالت میں تمام لوگوں سے زیادہ واقفیت تھی۔

دینی بصیرت: تاریخی طور پر عربوں کو بالخصوص عجم پر اپنی فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے بڑی فوقیت حاصل رہی ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم خود بھی بہت بڑے مقرر اور احسن الکلام تھے۔ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ایک فصیح مقرر تھے۔ ابن کثیر نے تو یہاں تک بھی لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے تمام ساتھیوں میں سب سے زیادہ فصاحت و بلاغت کے حامل تھے۔ وہ اپنی اعلیٰ گفتاری کے حوالے سے بھی خاصے معروف تھے۔

دینی اور معاشرتی امور کو حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے تجربے اور جلیس نبویؐ ہونے کے باعث دیگر صحابہ کرامؓ کے مقابلے میں زیادہ اور بہتر طور پر سمجھتے تھے۔ اس پس منظر میں آپ کے دوست احباب حضرت ابوبکرؓ سے اکثر مشاورت کر لیا کرتے اور بلاشبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے اور مشاورت صائب ہوا کرتی تھی۔ یہاں تک بھی سنا گیا ہے حضرت جبرائیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سے فرمایا کہ آپ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مشورہ کرتے رہا کریں۔ لہٰذا حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تمام امور میں مشاورت کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ بڑی وقعت دیا کرتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کو عربوں کے دیگر علوم و فنون میں بھی خاصی مہارت اور دسترس حاصل تھی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تعبیر الرؤیا میں بہت مہارت حاصل کر رکھی تھی۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ خوابوں کی تعبیر کے حوالے سے رسول خداؐ کے بعد امت مسلمہ میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے زیادہ معتبر اور وقیع تھے۔

دولت ایثار: حضرت ابوبکر صدیقؓ سب سے اچھے حافظ قرآن تھے۔ دیگر علوم حدیث اور انتساب میں بھی وہ بے مثال تھے۔ خوش اخلاقی، صداقت، انصاف پروری، علم الاخلاق کے ماہر، دولت غنا کے مالک، فیاض، دیانت دار اور ایمان دار تاجر کے طور پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب میں مشہور تھے۔ آپ کا جذبہ محنت اور کفائت شعاری ضرب المثل تھی۔ ان کی ایمانداری اور کفائت شعاری کے باعث انہوں نے جو اہم فیصلے کئے تھے، ان کی

Marfat.com

تاریخ امت محمدی میں بمشکل مثال ملتی ہے اور یہ دونوں صفات درحقیقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کا حصہ تھیں۔

۹ ہجری میں غزوہ تبوک کہ جس میں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنا تمام مال و متاع پیش کر دیا تھا، حتیٰ کہ اپنے کرتے کے بٹن بھی توڑ کر جنگ کی تیاری کے لئے دے دیئے تھے۔ اس جنگ میں اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم کے ہمراہ تیس ہزار مسلمان تھے۔ تبوک کی جنگ اصل میں رومی اور ساسانی لوگوں کے ساتھ مسلمانوں کی پہلی اور براہ راست جنگ تھی۔

گویا غزوہ تبوک میں کامیابی پر مسلمانوں نے رومی اور ساسانی شاہنشاہی پر کاری ضرب لگائی تھی۔ یہاں سے واپسی پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے ۱۰ ہجری میں حج کا ارادہ فرمایا۔ اس سے ایک سال پیشتر حج کی فرضیت ہونے پر سب سے پہلے وفد کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بطور امیر الحاج کے طور پر لے گئے تھے۔ اس طرح دس ہجری میں ذی الحجہ کی نو تاریخ کو رسول خداؐ نے عرفات کے میدان میں مسلمانوں کے ایک لاکھ چوالیس ہزار کے مجمعے میں ایک تاریخی خطبہ دیا۔ یہ خطبہ حضور پاکؐ نے اپنی اونٹنی قصوا پر سوار ہو کر دیا تھا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم کا یہ الوداعی خطبہ یا خطبہ تبوک پوری انسانیت کے لئے ایک عظیم ضابطہ حیات کا درجہ رکھتا ہے۔ اس میں قرآن مجید پر عمل کے ساتھ ساتھ باہمی حقوق، جان و مال اور عزت کے تحفظ۔ عورتوں کے حقوق اور متعدد دیگر معاشرتی امور پر روشنی ڈالی۔ اپنے اس خطاب کی تکمیل کے بعد اللہ کے نبیؐ نے یہاں تک بھی فرما دیا تھا کہ جو لوگ موجود ہیں وہ سن لیں اور جو لوگ موجود نہیں انہیں یہ سنا دیا جائے۔ اور اسی خطبے میں آپؐ نے لوگوں سے یہ اقرار کروا لیا تھا کہ آپؐ نے تبلیغ دین کا اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ بلکہ بعد میں اس حقیقت پر قرآن نے بھی مہر تصدیق ثبت کر دی تھی کہ آج کے دن اللہ تعالیٰ نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت کو بھی پورا کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اسلام کا دین ہونا ہی پسند فرمایا ہے۔

خطبہ حج الوداع: اپنے اس خطبہ حجتہ الوداع کے خطبہ کے دوران میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے اپنی امت سے فرما دیا تھا کہ میں عنقریب دنیا چھوڑنے والا ہوں۔ اس طرح ۱۱ ہجری کے ماہ شوال میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ و سلم نے اپنے سفر آخرت کی تیاری بھی شروع کر دی تھی۔ اس کے بعد پھر ایک روز آپؐ مسلمانوں کو جمع کر کے ارشاد فرمایا کہ "مسلمانو! اللہ تم کو اپنی رحمت میں رکھے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری شکستہ دلی کو دور فرمائے۔ تم کو رفعت دے۔ تمہیں ہمیشہ امن و سکون میں رکھے"۔ پھر سلام آخریں پیش کیا اور فرمایا "سلام

Marfat.com

تم سب پر- اور ان سب پر جو بذریعہ اسلام میری بیعت میں داخل ہوں گے"- اس تسلی اور اطمینان کے بعد آپؐ سچ مچ اپنے آخری سفر کے لئے تیار ہونے لگے تھے-

صفر کے آخری دن سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم بخار میں مبتلا ہو گئے تھے- اس کے بعد آپؐ کو حدت رہنے لگی تھی- چند دن بیمار رہنے کے بعد آپؐ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر میں آکر مقیم ہو گئے تھے- اس طرح اپنی بیماری کے باوجود بھی حضور پاکؐ گیارہ دن تک مسجد میں آکر خود نماز پڑھاتے رہے' اور بیماری کی حالت میں بخار کی حدت کو کم کرنے کی خاطر کئی بار نہاتے بھی رہے-

پھر ایک دن اللہ کے رسولؐ نماز کے لئے مسجد میں تشریف لائے اور لوگوں سے فرمایا کہ دیکھنا یہودیوں اور نصرانیوں کی طرح میری قبر کو سجدہ گاہ نہ بنانا اور ایسا نہ کرنا کہ میری قبر کو پرستش کا مقام بنا دینا- اس کے بعد آپؐ نے ممبر مسجد پر بیٹھ کر اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور پھر فرمایا "میں تم کو انصار کے حق میں وصیت کرتا ہوں- یہ لوگ میرے جسم کے پیرہن ہیں اور وہ میرے زاد راہ رہے ہیں- انہوں نے اپنے واجبات کو پورا کر دیا ہے اور اب ان کے حقوق باقی رہ گئے ہیں- ان میں سے اچھا کام کرنے والوں کی قدر کرنا اور لغزش کرنے والوں سے درگزر کرنا"-

رحلت رسولؐ: اس کے بعد آپؐ نے مزید فرمایا "ایک بندہ کے سامنے دنیا و مافیہا کو پیش کیا گیا ہے- مگر اس نے آخرت ہی کو اختیار کیا"-

حضرت ابوبکر صدیقؓ چونکہ مزاج شناس رسولؐ تھے وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی اس رمزیہ بات کو بھی سمجھ گئے- اور اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہمارے ماں باپ ہماری جانیں' ہمارے زر و مال حضورؐ پر نثار ہوں-

اس طرح جوں جوں حضورؐ کے وصال کا وقت قریب آتا گیا آپؐ زیادہ نقاہت محسوس کرنے لگے لیکن اس کے باوجود آپؐ بدستور خود نماز پڑھاتے رہے- لیکن پھر پنج شنبہ کی مغرب کی نماز پڑھانے کے بعد عشاء کی نماز پڑھانے سے آپؐ اپنی نقاہت کے باعث ناکام رہے تو آپؐ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ وہ نماز کرائیں- اس طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی امامت مین خود بھی نماز ادا کی- پھر اس کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی حیات مبارک میں بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سترہ نمازوں کی امامت فرمائی-

وصال نبویؐ اور ابوبکر صدیقؓ: یک شنبہ کو ایک نماز اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی امامت میں اور ایک نماز حضرت ابوبکرؓ کے برابر بیٹھ کر ادا کی۔ پھر دو شنبہ کو بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت میں نماز ادا کی۔ لیکن اس کے بعد آپؐ پر کسی دوسری نماز کا وقت نہ آسکا اور آپؐ ۱۲۔ ربیع الاول ۱۱ ہجری دو شنبہ کو چاشت کے وقت اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اہل خانہ کے بعد ارتحال نبی کی خبر جب صحابہ کرامؓ میں پہنچی تو وہ سرا سیمہ رہ گئے۔ وہ دیوانہ وار سرگرداں تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ کو یقین ہی نہ آتا تھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما گئے ہیں۔ پھر جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپؐ کی وفات کی خبر پہنچی تو وہ فوراً حضور پاکؐ کے گھر میں پہنچے۔ انہوں نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کو دیکھا۔ "منہ سے منہ لگایا۔ پیشانی کو چوما۔ آنسو بہائے"۔ اور اس کے بعد زبان سے کہا "میرے ماں باپ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نثار واللہ اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں وارد نہ کرے گا۔ یہی ایک موت تھی جو آپ پر لکھی ہوئی تھی"۔

اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ غم سے نڈھال مسجد میں آئے اور لوگوں کو جمع کرنے کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر آیات کے اعلان کا خطبہ پڑھا۔ یوں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حمد و صلوٰۃ کے بعد کہا۔

"(واضح ہو) کہ جو کوئی شخص تم میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا' تو وہ تو رحلت کر گئے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا' تو بے شک اللہ تعالیٰ تو زندہ ہے' اسے موت نہیں۔ اللہ نے خود فرمایا ہے' محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک رسولؐ ہے۔ ان سے پہلے بھی رسول ہو چکے ہیں۔ کیا اگر وہ مر گیا یا شہید ہو گیا تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔ ہاں! جو کوئی ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ اور اللہ تعالیٰ تو شکر گزاروں کو اچھا بدلہ دینے والا ہے"۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اس مختصر سے خطبے کے بعد اب صحابہ کرامؓ اور دیگر مسلمانوں کو رسول خدا کی وفات کا یقین ہو گیا تھا۔ اس پر مختلف صحابہ کرامؓ کی حالت اور کیفیت دیدنی تھی۔ دراصل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو خطبہ دیا تھا وہ قرآن کی سورہ آل عمران کی ایک آیت تھی۔ یہ آیت سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ "میرے تو پاؤں ٹوٹ گئے ہیں اور مجھ میں کھڑے ہونے کی تاب ہی نہیں رہی۔ اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ واقعی رسول خدا اس دنیا سے رحلت فرما چکے ہیں"۔

Marfat.com

اس کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے تجہیز و تکفین کے بعد آپ کو لحد مبارک میں اتارنے کے حوالے سے متعدد قرابت داروں اور قبائل اور انصار و مہاجرین نے اس سعادت کو حاصل کرنے کی کوششیں کی۔ اپنے اپنے مراسم اور قرابت داری کے حوالے سے بھی بات ہونے لگی تھی۔ بہر صورت اس وقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے سب سے قریبی معتمد اور یار غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فیصلہ کن انداز میں فرمایا کہ "اس بارے میں کسی کا کوئی حق نہیں"۔

حضور پاک کے جسم مبارک کو غسل دینے کے بعد جب قبر کے متعلق مشورہ ہوا تو اس موقع پر بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی نے فرمایا کہ "میں نے رسول صلی اللہ علیہ و سلم سے سنا کہ نبی وہیں دفن ہوتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے اس کی روح قبض کی ہو"۔ لہٰذا آپ کی لحد کا وہیں پر انتظام کیا گیا جہاں آپ نے وفات پائی تھی۔ گویا رحلت کے وقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم حضرت عائشہ صدیقہؓ کے مکان کے اندر تھے' اس لئے حضور پاک صلی اللہ علیہ و سلم کے بستر کی جگہ پر ہی آپ کی لحد مبارک تیار کر دی گئی تھی۔ البتہ حضور پاک کی نماز جنازہ مردوں کی مختلف جماعتوں نے الگ الگ پڑھی۔ اس کے بعد سہ شنبہ کی شب حضور پاک صلی اللہ علیہ و سلم کی تدفین مکمل ہو گئی تھی۔

حضرت ابوبکرؓ کی امامت: رسول خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم کی وفات سے حضرت ابوبکر صدیقؓ ایک طرح سے تنہا اور بے یار و مددگار سے ہو گئے تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی کو سعادت نصیب ہوئی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت میں کئی نمازیں ادا کر کے ان کی امامت مسلمانوں کے لئے پسند فرمائی تھی۔

وفات سے پہلے چہار شنبہ کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم پر غشی طاری ہو رہی تھی تو اس وقت آپ نے فرمایا کہ "ابوبکرؓ نماز پڑھائیں"۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بے حد رقیق القلب تھے' اس لئے انہیں رنج و حزن و ملال کے باعث حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی جگہ پر کھڑا ہونا ناقابل برداشت دکھائی دیتا تھا لیکن "جو شخص حضرت ابوبکرؓ کے لئے نماز پڑھانے کا حکم لے کر مسجد میں پہنچا' اسے موصوف نظر نہ آئے تو حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپ نماز پڑھا دیں۔ حضرت عمر اس بنا پر تیار ہو گئے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ و سلم کا ارشاد ہو گا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے خود حضرت عمر سے کہہ دیا تھا کہ آپ نماز پڑھائیں۔ ان کی آواز بلند تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے تکبیر کی آواز سن لی تو فرمایا

Marfat.com

"نہیں نہیں ابن ابی قحافہ نماز پڑھائیں"۔

بہر صورت بعض روایات کے حوالے سے یہ اختلاف موجود ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی امامت کا آغاز کب اور کس نماز سے ہوا۔ یعنی آپ نے حضور صلی اللہ علیہ و سلم کی حیات طیبہ میں سترہ نمازیں پڑھائیں یا اکیس؟۔ بہر صورت یہ امر مسلمہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت کو پسند فرمالیا تھا۔

مزاج شناس نبویؐ: اللہ کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و سلم نے اپنی رحلت سے پانچ یوم قبل جب یہ فرمایا تھا کہ "اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا کہ وہ دنیا کی نعمتیں لے لے یا خدا کے پاس جو کچھ ہے' اسے قبول کر لے۔ اس بندے نے وہی قبول کیا جو خدا کے پاس ہے یعنی عالم آخرت"۔

یہ کلمات سن کر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وارفتگی سے آنسو نکل آئے تھے' کیونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے اس مختصر سے جملے کا سب سے زیادہ ابلاغ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ہی ہوا تھا' گویا رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم ہی ہمیں چھوڑ کر جانے والے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اس وارفتگی اور کیفیت کو دیکھ کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا تھا کہ ابوبکر اپنے آپ پر رحم کرو۔ اس کے بعد حضور پر نور صلی اللہ علیہ و سلم نے عام مسلمانوں سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا تھا کہ۔

> "میں تمام لوگوں سے بڑھ کر ابوبکر کے مال اور رفاقت کا ممنون ہوں۔ اگر امت میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا' لیکن اسلامی اخوت و محبت کا رشتہ کافی ہے"۔

Marfat.com

باب-٦

جانشین نبویؐ' ابوبکر صدیقؓ

حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنی جاں نثاریوں' قربانیوں اور اسلام نوازیوں کے باعث اللہ کے رسول کے دست راست اور معتمد ساتھی بن چکے تھے۔ اس حوالے سے دوسرا کوئی بھی صحابیؓ ان کے رتبے کو نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی اسلام کے سب سے بڑے محسن اور اسرار نبویؐ کے محرم تھے۔ "اس لئے وہ قدرۃً" نیابت نبویؐ کے سب سے زیادہ اہل و مستحق تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کی حیات ہی میں خاص خاص مواقع پر اس کا شرف حاصل ہوتا تھا"۔ اور یہ بھی اپنی جگہ پر حقیقت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے اپنی زندگی ہی میں مسجد نبویؐ کی امامت کا شرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا کر دیا تھا۔ اس کے ساتھ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے مہاجرین سے یہ بھی فرما دیا تھا کہ وہ انصار کے ساتھ نیک سلوک کریں۔

افضل البشر: حضرت ابوبکر صدیقؓ کو دیگر صحابہؓ پر جو فضیلت اور بزرگی حاصل تھی اس سلسلے میں تو خود ایک بار رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا تھا کہ انبیاء علیہم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ افضل البشر ہیں۔ بہر صورت حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی اس رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم کے بعد خلافت نبویؐ کے لئے سب سے زیادہ اہل تھے۔ اسی طرح ایک بار حضور سرور کائناتؐ نے خود فرمایا تھا کہ "اگر میں پروردگار کے سوا کسی کو اپنا دوست بناتا تو وہ ابوبکرؓ ہوتے اور وہ میرے اسلامی بھائی ہیں"۔ ایک اور موقع پر آپؐ نے یہاں تک بھی فرمایا تھا کہ میری امت پر واجب ہے کہ ابوبکر سے محبت و الفت کرے اور ان کے احسانات کی شکر گزار رہے۔ ایک حوالے میں یہاں تک بھی ملتا ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا' میں جب معراج پر گیا تو آسمانوں کی سیر کے دوران مجھے ہر آسمان پر اپنا نام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم اور اس کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہوا دکھائی دیا" ---- ایک اور بیان میں موجود ہے کہ ایک بار رسول اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے بتایا کہ دنیا میں تین سو ساٹھ اچھے خصائل ہیں۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

Marfat.com

نے اپنے حوالے سے دریافت فرمایا "یا حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ان خصائل میں سے کوئی مجھ میں بھی ہے"۔ تو اس کے جواب میں اللہ کے رسولؐ نے فرمایا تھا کہ "ابوبکر یہ تمام اچھے خصائل تجھ میں موجود ہیں"۔ ان اوصاف اور خوبیوں کے ساتھ ساتھ حضرت ابوبکر صدیق نے مکہ کی پر خطر زندگی میں قدم قدم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا تھا۔ تبلیغ اسلام اور غزوات میں بھی برابر حصہ لیا تھا بلکہ وہ تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی حفاظتی دستے میں شامل رہتے تھے۔ اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی میں بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے نبی کے ساتھ ساتھ ہی رہے تھے۔

ابوبکر کی بیعت: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت اور تجہیز و تکفین کے بعد انصار اور قریش کے مختلف قبائل نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کی سعادت حاصل کرنے کے لئے کسی حد دبے لفظوں میں اظہار کرنا شروع کر دیا تھا۔ اسی حوالے سے اب تو منافقین کی ایک جماعت نے بھی جانشینی نبویؐ میں حصہ دار بننے کا ارادہ ظاہر کر دیا تھا۔ بہر صورت اگر اس وقت جانشینی کے ان نازک امور پر سنجیدگی اور متانت سے توجہ نہ دی جاتی تو فساد امت کا خدشہ تھا۔ لیکن دیگر صحابہ کرامؓ کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس صورت احوال سے بخوبی آگاہ ہو چکے تھے۔ اس وقت تک تو قریش کی موروثی برتریاں اور وابستگیاں جاگ اٹھی تھیں۔ اس طرح جانشین رسول کا معاملہ کسی حد تک نزاعی بن رہا تھا۔ لہٰذا اس نزاع بھرے اور نازک موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت حکمت اور نرم روی کے ساتھ لوگوں کو بتایا کہ انصار کے فضائل و مناقب اور خدمات اور مہاجرین کی قربانیاں اور وارفتگیاں بہر طور قابل قدر ہیں' لیکن یہ بھی امر اپنی جگہ پر مسلم ہے کہ عرب' قریش کے علاوہ کسی دوسرے خاندان کی سیادت اور قیادت کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ مہاجرین بھی اپنے تقدم فی الاسلام اور خاندان نبویؐ میں سے ہونے کے باعث اہم ہیں۔ اس لئے دریں احوال اجتماع امت دو بزرگان امت حضرت ابوعبیدہؓ اور حضرت عمر بن خطابؓ میں سے کسی ایک کی بیعت کر لیں۔

لیکن اس موقع پر حضرت عمر فاروقؓ نے اپنا ہاتھ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ میں دے کر فرمایا کہ "آپ ہم سب میں بزرگ' ہم سب میں بہتر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے مقرب ہیں' اس لئے ہم آپ کے ہاتھوں پر بیعت کرتے ہیں"۔

حضرت عمر فاروقؓ کی جانب سے اس بیعت پر کسی بھی مسلمان کو ذرا بھر تامل نہ ہوا۔ اس کے ساتھ ہی لوگ جوق در جوق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے

Marfat.com

لگے۔ یہ بیعت کا سلسلہ لمحوں تک جاری رہا۔ گویا حضرت عمر فاروقؓ نے جس بیعت کا آغاز کیا تھا دیگر صحابہ کرامؓ اور عام لوگوں نے ان کی پیروی کرتے ہوئے ایک طرح سے جمہوری طور پر بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم کا جانشین مقرر کر دیا تھا۔ لوگوں کا یہ جمہوری فیصلہ علی وجہ البصیرت ہوا تھا۔ اس میں کسی طرح کی جذباتیت کو ہرگز عمل دخل نہیں تھا۔

ابوبکرؓ کا پہلا خطبہ: جس وقت مسلمانوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت کی' اس وقت ان کی عمر قریباً" اکسٹھ سال تھی۔ اس طرح گویا ۱۳۔ ربیع الاول ۱۱ ہجری سے وہ مسلمانوں کے پہلے خلیفہ مقرر ہو گئے تھے۔ مدینہ کے اکثر مہاجرین اور انصار نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے انہیں خلیفہ تسلیم کر لیا تھا۔ تاریخ میں موجود ہے کہ بنی ہاشم کی ایک چھوٹی سی جماعت حضرت علیؓ کی سربراہی میں اس بیعت سے الگ رہی۔ بعض روایات میں یہ بھی تحریر ہے کہ حضرت علیؓ نے بھی پہلے ہی دن مجمع عام میں حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کر لی تھی۔

اس کے ایک دن بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مسجد نبوی میں جا کر مزید کئی لوگوں سے بیعت حاصل کی اور پھر وہ خلافت راشدہ کی مسند پر متمکن ہوئے۔ اس کے فوراً بعد انہوں نے جو تقریر کی وہ تاریخ عالم میں اپنی مثال آپ ہے۔ انہوں نے حمد و ثناء کے بعد فرمایا۔

"اے لوگو! میں تمہارے کاموں پر ولی بنایا گیا ہوں' مگر میں تم سے کسی طرح بہتر نہیں ہوں۔ جب مجھ سے کوئی عمدہ کام ہو تو اس میں میری مدد کرو' اور جب کوئی برائی ظاہر ہو تو مجھے سیدھا کر دو۔ راست بازی امانت ہے۔ تم میں کا ضعیف میرے نزدیک قوی ہے' جب تک میں اس کا حق نہ دلوا دوں' اور تم میں کا قوی میرے نزدیک ضعیف ہے' جب تک میں اس سے حق نہ لے لوں۔ جو لوگ جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیں گے خدا ان کو ذلیل کرے گا۔ جس قوم میں بدکاری پھیلے گی خدا اس پر بلا نازل کرے گا۔ میں جس کام میں خدا و رسول کی اطاعت کروں تم بھی میری اطاعت کرو' جب میں ان کی نافرمانی کروں تو پھر تم پر میری کوئی اطاعت نہیں۔ اٹھو۔ نماز پڑھو۔ خدا تعالیٰ تم پر رحم کرے"۔

اپنی اس پہلی تقریر میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے مستقبل کے لائحہ عمل کے لئے اساسی امور اور حدود و قیود کی جانب واضح اشارہ کر دیا تھا۔ بہرصورت اب وہ اس خلافت پر متمکن ہو چکے تھے۔ اس خلافت اسلامیہ کو خلافت راشدہ کا نام اس لئے دیا جاتا ہے کہ ان کا

Marfat.com

دور اور عہد اپنے امور اور حکومت و سیادت میں زیادہ سے زیادہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے اپنے عہد کے مشابہ تھا۔ اور اس خلافت کی مسند پر متمکن ہونے والے بزرگان بلاشبہ مشابہت پیدا کرنے کی اہلیت اور قابلیت رکھتے تھے۔ حالانکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسند خلافت پر بٹھانے اور ان کی بیعت کرنے کے حوالے سے بعض لوگوں نے حضرت علیؓ کی جانب سے تاخیر کو بھی اپنا موضوع بنایا ہے۔ لیکن اگر حضرت علیؓ نے بیعت کرنے میں عجلت سے کام نہیں لیا تو اس کی بھی ایک وجہ تھی کہ حضرت علیؓ قرآن جمع کر لینے سے پہلے اس اہم اقدام کے لئے اپنے آپ کو تیار نہیں پاتے تھے۔ اور انہوں یہ بھی قسم کھا رکھی تھی کہ وہ جب تک قرآن جمع نہیں کر لیں گے' اس وقت تک نماز کے سوا اپنی چادر تک نہیں اوڑھیں گے۔

حضرت علیؓ کی بیعت: یہی نہیں بلکہ حضرت علیؓ نے تو اسی موقع پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے فضائل کا بھی برملا اعتراف کیا تھا۔ اور اقرار کیا کہ "اے ابوبکرؓ خدا نے آپ کو جو رتبہ دیا ہے اس پر ہم حسد نہیں کرتے"۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے ساتھ حضرت علیؓ نے مزید کہا "لیکن اتنا ضرور ہے کہ ہم اس کو اپنی حق تلفی سمجھتے ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ قرابت داری کی وجہ سے ہم اسے اپنا حق سمجھتے تھے"۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت علیؓ کی جانب سے اس دبی سی گلہ گزاری کے جواب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور اس پر فرمایا کہ "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے رشتے داروں کو اپنے رشتے داروں سے بھی زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی متروکہ جائیداد میں میں نے آپ کے طرز عمل سے سرمو انحراف نہیں کیا ہے۔ اس صاف دلی کی گفتگو کے بعد دونوں کے دل ایک دوسرے سے بالکل صاف ہو گئے"۔

حضرت علیؓ کی جانب سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت کرنے میں بالوجوہ تاخیر ہوئی۔ اس سے بہرصورت سے بعض لوگوں نے منفی رنگ دے کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے مشکلات پیدا کرنا شروع کر دی تھیں۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ برد باری' نرم روی اور تدبر کے ساتھ ان سب امور سے نمٹنے کی بھرپور کوشش کرتے رہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی زندگی میں بعض قبائل نے بادل نخواستہ اسلام کو قبول تو کر لیا تھا۔ لیکن پھر انہوں نے منافقین کی سازشوں کے باعث ارتداد اختیار کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی چند ایک کم ظرف گھٹیا اور کاذب لوگ مدعیان نبوت بھی بن گئے

Marfat.com

تھے۔ اس پر مستزاد کچھ قبائل نے زکوٰۃ کی ادائیگی میں پس و پیش سے کام لینا شروع کر دیا تھا۔ گویا اس پس منظر میں حضرت ابوبکرؓ کو خلافت کی ذمے داری سنبھالتے ہی گوناں گوں مسائل اور گمبھیر امور نے گھیر لیا تھا۔ ان تمام مسائل کو حل کرنے کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہر صورت اپنی دینی بصیرت کو بروئے کار لاتے رہے تھے۔

رومیوں کے خلاف مہم جوئی: دریائے اردن کے کنارے پر موتہ کا علاقہ بلقا کے جنوب میں واقع تھا' عہد نبویؐ میں وہاں پر رومی قابض تھے' مسلمانوں کے لئے ان کا وجود ایک بہت بڑا خطرہ بنا ہوا تھا۔ لہٰذا وہاں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی حیات مبارکہ ہی کے دوران میں ایک جنگ ہوئی تھی۔ اس جنگ میں حضور پاکؐ کے کئی جید صحابہ کرامؓ بھی شہادت پا گئے تھے۔ ان شہدا میں حضرت جعفر ابن ابی طالبؓ' حضرت زید بن حارثہؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اور ان کے کئی رفقاء شامل تھے۔۔۔۔ اصل میں اس علاقے کے رومی حاکموں اور رئیسوں نے دربار نبویؐ کے سفیر کو بھی شہید کر دیا تھا۔ بہرصورت اس جنگ میں ستره صحابہ کرامؓ شہید ہو گئے تھے۔

پھر فتح مکہ کے بعد جب مسلمانوں کو قدرے زیادہ استحکام حاصل ہو گیا تو پھر ۱۱ ہجری میں کہ جب اللہ کے رسول ابھی بخار کے کیفیت میں مبتلا تھے تو انہوں نے اپنے شہدا کے خون کا انتقام لینے کے لئے ایک مہم زید بن حارثہ کے بیٹے اسامہ بن زیدؓ کی سرکردگی میں شام کی جانب روانہ کر دی تھی۔

ابھی چند ہی دن ہوئے تھے کہ ادھر رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم کا وصال ہو گیا۔ لیکن ادھر جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آغاز ہی سے مختلف مسائل نے گھیر لیا تو پھر اس موقع پر چند صحابہ کرامؓ نے یہ مشورہ دیا کہ اسلامی لشکر کی دارالخلافہ میں موجودگی زیادہ مقدم ہے' اس لئے اسامہ بن زید کو واپس بلا لیا جائے۔ صحابہ کرامؓ کے مشورے بھی حالات و واقعات کے تناظر میں صائب تھے' لیکن چونکہ اس مہم پر اسلامی لشکر کو حضور عالی مرتب نے خود روانہ کیا تھا' اس لئے اب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکر کو واپس بلا کر نبویؐ حکم کی کسی مصلحت کے تحت نافرمانی نہیں کرنا چاہتے تھے۔

لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے حکم کی پیروی کرتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذرا بھر بھی تامل سے کام نہ لیا' اور بڑی سختی کے ساتھ لوگوں کے مشورے کا انکار کیا اور فرمایا۔ "قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' اگر مدینہ میں اتنا سناٹا ہو جائے کہ درندے آکر میری ٹانگیں نوچیں تب بھی میں اس مہم کو جس کی

Marfat.com

روانگی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے حکم دیا' نہیں روک سکتا"۔

اگر حضرت ابوبکر صدیقؓ اس وقت صحابہ کرامؓ کے مشورے پر اسامہ بن زیدؓ کی مہم کو مدینہ منورہ واپس بلا بھی لیتے تو اس میں مشاورت صحابہ کے عجز و انکسار کا عمل دخل ہوتا' لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شاید یہ باور کر لیا کہ اگر اس لشکر کو واپس بلا کر مدینہ میں تعینات کر دیا جائے تو اس میں دارالخلافہ تو ضرور مضبوط اور مستحکم ہو سکتا ہے' لیکن فرمان نبویؐ کی صریحاً" حکم عدولی ہو گی --- اس لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لوگوں کی رائے کے خلاف برملا فرمایا تھا کہ "ابن ابی قحافہؓ کا یہ منصب نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے مقرر فرمائے ہوئے لشکر کو روکے"۔

ضابطہ جنگ و جدل: اسامہ بن زیدؓ کی سرکردگی میں یہ لشکر مدینہ منورہ سے تین چار میل دور مقام جرف تک پہنچ چکا تھا۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ خود پا پیادہ اس لشکر تک پہنچے اور اسے رحلت نبویؐ کے اندوہناک حالات کے باوجود منزل کی جانب روانہ کیا۔ لیکن اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس لشکر اسلام کو جو ہدایت کی وہ جنگی اخلاقیات اور اعلیٰ انسانی قرینوں کے اعتبار سے لاجواب اور بے مثل ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ۔

> "خیانت نہ کرنا۔ مال نہ چھپانا۔ بے وفائی سے بچنا۔ مثلہ نہ کرنا۔ بوڑھوں' بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا۔ ہرے بھرے اور پھل دار درختوں کو نہ کاٹنا۔ کھانے کے علاوہ جانوروں کو بے کار ذبح نہ کرنا"۔

اگرچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اسامہ بن زیدؓ کی یہ مہم بڑے ہی نازک وقت پر کسی حد تک نزاعی دور میں روانہ کی تھی لیکن چالیس دن کے بعد یہ مہم فاتحانہ مدینہ منورہ واپس پہنچی تھی۔ اس کے ساتھ مال غنیمت اور جنگی قیدی بھی تھے۔ بہر صورت اس مہم کی کامیابی اور کامرانی نے مسلمانوں پر بہت اچھے اثرات مرتب کئے' ان کی قوت و شہامت میں اضافہ کیا اور مسلمانوں کی افواج میں ایک نیا اعتماد اور بھروسہ پیدا ہوا کہ وہ قوت میں کسی بھی دشمن سے کسی طرح سے کم یا کمزور نہیں ہیں۔ اور اسی طرح مسلمانوں کی اتنی بڑی فوج جس کی تعداد ہزاروں میں تھی اس کی دارالخلافہ میں عدم موجودگی میں بھی کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔

فتنہ ارتداد کا تدارک: منافقین اور بعض شورش پسند قبیلوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی زندگی ہی میں کئی طرح کی رعائتوں کا مطالبہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ عہد نبوی ہی

Marfat.com

میں ایک قبیلے نے تو اسلامی شعائر اپنانے میں بھی ڈھیل طلب کر لی تھی۔ پھر چند ایک نیم مہذب قبائل نے تو اسلام قبول کر لینے کے باوجود بھی اپنے موروثی بتوں کو توڑنے میں مزاحمت کی تھی اور جن لوگوں نے روتے دھوتے ہوئے بت توڑے بھی تھے تو وہ نیم دلی سے یہ عمل کر رہے تھے۔ لیکن جب بعض نو مسلم قبائل کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی رحلت کا علم ہوا تو انہوں نے سب سے پہلے زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کر دیا تھا اور پھر انہوں نے الحاد و ارتداد اختیار کر لیا تھا۔

مدینۃ النبی میں جو منافقین کی ایک جماعت پیدا ہو چکی تھی وہ اپنے منافقانہ کردار و عمل کو کئی جنگوں میں ظاہر کر چکی تھی۔ ان کی ایسی منافقانہ شرارتوں اور کارروائیوں سے اب تک تو مسلمان بھی بخوبی واقف ہو چکے تھے۔ منافقین کی اس جماعت نے اب وصال النبی کے بعد اسلام کا شیرازہ بکھیرنے کے لئے ہر طرح کے حیلوں اور ہتھکنڈوں کو آزمانا شروع کر دیا تھا۔ ان منافقین کی دشمنی اور مخاصمت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اللہ کے رسول نے چونکہ منافقین کے نزدیک اپنا کسی کو جانشین نہیں بنایا تھا' اس لئے بھی اب وہ جانشین رسالت کے حوالے سے بھی لوگوں کو اکسا اور بھڑکا سکتے تھے۔ انہی منافقین نے حضرت علیؓ کی قدرے تاخیر کے ساتھ بیعت پر ابوبکر صدیقؓ کو بھی ہوا دینا شروع کر دی تھی۔

سقیفہ بنی ساعدہ کا واقعہ : رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم کی جانشینی کا معاملہ تو اس قدر نازک اور نزاعی بن گیا تھا کہ منافقین کی ایک جماعت نے سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو کر جانشین رسول مقبول کا دعوئٰ کر دیا تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ مسئلہ اس نازک موقع پر اٹھایا گیا کہ اگر اس کا فوری طور پر کوئی تدارک نہ کیا جاتا تو اس سے فتور اور فساد پیدا ہو سکتا تھا۔ اس شورش کو اگر بروقت نہ دبایا جاتا تو اس سے اسلام کا شیرازہ بکھر سکتا تھا۔

لہٰذا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس امر کی فوری طور پر اطلاع ہو گئی تھی' اس لئے آپ نے پہلے اقدام کے طور پر حضرت عمرؓ اور حضرت عبیدہ بن جراحؓ کو ساتھ لیا اور پہلی ہی فرصت میں وہ تینوں سقیفہ بن ساعدہ پہنچ گئے۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار میں سے ایک شخص مدعی تھا کہ وہ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم کا صحیح معنوں میں جانشین ہے۔ اس لئے اسے بھی نبی کی جانشینی میں برابر کا حصہ ملنا چاہیے۔ اور اسی طرح جہاں قریش کا ایک جانشین ہے وہاں انصار کی جانب سے بھی ایک امیر یا نائب رسالت ماب ہونا چاہیے۔ لیکن عملی طور پر ایک کے بجائے دو نائبوں یا امیروں کا بننا بذات خود ایک فتنہ خیز امر تھا اور اس کے نتائج انتشار اور افتراق کے سوا اور کچھ برامد نہیں ہو سکتے تھے۔

Marfat.com

اسلام میں فتنہ و فساد سے بچنے کے لئے اور مضحکہ خیز صورت سے گریزاں ہوتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی دینی بصیرت اور سیاسی و ثقافتی تجربے سے کام لیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس موقع پر اس رائے کو ماننے کے لئے تو تیار ہو سکتے تھے کہ خلافت کا منصب وہ کسی انصار کو دے دیتے' لیکن یہ صورت حال خود قریش کے لئے اور دیگر قریشی قبائل کے لئے بھی ہرگز قابل قبول نہیں تھی۔ اس ضمن میں سوچنا ایک طرح سے قریش کو کمتر بنا دینے کے مترادف تھا حالانکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم خود بھی تو انہی لوگوں سے تعلق رکھتے تھے۔

دوسری طرف اگر حضرت ابوبکر صدیقؓ سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کو فوقیت دیتے ہوئے یہ تسلیم کر بھی لیتے کہ خلافت کا منصب انصار ہی کو دے دیا جائے! ایسی صورت میں مزید مسائل بھی پیدا ہو سکتے تھے۔ وہ اس طرح کہ انصار میں بھی دو گروہ اور متقابل جماعتیں اوس اور خزرج تھیں۔ اس لئے اگر یہ منصب کسی ایک جماعت کے کسی ایک فرد کو دے دیا جاتا تو دوسری جماعت مخالف اور مقابل ہونے کے باعث اسے تسلیم نہ کرتی۔ لہٰذا اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بجا طور پر اور بڑی خوش خلقی کے ساتھ انصار کی خدمتوں اور فروغ اسلام کے لئے قربانیوں کا نہایت موثر انداز میں ذکر کیا۔ انصار کی فضیلتوں کو بیان کیا۔

انصار کے ساتھ رواداری: کہا جاتا ہے کہ اس نہایت نازک موقع پر بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک بے ریا' متانت بھری اور بر محل تقریر کی۔ اس تقریر کے سنتے ہی انصار حقیقت حال سے بخوبی آگاہ بھی ہوئے اور انہوں نے گہرہ اثر بھی قبول کیا اور اس کے ساتھ انصار نے ہجرت نبویؐ کے وقت کی اپنی عظیم الشان قربانیوں' جانثاریوں اور خدمتوں کو یاد کرتے ہوئے اور ایک بار پھر اسی تعاون اور خدمت کا یقین دلاتے ہوئے' جانشینی رسالتؐ کے خیال کو اپنے دل سے نکال دیا۔ اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا کہ عرب طبعاً" اور مزاجاً" بھی اور تاریخی پس منظر کے پیش نظر بھی قریش کے علاوہ کسی اور خاندان کے کسی فرد کی سیادت کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ اس کے ساتھ ہی اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ اسلام کو قبول کرنے میں قریش ہی نے پہل کی تھی' اور اس تقدم کے اعتبار سے بھی وہ لوگ مقدم اور زیادہ حق دار ہیں۔ القصہ یہیں پر حضرت ابوبکرؓ کے ساتھیوں نے آپ کو اپنا امیر تسلیم کر لیا تھا۔ لہٰذا اسی موقع پر انصار کی ایک بڑی تعداد نے بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کر لی تھی۔

Marfat.com

سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی حلیمی، اعلیٰ گفتاری، منطقی گفتگو اور حقائق بیانی کے باعث جس خوش اسلوبی سے نائب الرسول کا منصب طلب کرنے والے انصار کو قائل کر کے انہیں بلا جبر و اکراہ قریش میں سے خلیفہ بنانے کو منوا لیا تھا، وہ بلا شبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کا حصہ اور شان تھی۔ اس موقع پر اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ محض جذباتیت اور حقائق سے ماورا ہو کر کوئی قدم اٹھاتے تو اس کے نتائج اور ہی نکل سکتے تھے۔ بہر طور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مسئلے کو اپنی ذہانت اور حقائق شناسی کے باعث حل کر لیا تھا۔

قبائل کی بغاوت: ایک طرف تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں مدعیان نبوت نے سر اٹھا لیا تھا، اور دوسری طرف بعض قبائل کے ناپختہ ذہنوں والے سرداروں اور رئیسوں نے اسلام سے منہ موڑ کر ارتداد کو اختیار کر لیا تھا۔ اس طرح کئی شورشی قبائل اس ارتداد کا شکار ہو کر اپنے آپ کو ایک طرح سے خود سر اور خود مختار بھی بنا چکے تھے۔ انہوں نے تو اپنے جداگانہ سردار اور رئیس بھی بنا لئے تھے۔ گویا یہ قبائل بذات خود ہی اپنے آپ کو اسلامی دستور ریند یا دار الامن سے الگ سمجھنے لگے تھے۔ اس ذیل میں نعمان بن منذر نے بحرین میں، لقیط بن مالک نے عمان میں اور کندہ کے علاقوں کے سرداروں اور قبائلی امیروں نے دائرہ اسلام سے اپنے آپ کو خارج کر کے خود سری اپنا لی تھی۔

ان خود سر اور مرتد سرداروں اور حکمرانوں کی اس شورش سے مرکز اسلام اور ملت بیضا کو نقصان پہنچنے کا احتمال تھا۔ ویسے بھی ایک بار اسلام کو قبول کر کے مرتد ہو جانا فعل قبیحہ تھا۔ اس کے علاوہ عہد نبوی میں جہاں تک اسلام پھیل چکا تھا، اب اس میں مزید وسعت اور زیادہ فروغ کی ضرورت تھی، نہ کہ اس اسلام اور مرکز اسلام کا شیرازہ بکھیرنے والوں کو نظر انداز کر دینا چاہیے تھا۔ اس لئے خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان مرتدین کی جانب علاء بن حضرمیؓ، حذیفہ بن محصنؓ اور زیاد بن بسیدؓ کو بحرین، عمان اور کندہ کے علاقوں میں سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ اس طرح نعمان بن منذر کا استیصال ہوا۔ لقیط بن مالک مارا گیا اور کندہ کے لوگوں نے ارتداد سے توبہ کر کے دوبارہ اسلام کو قبول کر لیا تھا۔ گویا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں مرتدین کی شورشوں اور بغاوتوں کو دبانا اس عہد میں لا محالہ فروغ اسلام ہی کا ذریعہ ثابت ہوا۔

منکرین زکوٰۃ: عہد صدیقؓ کا ایک اور بڑا مسئلہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے روگردانی کرنے

Marfat.com

والوں کی تادیب تھی۔ اس دور میں بعض قبائل اور سرداروں نے اسلام میں رہتے ہوئے بھی باقاعدہ طور پر زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس دور میں زکوٰۃ کو باضابطہ طریقے سے مرکزی حکومت میں خلافت کی زیر نگرانی جمع کیا جاتا تھا اور پھر ایسی مرکزی بیت المال سے ضرورت مندوں اور مستحقین کو اس کی ادائیگی اور تقسیم کی جاتی تھی۔

اس دور میں جو افراد اور قبائل زکوٰۃ کے منکر ہوئے تھے وہ مسلمان ہونے کے حوالے سے توحید اور رسالت کو تو بدستور مانتے تھے لیکن زکوٰۃ کی ادائیگی میں پس و پیش سے کام لے کر انکاری ہو گئے تھے۔ اس انکار پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ شدید کارروائی کرنے پر غور و خوض کر رہے تھے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی چونکہ صاحب نصاب پر لازمی اور ضروری ہوتی ہے۔ اور ویسے بھی زکوٰۃ ادا کرنا اور ادا کرتے رہنا ارکان اسلام میں سے ایک بڑا رکن ہے' اس لئے اس کی بجا آوری میں کسی قسم کی ڈھیل یا لچک کی ہرگز گنجائش موجود نہیں ہے۔

دیگر قبائل کے قرائن اور شورشی لوگوں کے عزائم کو دیکھتے ہوئے' اور اس پر مستزاد خلافت صدیقی کو لاحق دیگر گوناں گوں مسائل اور مشکلات کے پیش نظر بعض صحابہ کرامؓ نے خلیفہ وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ مشورہ بھی دے دیا تھا کہ منکرین زکوٰۃ کے مرتکب ہونے والے مسلمانوں کے خلاف شدید کارروائی نہ کی جائے' اور یہی نہیں بلکہ ان کے خلاف تلوار اٹھانے سے بھی اجتناب برتا جائے۔ بعض صحابہ کرامؓ اس تلوار اٹھانے کے عمل کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ صحابہ کرامؓ کے اس طرح کے استدلال کے تناظر میں شاید یہ تاریخی وجوب بھی تھا کہ اس سے پیشتر کبھی ایسی صورت حال پیدا نہیں ہوئی تھی' اور ان کی خواہش تھی کہ منکرین زکوٰۃ سے حکمت عملی کے ساتھ نرمی کا سلوک کیا جائے۔

دو ٹوک فیصلہ: حضرت ابوبکر صدیقؓ جنہوں نے ختم الرسل نبی رحمت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنا بہترین اور بیشتر وقت گزارا تھا' اس لئے وہ فرماتے تھے کہ "انسان خود عظیم نہیں ہوتا بلکہ یہ عظمت اس کے کردار و عمل ہی کی ہوتی ہے"۔ لہٰذا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی عظمت کردار کا ثبوت دیا۔ انہوں نے اپنی پوری دینی بصیرت سے کام لیا کیونکہ ایک طرف منکرین زکوٰۃ تھے اور دوسری جانب صحابہ کرامؓ کی مختصر سی جماعت تھی' جو ایسے لوگوں کے ساتھ رعایت برتنے کا مشورہ دے رہی تھی۔ لہٰذا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس نازک اور نزاع اختیار کر جانے والے اس مسئلے میں کسی لچک کی گنجائش محسوس نہ کی۔ بلکہ انہوں نے اس معاملے میں بھی اولیت اور فوقیت صرف اور صرف تحفظ شریعت ہی کو دی۔ انہوں نے ارکان اسلام کی بجا آوری کو اہم اور تمام تر دنیاوی' پر خطر

Marfat.com

اور منصبی نسبتوں کی بالکل پرواہ نہ کی- اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے شریعت کے مقابلے میں مشورہ دے کر شریعت کو بدلنے والوں کی رائے پر خاموشی اختیار کرتے ہوئے اسلام کے ایک بنیادی اور اہم رکن' ادائیگی زکوٰۃ کو جاری اور زندہ رکھنے کے لئے بڑی متانت اور معتبر ذمے داری کے ساتھ یوں فرمایا-

"خدا کی قسم جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی زندگی میں بکری کا ایک بچہ زکوٰۃ میں دیتا تھا' اگر وہ اس کے دینے سے انکار کرے گا' تو میں اس کے مقابلہ میں جہاد کروں گا"-

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اس حقیقت بدوش اور ایمان افروز فیصلے اور حکم کو متعدد صحابہ کرامؓ نے پسند فرمایا اور بجا طور پر سراہا- حضرت عمرؓ جیسے پر جوش اور با اصول رفیق نے بھی خلیفہ راشد کو اسلام کے حق میں بہتر اور اہم قرار دیا- حضرت عمرؓ نے تو یہاں پر اعتراف کر لیا کہ "اگر آج ان منکرین زکوٰۃ کو ڈھیل دی جاتی اور انہیں زکوٰۃ نہ دینے پر چھوڑ دیا جائے تو کل وہ صوم وصلواۃ کے بھی منکر ہو جائیں گے- اور اس طرح اسلام تو ایک تماشا بن جائے گا"-

زکوٰۃ کی وصولی کے حوالے سے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فوری طور پر منکرین زکوٰۃ کی تادیب کی خاطر مختلف قبائل اور افراد کی جانب باقاعدہ فوجیں روانہ کر دیں- یہی نہیں بلکہ حضرت ابوبکرؓ نے اس معاملے کو اس قدر زیادہ اہم اور سنجیدہ جانا کہ وہ خود بھی دو قبائل بنی عبس اور بنی ذبیان کے مقابلے میں نکل کھڑے ہو گئے- ان دونوں قبیلوں کو زیر کر کے انہوں نے ایک بار پھر ان لوگوں میں نظام زکوٰۃ کو نافذ اور جاری کر دیا تھا-

گویا حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ان سنجیدہ اور فیصلہ کن کارروائیوں کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ منکرین زکوٰۃ نے باقاعدہ زکوٰۃ ادا کرنا شروع کر دی- اس طرح ایک طرف تو یہ فتنہ انکار زکوٰۃ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی ایک بار پھر بیت المال کے لئے رقم جمع ہونے لگی-

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی خلافت کا آغاز نہایت مخدوش اور گمبھیر حالات میں کیا تھا- کیونکہ رحلت رسول کریم صلی اللہ علیہ و سلم کے فوری بعد ہی چند ایک فتنے مثلاً ارتداد اور منکرین زکوٰۃ نے سر اٹھا لیا تھا- اس کے علاوہ جعلی اور کاذب دعویداران نبوت کا سب سے بڑا فتنہ بھی اسی عہد میں ابھرا تھا ----- لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان تمام امور' فتنوں اور مشکلات پر اپنی دینی بصیرت' دو ٹوک فیصلوں اور بروقت لیکن عملی اقدام کے باعث قابو پا لیا تھا- حضرت ابوبکر صدیقؓ کی انہی خدمات کے باعث بعض حوالوں سے

Marfat.com

انہیں دین متین اسلام کو حیات نو بخشنے والا بھی قرار دیا جاتا ہے۔

اسلام کی شیرازہ بندی: حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ابتدائی چند مہینوں میں دار الخلافہ اور سلطنت اسلامی کے اندرونی معاملات پر قدرے زیادہ توجہ دی۔ اس توجہ اور مناسب کارروائیوں کی اس لئے بھی فوری ضرورت تھی کہ اگر وہ ان امور کو پس پشت ڈالتے یا اپنے لچکیلے رویے سے ان پر ثانوی توجہ رکھتے تو لا محالہ کئی فتنے مزید بھی سر اٹھا سکتے تھے۔ اور دشمنان اسلام کے کئی خدشات کو تقویت پہنچتی اور کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم کی وفات کے بعد وارثان نبوت کمزور اور بے بس ہو جاتے اور اسلام کا شیرازہ بکھر کر رہ جاتا۔ اور شاید یہ دشمنان دین متین کی انہی سوچوں اور اس کے ساتھ ساتھ بغاوتوں اور شورشوں ہی کا نتیجہ تھا کہ پیغمبر اسلام کی وفات کے ساتھ ہی مسلمانوں میں سے بھی کئی فتنہ پرور لوگوں نے اپنے نبی ہونے کا دعویٰ بھی کر دیا تھا۔ یہ جعلی اور کاذب نبوتیں کس طرح اور کیوں سر اٹھا چکی تھیں، اس حوالے سے اسلام اور اللہ کے پیغمبر اول و آخر کو کس طرح نقصان پہنچ سکتا تھا، اس ساری صورت حال سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے حد سنجیدہ اور ایسے لوگوں کی سرکوبی کے لئے سب سے زیادہ مستعد اور فعال تھے۔ لہٰذا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مختصر سے عہد خلافت میں امت مسلمہ کو لاحق سب سے بڑے خطرے اور فتنے کو اپنی کوششوں سے ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا تھا۔

Marfat.com

باب-۷

کاذب مدعیان نبوت کا استیصال

چند پیش گوئیاں: خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم کے آخری رسول ہیں اس حوالے سے قرآن مجید نے خود ان کی شہادت دی ہے' اور دین اسلام کے مکمل ہو جانے کی نوید سنائی ہے۔ اس لئے نبی اول و آخر کے بعد اب کسی دوسرے نبی کی نہ تو ضرورت ہے اور نہ کوئی نبی بن کر آسکتا ہے۔ اس پس منظر میں حضرت خاتم النبیین نے خود بھی فرما دیا تھا کہ۔ "مجھے اپنی امت کے حق میں گمراہ کرنے والے اماموں یعنی خانہ ساز نبیوں کی طرف سے بڑا کھٹکا ہے"۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے تو یہاں تک بھی پیش گوئی فرما دی تھی کہ "میری امت میں ضرور تیس کذاب پیدا ہوں گے۔ جن میں سے ہر ایک اس کا مدعی ہو گا کہ وہ خدا کا نبی ہے"۔ اس کے ساتھ ہی حضور پر نورؐ نے تو اپنے خاتم النبیینؐ ہونے کے بارے میں دو ٹوک الفاظ میں فرمایا تھا کہ "حالانکہ میں آخری نبی ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہو گا"۔

ایک اور روایت میں یہاں تک بھی آیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ آخری زمانے میں ایسے کذاب ظاہر ہوں گے جو ایسی ایسی باتیں پیش کریں گے جو لوگوں اور ان کے آباؤ اجداد نے بھی نہ سنی ہوں گی۔ ایسے جعلی' خود ساختہ اور کاذب نبیوں کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا تھا کہ خبردار! ان سے بچنا اور اپنے دامن ایمان کو ان سے محفوظ رکھنا۔ مبادہ تمہیں گمراہ کر دیں اور فتنہ میں ڈال دیں"۔ (مسلم)

اس پس منظر میں دنیا کے تمام مسلمانوں کا اس امر پر یقین بلکہ ایمان ہے سلسلہ نبوت حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ و سلم کی ذات گرامی پر ختم ہو گا۔ اس کے بعد اگر کوئی نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا تو وہ از روئے شرع باطل' کاذب اور کفر و ارتداد کا پروردہ ہو گا۔

ابن صیاد: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی ان واضح شرعی براہین کے بعد بھی آپؐ کی زندگی ہی میں چند ایک باطل نبیوں نے اپنی نبوت کا اعلان کر دیا تھا۔ ان میں ابن صیاد مدنی سب سے مشہور تھا۔ چونکہ ابن صیاد کو سحر اور کہانت میں خاصی دسترس حاصل تھی' اس لئے اس نے سادہ لوح لوگوں میں اپنے انہی علوم کی بدولت نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا۔ ابن صیاد کا ایک

Marfat.com

مکالمہ تو رسالت مآب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ ہوا تھا۔ بہر صورت وہ باطل اور کاذب تھا اور باطل اور کاذب ہی ثابت ہوا۔

اسود عنسی: حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم ابھی حالت مرض ہی میں تھے کہ آپؐ نے دو جھوٹے نبیوں کے ظہور کی پیش گوئی کر دی تھی۔ ان میں سے ایک کاذب اسود عنسی اور دوسرا مسیلمہ کذاب تھا۔ اسود عنسی یمن کا باشندہ تھا۔ بنیادی طور پر وہ شعبدہ باز اور کاہن تھا۔ اس نے اپنے ایک گدھے کو اس طرح سدھایا ہوا تھا کہ وہ گدھا اسود عنسی کے اشارے پر سجدہ ریز ہو جاتا تھا اس شعبدہ بازی سے اس نے کئی لوگوں کو اپنی جعلی نبوت کا گرویدہ بنا لیا تھا۔ دعوائے نبوت کے بعد اسود عنسی نے تھوڑی سی فوج بھی بنا لی تھی۔ لہٰذا وہ اپنی اس فوج کے بل بوتے پر بحران پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ اس کے بعد تو اس نے اپنی فوج کو اور بھی زیادہ بڑھا لیا۔ گویا اب جعلی نبوت کے ساتھ ساتھ فوج کی ایک جمعیت بھی اس کے ساتھ ہو گئی تھی۔ اس اسود عنسی کے خلاف رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم نے صنعاء کے مسلمانوں کو جہاد کرنے کے لئے ارشاد فرما دیا تھا۔

اسود عنسی پہلا شخص تھا جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے دور ہی میں ارتداد کا مرتکب ہوا اور اس نے اپنی نبوت کا بھی دعویٰ کر دیا تھا۔ اسود عنسی یمنی باشندہ تھا۔ حالانکہ جب اہل یمن مسلمان ہو گئے تھے تو اس وقت حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے یمن کی حکومت باذان کو تفویض کردی تھی۔ باذان کی وفات پر یمن کی حکومت کو گیارہ افراد میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ ان گیارہ افراد کا ابھی تقرر کیا ہی جا رہا تھا کہ حضور خاتم المرسلین واصل بحق ہو گئے۔ اس طرح آخری حاکموں کو خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روانہ کیا تھا۔ لیکن اس وقت تک اسود عنسی ہی یمن کے بیشتر علاقوں کا حاکم بن چکا تھا۔ اس کے مقابلہ کے لئے صنعا کے مسلمان قدرے کمزور تھے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے جب یمن کے لئے گیارہ حاکم مقرر کیے تھے تو اس کا ایک بنیادی مقصد یہ بھی تھا وہ باطل نبی اسود عنسی کے خلاف جہاد اور جنگ بھی کریں۔

اسی دوران میں اسود عنسی نے صنعا پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور صنعا کے حاکم کی مسلمان بیوی کو زبردستی اپنی زوجیت میں لے لیا تھا۔ اس لئے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے اپنی زندگی ہی میں حضرت معاذ بن جبل کو اسود عنسی کا قلع قمع کرنے کے لئے روانہ کر دیا تھا۔ اس کے بعد حضرت معاذ بن جبل نے فیروز دیلمی کی معاونت سے اسود عنسی کو جہنم واصل کر دیا تھا۔ ادھر مدینہ منورہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم ابھی زندہ ہی تھے کہ آپؐ نے لوگوں کو اسود

Marfat.com

عنسی کی موت کی بشارت سنا دی تھی۔

پھر چند روز کے بعد حضرت معاذ بن جبلؓ کی جانب سے ایک پیامی جب مدینہ منورہ میں اسود عنسی کے قتل کی خبر لے کر پہنچا تو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم واصل بحق ہو چکے تھے۔ اور اس وقت تک خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسند خلافت پر متمکن ہو چکے تھے۔ اس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو سب سے پہلی خوشخبری نصیب ہوئی وہ نبوت کے کاذب دعوے دار اسود عنسی کے قتل ہی کی تھی۔ گویا اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یمن کے لوگوں کو مبارک باد دی اور اپنی خوشنودی کا پیغام بھجوا دیا تھا۔ ادھر یمن کے تقریباً تمام لوگوں، بالخصوص صنعا کے مسلمانوں نے اسود عنسی کے قتل پر بڑی خوشیاں منائی تھیں۔ اس جعلی نبی کے قتل کو تاریخ اسلام میں مسلمانوں کی ایک اہم فتح قرار دیا جاتا ہے۔

مسیلمہ کذاب: مسیلمہ بن کبیر بن حبیب المعروف کذاب یمامہ یا مسیلمہ کذاب نے بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی حیات مبارک ہی میں اپنی باطل نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ جب مسیلمہ نے اپنی نبوت کا دعویٰ کیا اس وقت وہ خاصا بوڑھا ہو چکا تھا۔ اس نے اپنی نبوت کا یہ دعویٰ محض دنیاوی اعزاز کے لئے کیا تھا۔ مسیلمہ بھی بیشتر عربوں کی طرح کلام کرنے میں بے بدل، طاقت لسانی اور فصاحت و انشا پردازی میں بڑا ممتاز تھا۔ اپنی اس علمیت کے باعث اس نے لوگوں کو من گھڑت وحی و الہام کے فسانے سنانا شروع کر دیئے تھے۔ اس طرح بعض لوگ اس کذاب کی باتوں کے سحر میں آنے لگے تھے۔ بنو حنیفہ نے تو اسے نبی مان بھی لیا تھا۔

اس ابتدائی کامیابی کے بعد مسیلمہ کذاب نے تو ختم الرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم کو اس نقطہ نظر سے خط لکھ دیا تھا کہ وہ بھی آپؐ کی نبوت میں شریک اور شامل ہے۔ مسیلمہ کذاب نے جو مضحکہ خیز خط حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کو لکھا وہ اس طرح ہے۔

"مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کے نام۔ معلوم ہو کہ میں امر نبوت میں آپ کا شریک کار ہوں (عرب کی) سرزمین نصف ہماری اور نصف قریش کی ہے۔ لیکن قریش کی قوم زیادتی اور بے انصافی کر رہی ہے"۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم خاتم النبیین نے مسیلمہ کذاب کے قاصدوں کے ساتھ معمولی بات چیت کے بعد، اس کاذب اور جعلی، خود ساختہ، نام نہاد نبی کے نام جو تاریخی خط لکھوا بھیجا وہ درج ذیل ہے۔

Marfat.com

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ کے رسول محمد الرسول اللہ کی جانب سے مسیلمہ کذاب کے نام۔ سلام اس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرے' اس کے بعد معلوم ہو کہ زمین اللہ کی ہے۔ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا مالک بنا دیتا ہے اور عاقبت کی کامرانی متقیوں کے لئے ہے"۔

بہر صورت مسیلمہ کذاب پر جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے مکتوب مبارک نے صورت حال واضح کر دی تو اس کے باوجود وہ اپنی باطل نبوت کے پرچار پر ڈٹا رہا۔ اس نے اپنے پیروکاروں کو یہ تاثر دینا شروع کر دیا تھا کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم کی رسالت میں برابر کا شریک ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس نے تو یہ فلسفہ بھی دینا شروع کر دیا تھا کہ ہر امت کے لئے کم از کم دو پیغمبر چاہئیں۔ اس کے ساتھ ساتھ مسیلمہ کذاب نے اپنے اوپر ایک صحیفہ بھی اتار رکھا تھا۔ اس کاذب نبی کا مذہب اور مسلک ایک طرح سے "عامیانہ اور رندانہ" تھا۔ اور اس میں نفسانی خواہشات کو بہت اہمیت دی گئی تھی۔ وہ حرمت خمر کے خلاف تھا۔ اس لئے اس کے پیروکار شراب اور شباب کے رسیا بن گئے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کے باطل مذہب نے لوگوں کو بے حیائی' زنا اور حرام کاری کی وافر سہولتیں فراہم کر دی تھیں۔ مسیلمہ کذاب نے اپنی نبوت کے زعم میں لوگوں کو فجر اور عشاء کی نمازوں سے رہائی دے دی تھی۔ اس پر جو کتاب اتری اس کا نام جعلی نبی نے "فاروق اول" بتایا تھا۔ اس کے اس کی کتاب میں کئی مسجع عبارتیں بھی شامل تھیں۔ اہل عرب نے جلد ہی محسوس کر لیا تھا اس کے صحیفہ "فاروق اول" کا سارا کلام بے ہودہ' بے معنی اور مضحکہ خیز تھا۔ معجزات کے طور پر اس نے عام دنیا کی دو ایک شعبدہ بازیاں بھی اپنا رکھی تھیں۔

مسیلمہ کذاب نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی حیات مبارک میں تو ایک طرح خاموش تبلیغ پر توجہ دی' لیکن وصال النبی کے بعد جب بعض قبائل میں ارتداد پھیلا اور کاذب نبیوں نے راہ پالی تو اس وقت مسیلمہ کذاب نے بھی از سر نو اپنی نبوت کی دکان چمکا لی تھی۔ اس کے دین باطل نے لوگوں کو اپنی کشش میں لینا شروع کر دیا تھا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے اپنی زندگی ہی میں اس نبی کاذب کا قلع قمع کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ لیکن پھر خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو ان جعلی اور کاذب مدعیان نبوت کا باقاعدہ طور پر استیصال کرنے پر سنجیدگی سے توجہ دی تھی۔

حضرت عکرمہؓ کا مقابلہ: حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے لئے ابوجہل کے بیٹے حضرت عکرمہؓ کو ایک فوج دے کر بھیجا تھا' لیکن اس کے جلد بعد انہوں نے

Marfat.com

شرجیل بن حسنہؓ کو ایک کمک دے کر مزید روانہ کر دیا تھا۔ لیکن اس کمک کے پہنچنے سے پیشتر ہی حضرت عکرمہؓ نے مسیلمہ کذاب کا خاتمہ کرنے کے لئے لڑائی شروع کر دی تھی۔ حضرت عکرمہؓ کی اس عجلت اور جذباتی فیصلوں کے باعث اس لڑائی میں مسلمانوں کو نقصان اٹھانا پڑا' اور اس طرح ایک بار وقتی طور پر مسیلمہ کذاب کے سپاہیوں نے فتح حاصل کر لی تھی۔ ابھی شرجیل بن حسنہ اپنی کمک لے کر نہیں پہنچا تھا کہ اسے حضرت عکرمہؓ کی ہزیمت کی اطلاع مل گئی تھی' اس لئے شرجیل نے قدرے توقف سے کام لیا اور اپنے سپاہیوں کو دور ہی روک لیا تھا۔

بہر صورت ادھر حضرت عکرمہؓ نے اپنی ناکامی اور ہزیمت کے بارے میں خلیفہ وقت حضرت ابوبکر صدیق کی خدمت میں اطلاع بھجوا دی تھی۔ اس ہزیمت اور ناکامی پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عکرمہؓ کو جواباً لکھا کہ "یوں لگتا ہے کہ تم نے میری ہدایات پر عمل نہیں کیا۔ بہرصورت شرجیل بن حسنہ کو تمہاری مدد کے لئے پہلے ہی روانہ کیا جا چکا ہے' اس لئے اب ضروری ہے کہ تم اس وقت تک کوئی کارروائی نہ کرنا جب تک شرجیل تمہارے پاس نہ پہنچ جائے"۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عکرمہؓ کی جذباتی کارروائی کے حوالے سے مزید لکھا تھا کہ "مجھے افسوس ہے کہ تم ابھی استادانہ امور جنگ سے واقف نہیں ہوئے' اور شاید کسی کی شاگردی کرنے کو بھی عیب سمجھتے ہو۔ تمہیں شرجیل بن حسنہؓ کی کمک پہنچنے سے پہلے ہرگز لڑائی شروع نہیں کرنا چاہیے تھی۔ لیکن اب جو ہو چکا ہے اس پر پریشان ہونے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ مزید یہ کہ تمہاری اس ہزیمت اور پست ہمتی نے لوگوں کے دلوں میں کئی طرح کی غلط فہمیاں پیدا کر دی ہیں۔ اس لئے اب تمہارا مدینہ واپس آنا زیادہ مستحسن نہیں ہو گا۔ اس پر مستزاد یہ کہ اب تم مدینہ آنے کے بجائے حدیفہ اور عرفجہ سے مل کر مہاجرین کی طرح عمان اور مہرہ والوں کا مقابلہ کرو۔ میرے خیال میں تمہارے لئے اب یہی مناسب اور بہتر ہے"۔

اس کے ساتھ ساتھ جعلی مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شرجیل بن حسنہؓ کو لکھا کہ "تم خالد بن ولید کے صوبوں کی طرف چلے جاؤ۔ اور جب مسیلمہ کی لڑائی میں کامیاب ہو جاؤ تو قضاعہ کا رخ کرو' اور عمرو بن العاصؓ کے ساتھ مل کر مرتدین قضاعہ سے جہاد کرو"۔

خالدؓ بن ولید کی کارروائی: اسی اثناء میں حضرت خالدؓ بن ولید بطاح سے فارغ ہو کر مدینہ واپس پہنچ چکے تھے۔ اس موقع پر خلیفہ المسلمین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو مسیلمہ کذاب کے خلاف کارروائی کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس کے

Marfat.com

ساتھ ہی ایک بھاری فوج بھی حضرت خالدؓ بن ولید کے ساتھ کر دی گئی تھی۔ مسلمانوں کی اس فوج میں انصار اور مہاجرین دونوں کے لشکر شامل تھے۔ انصار کے امیر حضرت ابو حذیفہؓ اور زید بن خطابؓ مقرر ہوئے اور مہاجرین کے امیر حضرت ثابت بن قیسؓ اور حضر براء بن عازبؓ تھے۔

مسیلمہ کذاب نے اپنے باطل مسلک اور مذہب کے حوالے سے ہزاروں لوگوں کو اپنا پیروکار بنا لیا تھا۔ اور ساتھ ہی ایک بہت بڑی فوج بھی بنا لی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ اس وقت مسیلمہ کذاب کی فوج کی تعداد چالیس ہزار سے بھی زیادہ تھی۔ اکثر سپاہی اور فوجی جنگجو اور آزمودہ کار سپاہی تھے۔ مسیلمہ کذاب کی یہ ساری فوج کئی طرح کی جنگی حکمت عملی کے تحت دیہات اور شہروں میں پھیلی ہوئی تھی ---- مسیلمہ کذاب کے سپاہیوں کے مقابلے میں مسلمانوں کی تعداد تھوڑی تھی، لیکن مسلمان مجاہدین کا جوش اور جذبہ زیادہ فراواں تھا۔ اور ہر مسلمان سپاہی جذبہ شہادت سے سرشار تھا۔ بہر صورت اب حضرت خالدؓ بن ولید بڑی برق رفتاری کے ساتھ اس جعلی نبی مسیلمہ کذاب کا قلع قمع کرنے کے لئے یمامہ کی جانب بڑھ رہے تھے۔

لیکن ادھر شرجیل بن حسنہؓ نے بھی حضرت عکرمہؓ کی طرح عجلت سے کام لیا اور اس نے خالدؓ بن ولید کی آمد کا بھی انتظار نہ کیا۔ اس طرح مسیلمہ کذاب کے سپاہیوں نے ایک بار پھر اسلامی لشکر کو ہزیمت اور ناکامی سے دوچار کر دیا تھا۔ اس ناکامی کی خبر پر حضرت خالدؓ بن ولید نے شرجیل بن حسنہؓ کو سخت ملامت کی اور کہا کہ ہماری آمد کا انتظار کئے بغیر ہی کیوں جنگ شروع کر دی تھی۔ اس لئے تمہاری عجلت کے باعث مسیلمہ نے مسلمانوں کو تہہ تیغ کر کے انہیں ہزیمت سے دوچار کر دیا۔ دوسری جانب اس سے مسیلمہ کی فوج میں اضافہ بھی ہو رہا ہے۔

اسی اثناء میں حضرت خالدؓ بن ولید کی مزید مدد کے لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک اور لشکر بھی بھجوا دیا تھا۔ پھر اس کے ساتھ ہی حضرت عمر فاروقؓ کے مشورے سے خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصحاب بدر کو بھی مسیلمہ کذاب کے خلاف معرکوں میں شریک ہونے کے لئے کہہ دیا تھا۔ ادھر جب مسیلمہ کذاب کو جب مسلمانوں کی اس بھاری جمعیت کی اطلاع ملی تو وہ بھی اپنی فوج کے ساتھ تیاری کرنے لگا۔ اب مسیلمہ کذاب نے اپنی فوج کو ٹکڑیوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ مسیلمہ کذاب کا ایک لشکر جو مجاعہ بن مرارہ کی قیادت میں شرجیل بن حسنہؓ کے مقابلے میں آیا۔ شرجیلؓ نے اب کی بار بہادری کے خوب جوہر دکھائے اور مجاعہ کے لاتعداد آدمیوں کو قتل کر کے مجاعہ بن مرارہ کو بھی گرفتار کر لیا۔

Marfat.com

مسیلمہ کذاب پر غلبہ: اس کے بعد چند ایک معمولی کارروائیوں کے بعد حضرت خالدؓ بن ولید بھی سر پر آن پہنچا تھا۔ مسیلمہ کذاب کی فوج کی تعداد چالیس ہزار اور مسلمانوں کی تعداد صرف تیرہ ہزار تھی۔ بہرصورت حضرت خالدؓ بن ولید نے سب سے پہلے تو مسیلمہ کذاب اور اس کے ساتھیوں کو راہ راست پر آنے اور دین حق کو قبول کرنے کی دعوت دی۔ لیکن مسیلمہ نے اس دعوت پر کوئی توجہ نہ دی۔ اس کے بعد دونوں فوجوں کا باقاعدہ آمنا سامنا ہوا۔ ابتدائی فردا" فردا" مقابلے کے بعد دونوں فوجوں میں گھمسان کا رن پڑا۔ یہ معرکہ اتنا بڑا اور کڑا تھا کہ اسلام کو اس سے پیشتر اتنی بڑی جنگ کا کوئی سامنا نہیں ہوا تھا۔ بہرصورت دونوں طرف کا جانی نقصان ہونے لگا۔ ایک بار تو حضرت خالدؓ بن ولید کے خیمے کو بھی دشمنوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔

پھر اسی جنگ میں حضرت زیدؓ حضرت ثابتؓ اور ابو حذیفہ نے رجز خوانی کر کے مسلمانوں کے حوصلے بلند کئے۔ یوں شدید حملوں کا سلسلہ شروع ہوا اور اسلامی لشکر اللہ اکبر کے نعرے بلند کرتا ہوا دشمن پر بڑی شدت کے ساتھ بجلی کی طرح ٹوٹ پڑا۔ بڑے بڑے اکابر صحابہؓ نے بھی جام شہادت نوش کیا۔ مسیلمہ اپنی کبرسنی کے باوجود خود بھی ڈٹ کر لڑتا رہا۔ ادھر حضرت خالدؓ بن ولید تن تنہا تائید ایزدی سے دشمنوں پر قہر خداوندی بن کر ٹوٹتے رہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ مسیلمہ کذاب کو راہ حق پر آنے کی دعوت بھی دیتے رہے۔ لیکن مسیلمہ کذاب اپنی فوج کی کثرت پر فخر کرتا ہوا بالآخر حضرت حمزہ کے قاتل وحشی جو اب مسلمان ہو چکا تھا' کے ہاتھوں مارا گیا۔ وحشی نے مسیلمہ کذاب کا سر قلم کر کے نیزے پر چڑھا دیا تھا۔ اسی موقع پر وحشی نے خود ہی اقرار کر لیا تھا کہ آج میں نے کاذب نبی مسیلمہ کذاب کو جہنم واصل کر کے اپنے پہلے جرم یعنی حضرت حمزہ کو شہید کرنے کی تلافی کر دی ہے۔

مسیلمہ کذاب کی موت کے بعد اس کے لشکر میں بھگدڑ مچ گیا۔ مسیلمہ کذاب کے پیروکاروں میں سب سے بڑی تعداد بنی حنیفہ کی تھی' اس لئے اس معرکہ حق و باطل میں مسیلمہ کذاب کے اکیس ہزار افراد مارے گئے اور چھ سو ساٹھ مسلمان شہید ہوئے۔ بہرصورت اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسیلمہ کذاب اور اس کے پیروکار مرتدین پر کھلم کھلا فتح دے کر دین متین کو برحق اور فائق ثابت کر دکھایا۔

حضرت خالدؓ بن ولید ابھی اس معرکہ حق و باطل میں مصروف تھے' اس اثناء میں خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مسلمہ بن وقشؓ کے ذریعے سے یہ پیغام بھجوا دیا تھا کہ "اگر خدائے عزیز و برتر مرتدین پر فتح یاب کرے تو بنی حنیفہ میں سے جس قدر افراد بالغ ہو چکے ہوں' وہ سب

Marfat.com

بجرم ارتداد قتل کیے جائیں اور عورتیں اور کم سن لڑکے حراست میں لے لئے جائیں"۔

اس سے پیشتر کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہ پیغام پہنچتا' حضرت خالدؓ بن ولید مسیلمی فوجوں پر فتح حاصل کر کے' ان لوگوں کے ساتھ ایک معاہدہ کر چکے تھے' لہٰذا اس طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اس فرمان پر با امر مجبوری عمل نہ ہو سکا اور بنی حنیفہ کے بیشتر لوگ اپنی جانیں بچانے میں کامیاب ہو گئے۔ لیکن اس واقعہ سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک مرتد کی سزا قتل ہے۔ لیکن چونکہ اب دونوں فوجوں کے درمیان معاہدہ ہو چکا تھا' اس لئے بنی حنیفہ کا ایک وفد جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وفد کو بجا طور پر عزت و احترام بخشا۔

فتنہ مسیلمہ کذاب اور اس کی باطل نبوت کو خاک میں ملانا حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور خلافت کا ایک اہم واقعہ ہے اور تاریخ اسلام میں حق و باطل کا یہ معرکہ تاریخ کے بڑے بڑے واقعات حربی میں شامل ہوتا ہے۔ اس معرکہ میں جو چھ سو ساٹھ مسلمان شہید ہوئے' ان میں کم و بیش چالیس اصحاب نبویؐ بھی شامل تھے۔

سجاح بنت حارث تمیمیہ: رحلت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے بعد جس طرح چند ایک کاذب اور باطل مردوں نے نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا' اسی طرح ہوازن کے قبیلہ بنی تمیم کی ایک خوب رو اور حسین و جمیل خاتون نے بھی نبیہ ہونے کا دعویٰ کر دیا تھا۔ سجاح مذہبی طور پر عیسائی عورت تھی۔ نہایت فصیحہ و بلیغہ تھی۔ ایک وقت تک اس کے حوصلے بھی بلند رہے تھے' وہ بہت اچھی اور شعلہ بیان مقررہ بھی تھی۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ سجاح پر شباب اور جملہ نسوانی اوصاف میں بھی پر کشش تھی۔ جدت طرازیوں میں ملکہ حاصل تھا۔ یہ نبوت کا دعویٰ بھی ایک طرح کی جدت طرازی کا کرشمہ تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ اس نے مسیلمہ کذاب کی باطل اور خود ساختہ اور نام نہاد نبوت کو دیکھتے ہوئے بھی شہہ پالی تھی۔ اس خاتون نے اپنی فصاحت بیانی کے بل بوتے پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی وفات کے ساتھ ہی اعلان نبوت کر دیا تھا۔ اس نے یہاں تک بھی کہنا شروع کر دیا تھا کہ اس پر وحی بھی اترتی ہے۔ اس پر جلد ہی چند ایک عیسائی اس کی نبوت پر ایمان لے آئے تھے۔

تاریخ مذاہب میں اس سے پیشتر بھی زمانہ یہودیت میں بھی ایک خاتون نے اپنی نبوت کا اعلان کیا تھا۔ یہودیوں کے مطابق اس نبیہ پر باقاعدہ وحی بھی اترتی تھی۔ اس عہد قدیم کی نبیہ کا نام "ہلدا" تھا۔ ہلدا بنیادی طور پر یہودی النسل تھی۔ ہلدا کی نبوت کے بارے میں اتنا تو ضرور

Marfat.com

کہا جا سکتا ہے کہ اسے اس عہد کے یہودیوں نے دوسرے عام نبیوں کی طرح تسلیم کر لیا تھا۔ اور اس عہد جدید کی خوبرو نبیہ سجاح کو سب سے پہلے چند ایک عیسائیوں نے نبی تسلیم کر لیا تھا۔

سجاح کو سب سے پہلے جس عیسائی سردار نے قبول کر لیا تھا۔ اس کا نام ہذیل بن عمران تھا۔ یہ سردار اپنی قوت اور بہادری میں بھی خاصا مشہور تھا۔ اس لئے اس قدر جری اور دلیر پیروکار کے باعث سجاح کی نبوت کو بھی ایک طرح کی قوت میسر آئی تھی۔ سجاح کی پر اثر اور مرصع و مسجع عبارتوں سے مرد حضرات بہت جلد متاثر ہو جاتے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ انہیں سجاح بنت حارث تمیمیہ نے ارد گرد کے قبائل کو مسجع اور مقفی عبارتوں والے دعوت نامے اور خطوط بھی ارسال کئے تھے۔ لہٰذا ان خطوط سے متاثر ہو کر بھی کئی قبائل نے اسلام کو چھوڑ کر سجاح کے کاذب مسلک کو قبول کر لیا تھا۔ یوں رفتہ رفتہ اس باطل نبیہ کے لشکر میں بہت سے لوگ جمع ہو چکے تھے۔ اس لشکر اور جمعیت کو لے کر اب تو وہ باطل نبیہ مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہو گئی تھی' وہ مدینہ منورہ میں ایک حملہ آور کے طور پر داخل ہوئی تھی۔ لیکن اسی اثناء میں سجاح کو کسی نے یہ باور کرا دیا تھ کہ وہ مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکے گی۔ اس لئے سجاح نے اب مسلمانوں میں کئی طرح سے نفاق اور نا اتفاقی پیدا کرنے کی کوشش شروع کر دی تھی۔

مسیلمہ اور سجاح کا اتحاد: تاریخی طور پر یہ وہ عہد تھا جب حضرت ابوبکر صدیقؓ یمامہ کے مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے لئے حضرت خالدؓ بن ولید کو ایک بھاری فوج دے کر روانہ کر چکے تھے۔ حالات و واقعات نے جلد ہی یہ صورت پیدا کر دی تھی کہ سجاح اور مسیلمہ کذاب نے باہم اتحاد کر لیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی سجاح کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے مسیلمہ کذاب نے سجاح سے کہا "کہ عرب کی وہ سلطنت کہ جو میں نے بقدر نصف قریش کو دینے کا ارادہ کیا تھا وہ آپ کی نذر کرتا ہوں"۔ اس کے بعد مسیلمہ کذاب اور سجاح کی ملاقات کا اہتمام ہوا۔

کاذب نبی مسیلمہ کذاب اور باطل نبیہ سجاح کی ملاقات کی تفصیلات بڑی ہی مضحکہ خیز ہیں۔ بہرکیف بوڑھے مسیلمہ کذاب نے جواں سال سجاح سے شادی کر لی تھی۔ اس طرح خاوند نبی اور بیوی نبیہ ہو گئی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ مسیلمہ کذاب نے سجاح سے شادی کے وقت بطور مہر کے صبح اور عشاء کی نمازوں کی چھوٹ اور معاف کر دینے کا اعلان کر دیا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی جانب سے مسیلمہ کذاب کی باطل اور جعلی نبوت کے قلع قمع کے لئے حضرت خالدؓ بن ولید نے جب مسیلمہ کو قتل کرنے کے بعد صلح کا معاہدہ کر لیا تھا تو اس

Marfat.com

وقت صلح کی شرائط کو سجاح نے بھی تسلیم کر لیا تھا۔ اس کے بعد سجاح بنت حارث تمیمیہ زندہ و سلامت جزیرہ کی طرف واپس روانہ ہو گئی تھی۔

مسیلمہ کذاب کی مسلمانوں کے ہاتھوں ذلت ناک شکست اور مسیلمہ کذاب کی سجاح کے ساتھ چٹ منگنی پٹ بیاہ کے عمل اور مہر کی مضحکہ خیز ادائیگی کے بعد سجاح کے پیروکار بالکل حیران و پریشان ہو کر رہ گئے تھے۔ لہٰذا انہوں نے سجاح کا ساتھ چھوڑنا شروع کر دیا تھا۔ یوں سجاح کے پیروکار بتدریج معدوم ہوتے گئے یا اس کے مسلک سے بھاگتے گئے تھے۔ اور اس کے بعد سجاح نے بھی خاموشی اور گوشہ نشینی میں وقت گزارنا شروع کر دیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اپنی آخری عمر میں حضرت امیر معاویہؓ کے عہد میں سجاح بنت حارث تمیمیہ بصرہ میں آگئی تھی اور پھر اس نے دین اسلام بھی قبول کر لیا تھا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی وفات کے فوراً بعد باطل اور کاذب نبیوں کا ایک ضرر رساں اور اسلام کا شیرزاہ بکھیر کر رکھ دینے والا جو فتنہ اٹھا تھا' اس کو فوری طور پر کچل کر رکھ دینا ضروری تھا۔ لہٰذا ان الحاد و ارتداد کی کوششوں کا خاتمہ کرنے کے لئے خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سب سے زیادہ توجہ دینا پڑی۔ کیونکہ نبی خاتم صلی اللہ علیہ و سلم کے بعد لوگوں میں خود ساختہ اور باطل نبیوں کے باعث بعض مسلمانوں نے ارتداد اختیار کرنا شروع کر دیا تھا قبائل کے قبائل مرکز اسلام سے باہر ارتداد کا شکار ہو گئے تھے۔ یہی نہیں بلکہ ان باطل اور کاذب مدعیان نبوت نے تو مرکز اسلام مدینۃ النبی پر یلغار اور حملوں کے منصوبے بھی بنا لیے تھے۔ اس لئے بھی ضروری ہو گیا تھا' ان فتنہ سازیوں کا تدارک کیا جائے۔

حضرت ابوبکرؓ کی حکمت عملی: حضرت ابوبکر صدیقؓ نے امامت نبویؐ اور مسند خلافت سنبھالنے کے ساتھ ہی سب سے پہلا کام جو کیا وہ یہی تھا اور اس کے بعد انہوں نے انہی جعلی نبیوں کو ختم کرنے کے لئے اہم اقدامات اپنائے۔ حضرت ابوبکر صدیق مدعیان نبوت کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کے بارے میں اس قدر سنجیدہ اور متفکر تھے کہ انہوں نے سب سے پہلے مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے لئے سب سے پہلے ایک لشکر حضرت عکرمہؓ (بن ابوجہل) کی سرکردگی میں روانہ کیا۔ اور پھر اس لشکر کی روانگی کے بعد ایک اور لشکر تیار کیا ـــــ لیکن حضرت عکرمہؓ نے بذات خود مسیلمہ کذاب کی قوت اور فوجی جمعیت کا اندازہ لگائے بغیر لڑائی چھڑا دی تھی' اس لئے اسے ہزیمت اٹھانا پڑی۔ اس کی خبر جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچی تو آپؓ اس سے پہلے ہی ایک کمک شرجیل بن حسنہؓ کی سرکردگی میں روانہ کر چکے تھے۔ اس کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسیلمی فوجوں کی کثرت

Marfat.com

اور مسیلمہ کی یقینی تادیب اور سرکوبی کی خاطر ایک اور بڑی فوج ایک تواتر کے ساتھ حضرت خالدؓ بن ولید کی سربراہی میں روانہ کردی تھی اور اس کے ساتھ اس ساری کارروائی کی ذمے داری حضرت خالدؓ بن ولید ہی کے سپرد کردی تھی۔ اس کے بعد بھی جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسیلمہ کذاب کی سرکوبی میں ذرا بھی تاخیر محسوس کی تو پھر انہوں نے حضرت خالدؓ بن ولید کے لئے بھی مزید کمک کا اہتمام کر کے ایک لشکر اصحاب بدر پر مشتمل عسکر سلیطؓ کی قیادت میں روانہ کر دیا تھا۔ لشکروں اور فوج کی اس پے بہ پے روانگی اور اسلامی لشکر کے لئے مسلسل کمک کا اہتمام کرنا اس امر کو واضح کرتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جعلی اور کاذب نبی مسیلمہ کذاب کو ہر حالت میں واصل جہنم کرنا چاہتے تھے' اور مرتدین کا بھی مکمل خاتمہ چاہتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ باطل نبی اور اس کے باعث ارتداد کا شکار ہونے والے لوگوں کو بھی ختم کرنے کے لئے فوری اور خصوصی احکامات جاری کر دیئے تھے۔ کیونکہ حضرت خالدؓ بن ولید کاذب نبی پر اپنی فتح اور کامیابی کی خبر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک نہیں پہنچا سکا تھا کہ اسی اثناء میں اسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیغام پہنچ گیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں فتح و نصرت سے ہمکنار کرے تو اس کے بعد تم تمام تابع مرتدین کو قتل کر دینا' لڑکوں اور عورتوں کو حراست میں لے لینا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان احکامات سے واضح ہوتا ہے کہ وہ مسلمان ہونے کے بعد دوبارہ الحاد و ارتداد میں جانے والوں کو بہر صورت قتل کے مستحق قرار دیتے تھے۔ لیکن یہ تو اتفاق ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا پیغام پہنچنے سے پہلے ہی کامیابی و کامرانی حاصل کرنے کے بعد حضرت خالدؓ بن ولید نے دشمن کو ایک معاہدہ کر کے امن و امان کی صورت پیدا کر دی۔ حالانکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ تو مسیلمہ کذاب اور جعلی نبوت کی ہر نشانی اور علامت کو یکسر مٹا دینے کے متمنی تھے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے مختصر سے عہد خلافت میں نبوت کے سب سے بڑے کاذب اور جعلی نبی مسیلمہ کذاب اور اس کے فتنے کو ختم کر کے اسلام کی شیرازہ بندی کو برقرار رکھا۔ اور آئندہ کے لئے جعلی نبیوں کے لئے عبرت امور مثالیں قائم کر دیں۔ اور ان سب سے بڑھ کر یہ بھی ثابت کر دکھایا کہ مسلمان حضور پر نور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر کس قدر پختہ اور صادق ایمان رکھتے ہیں کہ اس کی حفاظت اور ناموس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہیں کرتے۔

Marfat.com

باب-۸

عہد صدیقیؓ کی فتوحات

رسول خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم نے اپنی زندگی ہی میں حضرت اسامہ بن زیدؓ کی سربراہی میں ایک لشکر شام کی جانب بھیج چکے تھے۔ ابھی یہ لشکر اسلام زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و سلم وفات فرما گئے۔ اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق کو جب جمہور نے اپنا خلیفہ تسلیم کر لیا تو چند افراد نے مشورہ دیا کہ اس نازک موقع پر لشکر اسلام کو دارالخلافہ سے دور نہ بھیجا جائے۔ لیکن خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ کے رسول کے حکم کے مطابق اس لشکر کو شام کی جانب اپنا سفر جاری رکھنے کا حکم دیا' بلکہ وہ تو خود بھی اس لشکر کو روانہ کرنے کے لئے پا پیادہ قافلے کے ساتھ چلتے رہے تھے۔ بہرصورت اسامہ بن زیدؓ کی سربراہی میں یہ لشکر چالیس دن کے بعد مدینہ منورہ کامیابی سے ہم کنار ہو کر واپس پہنچا تھا۔ عہد صدیقیؓ کی یہ پہلی بڑی فتح اور کامرانی تھی۔

اگرچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو مدینہ منورہ دارالخلافہ سے دور بھیج دیا تھا' لیکن اس کے باوجود آپ مدینہ منورہ کے تحفظ سے غافل نہیں رہے تھے۔ اور یہ امر بھی اپنی جگہ پر اٹل تھا کہ سارا عرب مسلمانوں کا دشمن تھا' اس لئے دارالخلافہ ہروقت بیرونی حملوں اور یورشوں کے خدشات سے محفوظ نہیں تھا۔ یہی ہوا کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ کی روانگی کے بعد مرتدین نے مدینہ منورہ پر اپنی نگاہیں مرتکز کر دی تھیں۔ سب سے پہلے طلیحہ کے دین باطل کے پیروکاروں نے ایک وفد کو مدینہ منورہ اس امر کا جائزہ لینے کے لئے بھیجا کہ وہاں پر مسلمانوں کی فوجی جمعیت کی کیا صورت حال ہے۔

اس وفد کے لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ملاقات میں زکوٰۃ کی معافی پر بات چیت کی لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو ٹوک اور واضح الفاظ میں بتایا کہ احکام الٰہی کی بجا آوری میں کسی قسم کی تبدیلی کرنے یا کوئی رعایت دینے کا ہرگز اختیار ہی نہیں رکھتا۔ بلکہ اس کے ساتھ ہی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سختی کے ساتھ بتایا کہ وہ کسی سے زکوٰۃ میں اونٹ کی رسی جتنی بھی رعایت نہیں کریں گے اور اسے جبراً وصول کریں گے۔

Marfat.com

رت اسامہ بن زیدؓ کی شام کی جانب روانگی کے وقت خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک جانب تو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں جیش اسامہ کی روانگی کو کسی مصلحت کے تحت معرض التوا میں نہیں ڈالا تھا حالانکہ انہیں بخوبی احساس تھا کہ "سارا عرب دشمنی پر آمادہ ہے۔ اور میں اپنی حربی کمزوری کا بھی احساس رکھتا ہوں۔ لیکن با ایں ہمہ خدا کی قسم! جس قدر زر زکوٰۃ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں بھیجتے تھے اگر اس میں ایک حبہ بھی کم کریں گے تو میں ان کے خلاف رزم خواہ ہوں گا"۔

مدینہ منورہ کا تحفظ: اس کے ساتھ ہی دوسری جانب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دارالخلافہ مدینہ منورہ کی حفاظت اور نگرانی کے لئے حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو مقرر کر رکھا تھا۔ اس پر مستزاد یہ بھی کہ انہوں نے مسلمانان مدینہ کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ صلاح مشورے اور کسی بھی طرح کی نازک صورت حال کے لئے ہر وقت مسجد نبویؐ میں رہا کریں اس طرح متوقع خطرات کا مقابلہ با آسانی ممکن تھا۔

قبیلہ بنی اسد کے ایک گروہ جو ذی القصہ میں آکر مقیم ہو گیا تھا، اس کا سردار حیال بنا ہوا تھا، اور یہ حیال اصل میں طلیحہ کا بھائی تھا۔ طلیحہ نے بھی اپنے طور پر ایک نئے دین کی بنیاد رکھی ہوئی تھی۔ مدینہ منورہ کے حفاظتی حصار کو کسی حد تک کمزور محسوس کرتے ہوئے سردار حیال ایک شام مدینہ پر آن چڑھا تھا۔ ان لوگوں کے مقابلہ کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد نبویؐ میں حاضر لوگوں کو اونٹوں پر سوار کر کے بھجوایا۔ لیکن حیال کے سپاہیوں نے پانی کی مشکوں میں ہوا بھر کے انہیں میدان میں پھیلا دیا تھا۔ لہٰذا ان مشکوں کو دیکھ کر مسلمانوں کے اونٹ بھاگ کر مدینہ واپس آگئے تھے۔

اس کے بعد اسی رات حضرت ابوبکر صدیقؓ سحر ہونے تک مسلمانوں کو لڑائی کے لئے آراستہ کرتے رہے، اسی طرح مسلمان سپاہی پا پیادہ ہی صبح صادق سے پہلے دشمن کے سر پر جا پہنچے تھے۔ اس کے جلد بعد مسلمان اس ٹیلے پر پہنچ گئے تھے جہاں وہ مرتدین ڈیرے ڈالے ہوئے تھے۔ یہاں پر پہنچ کر "مسلمانوں نے اللہ اکبر کے نعرے لگا کر کفار کو تہہ تیغ کرنا شروع کیا"۔ اس اچانک تابڑ توڑ حملوں سے دشمن بوکھلا اٹھا اور مسلمان مجاہدین انہیں قتل کرنے میں لگے رہے۔ اس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ دشمن سورج طلوع ہونے سے پیشتر ہی بھاگ کھڑا ہوا۔ مسلمانوں نے بھاگتے ہوئے دشمن کا دور تک تعاقب کیا، اس طرح مسلمانوں کے ہاتھ میں بہت سا جنگی سامان اور مال غنیمت بھی لگا۔ دشمن بھاگتا ہوا اپنے قیام کی جگہ ذی القصہ سے بھی آگے نکل گیا۔ اس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہاں پر نعمان بن مقرنؓ کو مقرر

Marfat.com

کر کے مدینہ منورہ کی طرف مراجعت کر لی تھی۔ مدینہ منورہ کے قریب یہ مسلمانوں کی پہلی فتح تھی۔

مرتدین پر فتح: طلیحہ کے پیروکاروں اور حیال کے حامیوں نے اپنی اس ناکامی پر انتقام کے طور پر اپنے گروہوں اور قبائل میں موجود مسلمانوں کو بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس امر کی اطلاع جب دربار خلافت میں پہنچی تو "حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم کھائی کہ جتنے مشرکوں نے مسلمانوں کو تہہ تیغ کیا ہے میں بھی اتنے بلکہ ان سے بھی زیادہ کافروں کو خاک و خون میں تڑپائے بغیر چین نہ لوں گا"۔

پھر مسلمانوں کے اس قتل عام کا بدلہ لینے اور ارتداد کو ختم کرنے کے لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مدینہ منورہ میں حضرت اسامہ بن زیدؓ کو اپنا نائب مقرر کیا اور خود مختصر سی مسلمانوں کی جمعیت لے کر جہاد کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ پھر انہوں نے مقام ابرق پر ڈیرے ڈال کر دشمن پر وار کرنے کا منصوبہ بنایا۔ مسلمانوں کا یہ جوش اور جذبہ دیکھ کر دشمنوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ پھر جب دشمن سے مقابلہ اور محاربہ ہوا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بذات خود اپنی پیرانہ سالی کے باوجود بہادری اور شجاعت کے خوب جوہر دکھائے۔ اس محاربے میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان مجاہدین کو بڑی واضح برتری بخشی اور حضرت ابوبکر صدیقؓ مرتدین کے سردار حطیہ کو بھی قید کر کے لے آئے تھے۔ س طرح بنی ذبیان کے سارے علاقے پر مسلمانوں کا تسلط اور غلبہ قائم ہو گیا تھا۔

بنی ذبیان پر فتح اور کامیابی کے بعد نرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی اسلامی فوج کو گیارہ بڑے بڑے دستوں میں تقسیم کیا اور پھر ہر دستے کے لئے علیحدہ علامتی نشان بھی مقرر کیا۔ ان دستوں کی سربراہی کہنہ مشق اور آزمودہ کار مجاہدین کے سپرد کی۔ اور پھر حسب ضرورت اسلامی جیش کے دستوں کو بڑی حکمت عملی اور جنگی بصیرت کے ساتھ مختلف مہمات اور فتوحات کے لئے بھجوایا جانے لگا تھا۔ اس طرح مختصر مدت ہی میں کئی مرتدین کے خلاف مہمات روانہ کی گئیں۔ اور قبائل کو ارتداد سے روک دیا گیا۔ یوں جلد ہی فتنہ ارتداد کا قلع قمع ہو گیا تھا۔ کئی جعلی اور کاذب مدعیان نبوت کا بھی خاتمہ کیا گیا۔

مرتدین کا قلع قمع کرنے کے لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ہر امیر لشکر کو یہ ہدایات دے رکھی تھیں کہ وہ سب سے پہلے تو مرتد ہو جانے والے قبیلے یا سردار کو دین حق کی طرف دعوت دے اور اسے توبہ کرنے پر مائل کرے۔ لیکن اگر وہ اسلام کی طرف رجوع نہ کرے تو اس کا نجام ہلاکت کے سوا کچھ نہیں ہونا چاہیے۔

Marfat.com

اس دعوت کے نتیجے میں کچھ پس و پیش کے بعد بنی طے نے دوبارہ اسلام کو قبول کر لیا تھا اور اس کے تو ایک ہزار سوار بھی مسلمانوں کے جہاد عام میں آکر شامل ہو گئے تھے۔ اسی طرح قبیلہ جذیلہ کے لوگوں نے بھی از سر نو دین حق کی طرف مراجعت کر لی تھی۔ اس کے علاوہ بنی طے کے افراد نے بھی ارتداد سے توبہ کر لی تھی، لیکن کاذب نبی طلیحہ کے ساتھی اور پیروکار قبائل نے ارتداد ہی کو اپنائے رکھا تھا۔ پھر جب طلیحہ کے حواریوں کی تعداد کم ہوتی گئی تو قبیلہ بنی اسد اور غطفان نے بھی مراجعت بجانب اسلام کر لی تھی۔ یہاں تک بھی بیان کیا جاتا ہے طلیحہ بن خویلد اسدی المعروف بہ طلیحہ نے بھی آخری عمر میں حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں توبہ کر کے اسلام کو قبول کر لیا تھا، اور پھر وہ مسلمانوں کی جانب سے جنگ نہاوند میں کام آیا۔

عہد صدیقیؓ ہی میں مرتدین کا مقابلہ کرتے ہوئے حضرت خالدؓ بن ولید نے بنی تمیم کے شورشی اور الحادی افراد کا قلع قمع کر کے بطاح کے میدان میں کئی مرتدین کو کیفر کردار تک پہنچا دیا تھا۔ لیکن اس معرکے میں چند لوگوں نے یہ تاثر بھی دینے کی کوشش کی تھی کہ حضرت خالدؓ بن ولید کی تلوار اب مسلمانوں کو بھی قتل کرنے کے لئے چل رہی ہے۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واقعات کی تحقیق کے بعد اس غلط فہمی کا ازالہ کر دیا تھا۔

ایرانیوں سے مقابلے: مرتدین کی اندرونی شورشوں اور بغاوتوں کو دبانے کے بعد اب حضرت ابوبکر صدیق نے بیرونی دشمنوں پر بھی توجہ مبذول کی۔ اس وقت عربوں کے سب سے بڑے اور قریبی دشمن سلطنت روم اور ایران کے بادشاہ ہی تھے۔ بلکہ یوں کہنا بھی بجا ہو گا کہ جزیرۃ العرب کو رومیوں اور ایرانیوں نے ہی گھیر رکھا تھا۔ یہی نہیں بلکہ عربوں اور ان دونوں سلطنتوں کی پرانی دشمنی چلی آرہی تھی۔ ایرانیوں نے تو اپنی طاقت کے بل بوتے پر عربوں کے کئی علاقوں پر اپنا قبضہ اور تسلط جما رکھا تھا۔

اپنی حیات مبارکہ ہی میں رسول خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶ ہجری میں جب بیرونی دنیا کو دعوت اسلام دی تو اس وقت انہوں نے شہنشاہ ایران کو بھی ایک مکتوب لکھا تھا۔ لیکن خسرو پرویز شہنشاہ ایران نے اس مکتوب کے انداز و اسلوب کو ناپسند کر کے مسلمانوں کے ایلچی کے ساتھ بھی ناروا سلوک کیا تھا اور مکتوب رسول خدا کو بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔ بہر صورت تین چار برسوں میں اسلام ایک مضبوط دین کے طور پر بھی پھیلنے لگا اور مسلمانوں کی قوت ظاہر ہونے لگی تھی تو اس وقت ایرانی حکمرانوں نے اپنے آپ کے لئے خطرات محسوس کرنے شروع کر دیئے تھے۔

Marfat.com

اسی اثناء میں خسرو پرویز کی وفات کے بعد اس کے جانشین کمزور ثابت ہوئے۔ پھر ایرانیوں کی ایک عورت حکمران ہوئی۔ اور وہ ایک صغر سن شہزادے کی بادشاہت کے لئے سرپرستی کرتی رہی۔ اس طرح اب ایران بربادی کی جانب بڑھنے لگا تھا۔ لیکن اس عدم استحکام کے باوجود بھی ایران کوئی نوالہ تر نہیں تھا۔ بہر صورت اسی دور میں مسلمانوں نے ایرانیوں سے بدلہ لینے کی ٹھان لی تھی۔

اس وقت عراق کا علاقہ ایرانی حکمرانوں کے زیر نگین تھا۔ ایک عیسائی قبیلہ کے مسلمان سردار مثنیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے درخواست کی تھی کہ انہیں عراق پر حملہ کرنے کی اجازت دی جائے۔ لہٰذا سب سے پہلے مثنیٰ نے اپنے قبیلہ کو مشرف بہ اسلام کیا تھا۔ پھر وہ ایک لشکر لے کر ایرانی علاقہ عراق پر چڑھ دوڑا تھا۔ اسی دوران میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالدؓ بن ولید کی سرکردگی میں مثنیٰ کی مدد کے لئے اپنی فوجیں بھی روانہ کر دی تھیں۔ اس طرح ان دونوں فوجوں نے مل کر آغاز میں چند ایک علاقوں کے حاکموں کو مطیع کیا اور پھر عراق کے ایرانی حکمران ہرمز کو ایک خط لکھا۔ اس خط میں لکھا گیا تھا کہ "یا اسلام قبول کرو' یا جزیہ ادا کرو' ورنہ تم کو ایک ایسی قوم سے لڑنا پڑے گا جو موت کی اتنی ہی آرزو مند ہے جتنی تم زندگی کی تمنا رکھتے ہو"۔

ہرمز کا انجام: ہرمز چونکہ ایران کے شہنشاہ کے زیر نگین تھا اس لئے وہ خود کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا تھا۔ لہٰذا اس نے مسلمانوں کا وہی خط اردشیر حاکم ایران کے پاس بھیج دیا تھا۔ لیکن ادھر اسی اثناء میں حضرت خالدؓ بن ولید خود کاظمہ کے مقام پر ہرمز کے مقابلے میں آگیا تھا۔ ایرانی فوجوں نے یہاں پر بڑی مضبوطی کے ساتھ لڑنے کے انتظامات کر رکھے تھے' لیکن مسلمانوں کے شدید حملوں نے ان کی ایک نہ چلنے دی۔ اور ہرمز خود بھی اس جنگ میں مارا گیا۔ گویا مسلمانوں کے ہاتھوں عراق میں ایرانیوں کی یہ پہلی شکست فاش تھی۔

اس کے ساتھ ہی جب مسلمانوں کا خط اردشیر تک پہنچا تو اس نے مسلمانوں کے مقابلے کے لئے ایرانی قارن کی ماتحتی میں ایک بہت بڑی فوج روانہ کی۔ قارن کو ہرمز کی موت اور شکست کی اطلاع مزار کے مقام پر ملی۔ اس کے ساتھ یہیں پر ہرمز کی فوج بھی آکر مل گئی تھی۔ ایرانی فوجوں کے اس اجتماع کی خبر جب حضرت خالدؓ بن ولید کو پہنچی تو جلد ہی اپنی فوج لے کر مذار پہنچے۔ مذار ہی میں دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ ایرانیوں کی اگرچہ بہت بڑی فوج تھی لیکن اس کے باوجود بھی انہوں نے شکست فاش کھائی۔ بتایا جاتا ہے کہ اس جنگ میں ایرانیوں کے تیس ہزار سپاہی مارے گئے تھے اور بڑے بڑے بہادر اور سردار بھی موت کا شکار ہو گئے تھے۔

Marfat.com

ایرانیوں کی اس قدر ہزیمت اور بربادی کی خبر اردشیر شہنشاہ ایران کو پہنچی تو اس نے دو ایرانی سپہ سالاروں کی نگرانی میں ایک اور لشکر مسلمانوں کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ ادھر حضرت خالدؓ بن ولید نے بھی اس تازہ دم ایرانی فوج سے مقابلے کا بہترین منصوبہ بنایا۔ فوج کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصے سے ایرانیوں پر حملہ کر دیا۔ ایرانی ابھی انہی مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کرپائے تھے کہ اسلامی فوج کے دوسرے حصے نے بھی آکر حملہ کر دیا تھا۔ اس طرح لاتعداد ایرانی فوجی گھیرے میں آگئے تھے' یوں ایرانی مسلمانوں کا بہتر طور پر شکار ہوتے رہے ---- اس قتل عام کے درمیان ہی میں ایرانی سپہ سالار میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا' اور پھر بھاگتے ہوئے بھوک اور پیاس کی شدت کے باعث موت سے ہمکنار ہو گیا۔

عیسائی ایرانی اتحاد: اس جنگ میں جو دلجہ کے مقام پر ہوئی تھی' ایرانی فوجوں کا ساتھ کئی عیسائی سرداروں اور رئیسوں نے بھی دیا تھا۔ لہٰذا بے شمار عیسائی بھی جنگ میں کام آئے۔ پھر اس کے بعد خالدؓ بن ولید نے انہی عیسائیوں کے علاقہ کسکر پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔ بے شمار افراد کو گرفتار بھی کر لیا گیا تھا اور پھر کئی اسیروں کو قتل بھی کر دیا گیا تھا۔ عیسائیوں اور ایرانیوں کی مسلمانوں کے ہاتھوں ان شکستوں کے بارے میں سن کر امغیشیا کے حکمران پہلے ہی اپنے شہر کو خالی کر گئے تھے۔

اس کے بعد خالدؓ بن ولید فرات کے راستے سے حیرہ کی جانب بڑھا۔ راستے میں ایک لشکر آزادبہ سے مسلمانوں کا مقابلہ ہوا۔ آزادبہ مارا گیا پھر حیرہ کے لوگوں نے شہر کے دروازے بند کر لئے تھے۔ خالدؓ بن ولید نے اس شہر کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ کئی دن تک جاری رہا پھر محاصرہ کی سختی اور مسلمانوں کے تیور دیکھ کر ایرانیوں نے ایک لاکھ نوے ہزار درہم مسلمانوں کو ادا کر کے صلح کا ایک معاہدہ کر لیا' اور اسی قدر رقم سالانہ ادا کرنے کا وعدہ بھی کر لیا۔

اسی اثناء میں شہنشاہ ایران اردشیر بھی موت کی آغوش میں جا چکا تھا۔ پھر فرخ زاد ایران کے تخت پر براجمان ہوا۔ اس وقت ایرانی فوجوں نے مسلمانوں سے انتقام لینے کے لئے انبار میں اجتماع کر رکھا تھا۔ انبار میں ان فوجوں نے اپنے آپ کو قلعہ بند بھی کر رکھا تھا۔ لہٰذا جنوبی عراق کے علاقوں میں ایرانیوں پر کامیابیاں حاصل کرتے ہوئے حضرت خالدؓ بن ولید ان قلعہ بندیوں تک آن پہنچے تھے۔ سب سے پہلے مسلمان فوجوں نے اس ایرانی قلعہ بندی کا محاصرہ کر لیا۔ اور پھر قلعہ بندی کے گرد بنائی گئی خندق کو بھی عبور کر لیا گیا۔ اس کے بعد تو تیروں کی لڑائی شروع ہوئی۔ مسلمان سپاہیوں اور مجاہدین نے تیر اندازی کے بہت جوہر دکھائے۔ بالاخر یہاں پر بھی ایرانیوں نے شکست کھا کر صلح کر لی۔

Marfat.com

انبار کی فتح کے بعد خالد بن ولید نے عین التمر میں ایرانی تازہ دم فوجوں کو شکست دی اور قلعہ پر بھی قبضہ کر لیا تھا ـــــــ عین اسی اثناء میں دومتہ الجندل کے عیسائی قبائل کی شورشوں کو دبانے اور اسلام دشمنی کو ختم کرنے کی خاطر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دور میں عیاض بن غنمؓ کو مامور فرما چکے تھے۔ پھر خالدؓ بن ولید کو بھی عیاض کی مدد کرنے کا حکم دے دیا گیا تھا۔ خالدؓ بن ولید نے دومتہ الجندل کا محاصرہ کر لیا اور ایک قدرے چھوٹی سے جنگ کے بعد مسلمانوں نے قلعہ بھی فتح کر لیا تھا۔

شام، عراق اور جزیرہ کی سرحد کے قریب فراض ایک اہم اور مرکزی مقام تھا۔ یہاں پر رومیوں نے اپنے دفاع کے لئے ایرانیوں کے ساتھ بھی اتحاد کر رکھا تھا۔ اس طرح یہاں پر رومی، ایرانی اور جزیرہ والوں کی فوجیں موجود تھیں۔ اس پر مسلمانوں کو ان اتحادی فوجوں سے مقابلہ کے لئے خصوصی انتظامات کرنا پڑے۔ فراض کی متحدہ فوجیں اب تو مسلمانوں کا انتظار کرنے کے بغیر ہی فرات کو عبور کر کے جلد ہی مسلمانوں کے مقابلے میں آ گئے تھے۔ ظاہر طور پر یہاں اتحادی فوجوں کی بھاری جمعیت تھی، لیکن حضرت خالد بن ولید کے مجاہدین کی تعداد زیادہ نہیں تھی اس کے باوجود جوش اور جذبہ جہاد عروج پر تھا۔ ان مسلمان مجاہدین نے پورے جذبہ ایمانی کے ساتھ دشمنوں کا مقابلہ کیا۔ ان اتحادی فوجوں کے سامنے مسلمانوں کے فوجی دستے اور عقب میں دریائے فرات تھا۔ اس لئے مسلمانوں نے سامنے سے شدید حملے کر کے دشمن پر کاری ضربیں لگائی۔ دشمن رفتہ رفتہ تباہ ہوتا رہا اور مسلمان اسی شدت کے ساتھ دشمن کو گاجر مولی کی طرح کاٹتے رہے کیونکہ دشمن کے لئے بھاگنے کا بھی کوئی رستہ موجود نہیں تھا۔ بہر صورت یہاں پر دشمنوں کا بھاری نقصان ہوا۔

رومیوں سے مقابلے: اسی اثناء میں حضرت خالدؓ بن ولید کو خلیفہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا پیغام ملا کہ وہ اب اس فتح کے بعد شام کی مہم کی جانب اپنی توجہ مبذول کریں اور حسب ضرورت جنگی کارروائی عمل میں لائیں۔ اس وقت شام میں ہرقل کی حکمرانی تھی اور ہرقل رومیوں کے ماتحت تھا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ رومی حکمران عربوں کے ایک حد تک دشمن تھے اور جب ظہور اسلام ہوا تو رومیوں کی یہ دشمنی اور بھی واضح ہو گئی تھی۔ اپنی حیات مبارکہ ہی میں ٦ سنہ ہجری میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم کے نام ایک مکتوب میں اسے دعوت اسلام دی تھی۔ لیکن قیصر روم نے اپنی طاقت اور سلطنت کے گھمنڈ میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیامی حضرت وحید کلبیؓ کو زدو کوب کر کے لوٹ لیا تھا۔ پھر ایک اور ایلچی جو رومی علاقہ بصریٰ کے حاکم شرجیل کے پاس پیغام لے کر گیا تھا۔ اس ایلچی

Marfat.com

حضرت حارث ابن عمرؓ کو تو بصریٰ کے حاکم شرجیل نے قتل کرا دیا تھا۔ اس طرح اب رومی حکمرانوں کی مسلمانوں کے ساتھ عداوت اور دشمنی واضح ہو چکی تھی۔

رسول خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی زندگی کے آخری ایام میں رومی علاقہ شام کی جانب حضرت اسامہ بن زیدؓ کو ایک لشکر دے کر روانہ کر چکے تھے۔ ابھی یہ اسلامی لشکر اقصائے مدینہ ہی میں تھا کہ وصال نبویؐ ہو گیا تھا۔ پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس اسلامی لشکر کی روانگی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خصوصی اور ذاتی دلچسپی لے کر اور اسامہ بن زیدؓ ہی کی سربراہی میں شام کی طرف بھیجا۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ اس مہم سے کامیابی اور کامرانی کے ساتھ واپس لوٹے اور مال غنیمت کے ساتھ ساتھ کئی جنگی قیدی بھی ساتھ لائے۔

مسلمانوں کو اس مہم کی کامیابی اور فتح کے باوجود بھی مدینہ منورہ پر رومیوں کے حملوں کا خطرہ رہتا تھا۔ کیونکہ اسامہ بن زیدؓ کی کامیابی کے بعد رومیوں کی دشمنی اور عداوت کئی چند ہو چکی تھی۔ ان متوقع خطرات سے نمٹنے کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۳ ہجری میں فوجی حیثیت کا جائزہ لے کر اور صحابہ کرامؓ کے مشورے اور تائید کے بعد رومیوں کے زیر تسلط علاقہ شام کے لئے فوج کشی کا منصوبہ بنا لیا تھا۔

فوج کی تقسیم: شام کی جانب فوج کشی کی خاطر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی فوج کو کئی حصوں میں تقسیم کر کے اسے بہترین اور تجربہ کار جرنیلوں کے ماتحت کر دیا تھا۔ اس طرح پھر مزید مشاورت کے بعد مسلمانوں کی فوجوں کو شام کے مختلف حصوں پر حملوں اور فوج کشی کا حکم دیا۔ اس طرح دمشق کی طرف یزید بن ابی سفیانؓ، حمص کے لئے ابوعبیدہ بن جراحؓ، اردن کے لئے شرجیل بن حسنہؓ اور فلسطین کی جانب حضرت عمرو بن العاص کو مجاہدین کے لشکر دے کر روانہ کیا گیا تھا۔ اس طرح مسلمان مجاہدین کی ان تمام گروہوں اور حصوں میں تعداد ستائیس ہزار کے قریب تھی۔

مسلمان مجاہدین کی روانگی کی رومی حکمرانوں کو بھی اطلاع ہو چکی تھی۔ لہٰذا سب سے پہلے والئی حمص ہرقل نے مسلمانوں کے مقابلے کے لئے کئی اہم اقدامات کیے اور اس نے یہ کوشش بھی کی کہ مسلمانوں کی فوج کے یہ مختلف گروہ اور حصے کسی ایک مقام پر مرتکز نہ ہو سکیں۔ اس کے ساتھ ہی اس نے مسلمانوں کے ہر فوجی لشکر کے لئے علیحدہ علیحدہ فوجیں روانہ کیں۔ رومیوں کی اس جوابی منصوبہ بندی اور انتظامات کے باعث مسلمان مجاہدین کو شام کی حدود میں داخل ہونے کے ساتھ ہی قدم قدم پر رومی لشکروں اور جتھوں سے بھی نبرد آزما ہونا

Marfat.com

پڑا تھا۔ اس وقت تک مسلمان جرنیلوں نے بجا طور پر یہ بھی محسوس کر لیا تھا کہ بلحاظ تعداد رومیوں کی جمعیت کہیں زیادہ ہے اور ان کے پاس سامان جنگ بھی وافر اور زیادہ ہے۔ اس لئے اسلامی جرنیلوں نے اب تو خلیفتہ المسلمین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے باقاعدہ درخواست کردی تھی کہ دار الخلافہ مدینہ منورہ سے مدد کے لئے مزید فوجیں بھجوائی جائیں۔

مسلمان جرنیلوں کی اس جائز اور قابل اعتناء درخواست پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سنجیدگی کے ساتھ توجہ دی' اس کے بعد ضروری مشاورت کی روشنی میں عراق میں مختلف معرکوں میں مصرف حضرت خالدؓ بن ولید کو یہ حکم بھجوایا کہ وہ عراق کا انتظام مثنیٰ کے سپرد کرکے خود فوری طور پر لشکر اسلام کی مدد کے لئے شام کی جانب چلے جائیں۔ لہٰذا خلیفہ کا یہ حکم ملتے ہی حضرت خالدؓ بن ولید نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے احکام پر عمل کیا۔

حضرت خالدؓ بن ولید شام کی جانب بڑھ رہے تھے کہ راستے میں انہیں کئی مقامات خدردا' سوی' قصم اور مرج راہط وغیرہ میں رومیوں کے جتھوں اور لشکروں سے مقابلہ کرنا پڑا۔ ان چھوٹی جھڑپوں اور مزاحمتوں کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کے مطابق خالدؓ بن ولید بصریٰ پر فوج کشی کی جانب متوجہ ہوگیا۔ یہاں پر مسلمان مجاہدین نے بطریق کو شکست دی تو اہل بصریٰ نے جزیہ ادا کرنے کی شرط پر صلح کرلی۔ اس جزیہ کی ادائیگی کے حوالے سے یہ بھی طے پایا کہ مسلمان جزیہ وصول کرکے بصریٰ کے لوگوں کی حفاظت کے ذمہ دار ہوں گے۔

دمشق کا محاصرہ: اسلامی لشکر کا ایک اور حصہ جو حضرت عمرو بن العاصؓ کی سربراہی میں فلسطین کی طرف روانہ ہوا تھا۔ اس نے رومیوں کے ایک عظیم الشان لشکر کا اجنادین میں مقابلہ کرنا تھا۔ اسلامی لشکر کی مدد کے لئے اس کی جانب حضرت خالدؓ بن ولید بھی اپنی فوج کے ساتھ آگئے تھے۔ یہاں پر خوب گھمسان کی لڑائی ہوئی اور مسلمان مجاہدین نے دشمن کے چھکے چھڑا دیئے اور اجنادین پر قبضہ کرلیا۔ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد مسلمانوں کا یہ لشکر دمشق کی جانب روانہ ہوگیا۔ اس وقت دمشق میں ابو عبیدہ بن جراحؓ دشمن سے برسرپیکار تھا۔ لہٰذا اب حضرت خالدؓ بن ولید کی فوجوں نے حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کی فوجوں کے ساتھ مل کر دمشق کا محاصرہ کرلیا۔ دمشق کا یہ محاصرہ تین مہینوں تک جاری رہا۔ لیکن ابھی دمشق کا محاصرہ جاری ہی تھا کہ ادھر مدینہ منورہ میں خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوگیا تھا۔ پھر اس محاصرے کے بعد دمشق کی فتح دوسرے خلیفہ حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں تکمیل پذیر ہوئی۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دو ڈھائی سالہ دور خلافت کو پر آشوب حالات' خارجی دنیا کی شورشوں اور فتنہ ارتداد اور کاذب نبوتوں کے حوالے سے ایک طرح کا بڑا پر خطر اور گمبھیر دور شمار ہوتا ہے۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم کی پیروی اور تائید خداوندی کے ساتھ ان تمام مشکلات اور مسائل سے حتی المقدور نمٹنے کی بھرپور کوشش کی' اور بجا طور پر اسلام کو درپیش چند مہلک ترین خطرات اور بیرونی دنیا کی طاقت ور اور توانا دشمنوں سے نجات دلائی۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرتدین اور منکرین زکوٰۃ کی سرکوبی کر کے احکام شریعت اور اراکین اسلام کو جاری و ساری اور زندہ رکھنے میں سب سے اہم خدمات انجام دیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی جنگی بصیرت اور حکمت عملی: گو حضرت ابوبکر صدیقؓ کا شمار اسلام کے بڑے بڑے فوجی جرنیلوں میں تو نہیں ہوتا' لیکن اس حقیقت سے کسی صورت بھی انکار ممکن نہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں اسلامی لشکر کو نہایت عظیم الشان فوجی جرنیل ضرور میسر آئے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بذات خود بھی کئی چھوٹی بڑی جنگوں اور معرکوں میں حصہ لیا' وہ غالباً تمام غزوات رسولؐ میں شریک رہے اور یہاں تک کہ انہیں اللہ کے رسولؐ کے ذاتی حفاظتی دستے میں شامل رہنے کا اعزاز بھی میسر آتا رہا۔ پھر وفات نبوی کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام المسلمین اور خلیفہ مقرر ہوئے تو اس وقت بھی انہوں نے خود بھی مختلف مواقع پر جنگوں' مہمات اور مدینہ منورہ کی دفاعی اور حفاظتی کارروائیوں اور سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیا۔

طلیحہ بن خویلد اسدی جو قبیلہ بن اسد میں سے تھا' اس نے چونکہ وفات رسول خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و سلم کے بعد دعویٰ نبوت کاذبہ کر دیا تھا۔ طلیحہ اسدی نے بھی مسیلمہ کذاب کی طرح حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کو اپنے ایک خط میں طلیحی نبوت پر ایمان لانے کی دعوت دے دی تھی۔ لیکن اس باطل دعوت کے جواب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے حضرت ضرار بن ازورؓ کو جہاد کی غرض سے اس کی جانب بھجوا دیا تھا۔ حضرت ضرار نے ایک بار تو اس طلیحہ بن خویلد کو خاموش کرا دیا تھا۔ پھر طلیحہ نے اب حیال کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ اس طرح ان لوگوں نے اب اپنے قبائل میں موجود اور گرد و نواح کے کمزور مسلمانوں کو قتل کرنا اپنا شعار بنا لیا تھا۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جوابی کارروائی کا ارادہ فرمایا اور اس امر کا بھی اظہار کیا کہ ان مشرک لوگوں نے جس قدر

Marfat.com

مسلمانوں کو شہید کیا ہے اتنی تعداد میں ان لوگوں کو قتل کر کے دم لوں گا۔

لہٰذا اپنے اس عزم کے تحت حضرت ابوبکر صدیقؓ خود بھی مجاہدین کی ایک جماعت لے کر جہاد پر روانہ ہو گئے تھے' اس جہاد میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بہ نفس نفیس اس لئے حصہ لیا تھا کہ اس سے لوگوں کے دل میں بھی جذبہ جہاد پیدا ہو۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابرق کے مقام پر مرتدین اور مشرکین پر کئی حملے کئے۔ ان حملوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود بھی دشمن پر کاری ضربیں لگائیں اور اپنی بہادری اور شجاعت کے جوہر بھی دکھائے جس کی بدولت مسلمانوں کا پورے علاقہ ذبیان پر قبضہ اور تسلط ہو گیا تھا۔

طلیحہ اسدی کے ساتھ حیال نے اس دور میں جب دارالخلافہ مدینہ منورہ پر چڑھائی کی تو اس وقت بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مدینہ منورہ کے عام شہریوں اور مسجد نبویؐ میں باقاعدگی نماز ادا کرنے والے نمازیوں کے بھی حوصلے بلند رکھے۔ اور پھر انہوں نے خود مسلمانوں کے لشکر کی تیاری کے لئے رات رات بھر کام کیا۔ اس لڑائی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ جنگی حکمت عملی اختیار کی تھی کہ رات بھر لشکر کو حملے کے لئے تیار کیا اور پھر صبح صادق کے قریب کہ جب عموماً عام لوگوں اور لشکروں پر نیند اور غنودی کا غلبہ ہوتا ہے' اس وقت مشرکین پر تابڑ توڑ حملہ کیا۔ اور یہ حملہ یقینی ثابت ہوا اور لاتعداد دشمن مارے گئے۔ مسلمانوں کے ہاتھ مال غنیمت بھی لگا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے چونکہ تمام غزوات رسولؐ میں حصہ لیا تھا' اس لئے انہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی حکمت عملی اور حربی بصیرت کا بخوبی علم تھا۔ انہیں اس امر کا بھی علم تھا کہ قبائلی جتھوں سے کس طرح اور کن جنگی ہتھیاروں سے لڑنا بہتر اور نتیجہ خیز ثابت ہوتا ہے اور اسی طرح قلعہ بند دشمن پر کس طرح فتح حاصل کی جاتی ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مستقل ساتھ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں یہ بصیرت بھی پیدا کر دی تھی کہ ایرانی فوج کس طرح سے لڑتی ہیں اور رومی فوجوں کی کیا چکا چوند ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ خلیفتہ المسلمین اس امر سے بھی بخوبی آگاہ تھا کہ عربوں کے مقابلے میں ایرانی لوگ اپنے شہروں کے گرد خندقیں کھود کر کس طرح جنگیں لڑتے ہیں۔ اور پھر دشمن کی خندقوں کو کس طرح عبور کیا جاتا ہے۔ تیر اندازی تو مسلمانوں کی بنیادی تربیت کا ایک حصہ ہوتی تھی' اور اسی طرح نیزہ بازی اور تلوار کی اجتماعی اور انفرادی جنگوں میں دشمن پر کس طرح برتری حاصل کی جاتی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان تمام امور سے بخوبی آگاہ

Marfat.com

اور مکمل طور پر واقف تھے۔

سپہ سالاروں کا تعین: جزیرۃ العرب کے لوگ اور قبائل جس طرح جنگوں کے رسیا ہوتے تھے اور پھر ان پر فتح پانے کے لئے کن اضافی جنگی ہتھیاروں اور مسلسل اور پیہم حکمت عملیوں سے کام لینا ضروری ہوتا ہے۔ ان سارے متبدل نشیب و فراز پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کامل عبور حاصل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب جعلی مدعیان نبوت کا قلع قمع کرنا مقصود تھا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دشمنان اسلام اور مرتدین دین کو عبرت ناک سبق سکھانے کی خاطر ہر طرح کی حکمت عملی پر عمل کیا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی جنگی بصیرت اور حربی حکمت عملی کا سب سے بڑا اور بنیادی وصف یہی تھا کہ وہ سب سے زیادہ اہمیت تحفظ دین متین کو دیتے تھے اور پھر اس تحفظ دین کی خاطر اولیت تعلیمات نبویؐ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی پالیسیوں کو دینا اپنا اہم فریضہ سمجھتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسالت ماٰب کے فیصلوں پر ہر حالت میں عمل کرنے کو عین سعادت سمجھتے تھے۔ رسول خدا نے اپنی زندگی ہی میں شام کی مہم کے لئے حضرت اسامہ بن زیدؓ کی سربراہی میں ایک لشکر دے کر روانہ کر دیا تھا۔ لیکن حضور پر نورؐ کے وصال کے بعد بعض صحابہ نے مشورہ دیا کہ حالات کے پیش نظر اس مہم کو روک لیا جائے۔ لیکن چونکہ اللہ کے رسولؐ نے یہ مہم بھجوانے کا فیصلہ کیا ہوا تھا' اس لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ کسی اپنے فیصلے سے اس نبوی فیصلے کو ہرگز بدلنا نہیں چاہتے تھے۔ جب لوگوں نے محسوس کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مہم کو ضروری ہی بھجوانا چاہتے ہیں تو پھر انہیں یہ بھی مشورہ دیا گیا کہ چونکہ اسامہ بن زیدؓ نو آموز سپہ سالار ہیں' اس لئے ان کے بجائے اس مہم کی سربراہی کسی کہنہ مشق اور تجربہ کار جرنیل کے سپرد کر دی جائے' تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کی اس رائے سے بھی اتفاق نہ کیا اور فرمایا کہ میں بذات خود حضور سرور کائناتؐ کے اس انتخاب سے نہ تو انحراف کر سکتا ہوں اور نہ اس انتخاب کو بدلنے ہی کی جرات کر سکتا ہوں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے عسکری نظام میں بھی کئی طرح کی جدید اصلاحات نافذ کر رکھی تھیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ انہوں نے اسلامی فوج کو کئی اہم حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا اور پھر ان کے عہد میں افواج اسلامی کی سربراہی حضرت خالدؓ بن ولید کے سپرد تھی اور خالدؓ بن ولید براہ راست خلیفہ کے احکامات کا پابند تھا۔

مسلسل نظام کمک: جنگ کے معاملے اور مہمات کی روانگی میں حضرت ابوبکر صدیقؓ

Marfat.com

کا ایک طریقہ کار یہ تھا کہ آپ سب سے پہلے ایک بڑے لشکر کو ایک سپہ سالار کی قیادت میں روانہ کر دیتے تھے اور پھر دشمن کی جنگی چالوں اور دشمن کی جمعیت اور طاقت کے پیش نظر مسلسل اس پہلے لشکر کو کمک بھجواتے رہتے تھے۔ اس طرح ایک طور عساکر اسلامی سے آپ کا مسلسل رابطہ رہتا تھا اور اس کے ساتھ ہی اسلامی لشکر کو مسلسل یہ سکون و اطمینان رہتا تھا کہ خلیفۃ المسلمین افواج کی ہر طرح کی کیفیت اور صورت حالات سے بخوبی آگاہ ہے۔ اس پر مستزاد لشکر اسلام اصولی طور پر خود مختار ہونے کے ساتھ ساتھ خلیفہ کی براہ راست کمان میں بھی رہتا تھا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ کم و بیش ہر بڑی جنگ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلسل احکامات سپہ سالاروں تک پہنچتے رہتے تھے۔ ایسے احکامات اور متواتر اور مسلسل کمک کا سلسلہ مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کی مہمات میں بڑا واضح اور باضابطہ اور مربوط دکھائی دیتا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے سپہ سالار اعظم حضرت خالدؓ بن ولید کو بھی اپنے بکھرے ہوئے لشکریوں کی اعانت اور مدد کرتے رہنے کی عملی پالیسی اپنا رکھی تھی۔ ایرانیوں اور رومیوں کی عظیم الشان سلطنتوں کے خلاف جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوج کشی کا اردہ کیا تو سب سے پہلے انہوں نے دشمن کے اہم مراکز کو پیش نظر رکھا اور پھر ان مراکز کے حوالے سے وہاں کے لوگوں کے بارے میں سب سے زیادہ معلومات رکھنے والوں اور ان علاقوں کے جغرافیائی احوال سے سب سے زیادہ آگاہ اور باخبر مجاہدین کو ان مخصوص علاقوں کے لئے فوجی سپہ سالار بنا کر بھجوایا۔ ایسی مہمات اور فوج کشی میں حمص، دمشق اور فلسطین کی مہمات اور فوج کشی قابل ذکر ہے۔

حربی اعتبار سے ایک اہم حکمت عملی جس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں مربوط انداز میں عمل ہوتا رہا وہ یہ ہے کہ اسلامی افواج کے ہر لشکر کا ہر دوسرے لشکر کے ساتھ بھی رابطہ رہتا تھا اور ہر لشکر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی براہ راست ہدایات بھی حاصل کرتا رہتا تھا۔ اس حوالے سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہر فتح حاصل کرنے والے لشکر کے سپہ سالار کو یہ حکم بھی جاری کیا تھا کہ وہ اپنی مہم اور فوج کشی کے بعد اپنے دوسرے ضرورت مند اسلامی لشکر کی مدد کرے۔ اس طرح ایک تو پہلی فوج کو تازہ دم اور نئی کمک مل جاتی تھی اور اس کے ساتھ ہی دشمن پر اسلامی فوج کی دہشت اور دھاک بھی بیٹھ جاتی تھی۔ ایک دوسرے لشکر کی عملی مدد کرنے کے حوالے سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں مسلمانوں نے کئی فتوحات حاصل کی تھیں۔

Marfat.com

شب خون کا فلسفہ: جنگوں میں شب خون مارنا ایک صدیوں پرانا فوجی حربہ اور جنگی چال ہے۔ لیکن عموماً یہ شب خون اوائل شب یا آدھی رات کے وقت مارا جاتا ہے۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے ذاتی قیادت کے دوران میں شب خون مارنے کے لئے عموماً آخر شب کے وقت کو ترجیح دی اور ایسے شب خون زیادہ کامیاب ثابت ہوئے۔ ویسے بھی انسانی طبائع اول شب کے بجائے آخر شب میں سستی اور کمزوری کی مائل ہو جاتی ہیں۔ لیکن اس کیفیت سے بچنے اور تازہ دم رہنے کے لئے ایک تو مسلمانوں کی سحرخیزی کام آتی اور دوسرے یہ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بھی رات بھر اسلامی لشکر کو آراستہ اور تیار کرنے میں زیادہ دلچسپی لیتے رہتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ پر دشمنوں کے حملوں اور خطرات سے اسی حکمت عملی سے نمٹا تھا۔

فوجی فرامین: حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جنگ و جدل میں بعض اہم اور انسانیت نواز ضوابط کو متعارف کروایا اور باقاعدہ ان پر عمل بھی کر کے دکھایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عداوت اور دشمنی کے بھونڈے حربوں کے بجائے عمدہ اور بہتر قرینے متعارف کرائے۔ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو جو مستحسن اور دشمنوں کو بھی گرویدہ کر لینے والی ہدایات جاری فرمائیں ان کا خلاصہ یہ تھا کہ "بچوں' بوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہ کیا جائے۔ پھل دار درختوں کو برباد نہ کیا جائے۔ عبادت گاہوں میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو نہ تنگ کیا جائے اور نہ انہیں قتل کیا جائے' بلکہ ایسے مذہبی رہنماؤں کے ساتھ باعزت اور بہتر سلوک کیا جائے۔ کھانے کی ضرورت کے علاوہ جانوروں کو بے جا ذبح نہ کیا جائے"۔

یہ وہ عملی اور انسانیت افروز ہدایات ہیں کہ ان پر بڑی بڑی غیر مسلم سلطنتوں کو بھی کبھی غور کرنے کا موقع نہیں ملا تھا' بلکہ غیرِ مسلم سلطنتوں میں تو فتح حاصل کرنے اور فاتح ہونے کے بعد قتل و غارت کے سوا کوئی اور اصول اور ضابطہ ہی نہیں تھا لیکن جب حضرت ابوبکر صدیق نے کاذب اور جعلی نبی مسیلمہ کذاب کے قلع قمع کے لئے اسلامی لشکر روانہ کیا' مسیلمی لوگوں کو انہوں نے مشرک اور مرتد قرار دیا' اور پھر حضرت خالدؓ بن ولید کو یہ پیغام بھی بھیج دیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں فتح نصیب کرے تو مسیلمی فرقے کے جو بالغ لوگ بچیں انہیں قتل کر دینا۔ اور عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر کے قیدی بنا کر اپنی حراست میں لے لینا۔ کیونکہ ان لوگوں کی یہی سزا ہے۔

Marfat.com

فوجی ہدایات: حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اسلامی سپہ سالاروں کو جو فرامین جاری کئے' ان کی بھی بڑی مثالی اور تاریخی حیثیت ہے۔ ان فرامین میں سب سے پہلے تو اس امر پر زور دیا گیا کہ کوئی شخص خیانت نہ کرے۔ بے وفائی نہ کرے اور مال و متاع کو بھی ہرگز چھپانے کی کوشش نہ کرے۔

اسی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ارتداد کے فتنہ کو دبانے کی خاطر فوجی افسران کے نام جو فرمان جاری کیا تھا' وہ یوں ہے کہ۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ فرمان ابوبکر صدیقؓ خلیفہ رسول اللہ کی جانب سے فلاں ..... شخص کے نام ہے' جب کہ اس کو مرتدین اسلام کی لڑائی کے واسطے روانہ کیا گیا۔ اور اس سے عہد لیا کہ خدائے تعالیٰ سے ہر کام میں خفیہ و علانیہ بقدر امکان ڈرتا رہے"۔ مزید کہ "خدا کے کام میں کوشش کرے۔ پہلے لوگوں کو اسلام کی طرف بلائے۔ اسلام قبول نہ کرنے پر ہر چہار طرف تاخت و تاراج کرے۔ جو شخص اسلام قبول کرلے نیک کام میں اس کی مدد کی جائے۔ فتح کی صورت میں جو مال غنیمت ہاتھ آئے اس کا پانچواں حصہ بیت المال میں بھیجا جائے' باقی مال غازیوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ عام مسلمانوں کے ساتھ میانہ روی اختیار کی جائے۔ جو ساتھی پیچھے رہ جائے اسے تلاش کیا جائے۔ مزید یہ کہ لوگوں کو حسن معاشرت و نرم گفتاری سے نصیحت کی جائے"۔

اسی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دیگر قبائل عرب میں خدشہ ارتداد کے حوالے سے بھی اپنے سفیروں کے ذریعے سے بڑا ہی متوازن فرمان جاری کیا تھا۔ ایسے فرامین میں ہر سفیر پر یہ بھی لازم کر دیا گیا تھا کہ وہ خلیفہ کے اس فرمان کو لوگوں کے ہر مجمعے میں پڑھے۔ اس کے ساتھ ہی سفیروں کو یہ بھی بتا دیا گیا تھا کہ "خدا کا دین اذان ہے' اس لئے جب مسلمان اذان دیں تو امان پاویں اور اگر اذان نہ دیں تو ان پر جنگ جاری رکھی جائے"۔ اس امر کی اس لئے شدید ضرورت پیش آتی تھی کہ بعض لوگ بظاہر تو مسلمان تھے لیکن وہ اسلام کے اہم اراکین کی بجا آوری کے منکر تھے۔ اس لئے مسلم اور غیر مسلم میں امتیاز اور اسلام کی جانب مراجعت کرنے کی نشانیاں بھی بتا دی گئی تھیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہ فرمان ان لوگوں کے لئے تھا جو اسلام سے پھر گئے تھے۔ ان لوگوں کے لئے فرمان میں شامل تھا کہ "سلام اس شخص پر جو راہ راست پر ہے۔ اس کے لئے لازم ہے کہ وہ گمراہی اور نفسانی خواہشات کا اتباع نہ کرے۔ میں خدا کی حمد و ثناء کرتا ہوں۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ تنہا ہے۔ اس کا کوئی

Marfat.com

شریک نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں محمدؐ اللہ کے بندہ مگر اس کے رسول ہیں۔ وہ رسول جو کچھ لائے اس پر ہمارا ایمان ہے' اور جو کچھ اس کو نہ مانے اس کو ہم کافر جانتے ہیں' اور اس سے جہاد کرتے ہیں"۔ اسی فرمان میں مزید یہ دعوت بھی دی گئی تھی کہ "کسی شخص کو اس وقت تک قتل نہ کیا جائے جب تک اسے دعوت حق نہ دے دی جائے' اس طرح اگر وہ دعوت حق کو مان جائے تو اس سے لڑائی نہ کی جائے اور جو نہ مانے اس سے جنگ کی جائے۔ اس لئے جو اطاعت قبول کر لے اس کے حق میں یہ بہتر ہے۔ اور جو انکار کرے وہ خدا کا تو کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اس لئے جو شخص اسلام کو مان لے اس کے اسلام کو تسلیم کر لیا جائے اور پھر مناسب سلوک عمل میں لایا جائے"۔۔۔۔۔

جب حضرت ابوبکر صدیقؓ مرتدین کا استیصال فرما چکے اور عرب اور عراق میں بھی کئی فتوحات حاصل کر چکے تو انہوں نے روم اور شام کی جانب اپنی توجہ منعطف کی۔ اس موقع پر خلیفہ رسول' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جمع کر کے ایک اہم تقریر کی اس تقریر کا خلاصہ یوں ہے۔

"آپ لوگوں پر واضح ہو کر اللہ تعالیٰ نے اسلام سے ہماری عزت افزائی کی ہے۔ اور امت محمدیہؐ ہونے کا ہمیں فخر عطا فرمایا۔ آپ کو معلوم ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کی توجہ خاص ہمیشہ ملک شام کی طرف مبذول رہی۔ اس لئے اب میں چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کی تمام قوت شام کی طرف پھیر دوں' کیونکہ قبل وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے مجھ کو اس کا حکم دیا تھا اور فرمایا تھا کہ تمام زمین مشرق سے مغرب تک مجھے دکھلائی گئی ہے۔ پس میری امت کا ملک ان تمام حصوں میں پہنچے گا جو مجھے دکھلائی گئیں۔ پس اس سلسلے میں آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟"۔ اس پر حاضرین نے بالاتفاق عرض کیا "یا خلیفہؓ رسول اللہؐ آپ ہمیں جو چاہیں حکم دیں' جہاں چاہیں بھیجیں۔ ہم آپ کے مطیع و فرمان بردار ہیں"۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "میں چاہتا ہوں آپ لوگوں کی توجہ شام کی طرف معطوف کروں تاکہ ہم اسے کفار کے ہاتھوں سے لے لیں جس شخص کو جہاد کی رغبت ہو اور اللہ اور رسول کی اطاعت میں حصہ لینا چاہتا ہو اس پر لازم ہے کہ اس میں بہت جلد حصہ لے"۔

یوں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے فرامین اور بے شمار مواقع پر تقاریر اور خطاب فصاحت و بلاغت کا اعلیٰ نمونہ اور تاریخی اور امری حقائق کے اعتبار سے بہت اہم اور وقیع ہیں۔

Marfat.com

باب-۹

وصال اور وصیتیں

سن ۱۳ ہجری میں حضرت خالدؓ بن ولید اور حضرت عمرو بن العاصؓ دمشق کا محاصرہ کیے ہوئے تھے' کہ اسی دور میں مدینہ منورہ میں حضرت ابوبکر صدیق بیمار ہوئے- یہ بیماری پندرہ دن تک جاری رہی- اس لئے آپ خاصے کمزور اور نحیف ہو گئے تھے- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی علیل ہی تھے اور ان کے لئے اٹھنا بیٹھنا بھی مشکل ہو گیا تھا تو اس دوران میں حضرت عمر فاروق نماز کی امامت کرانے لگے تھے- اس کے ساتھ ہی جب لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی کہ وہ اپنے بعد جانشین کے بارے میں بھی فرما دیں تو انہوں نے حضرت عمر فاروقؓ ہی کا نام تجویز کیا تھا-

اس عندیہ پر بعض صحابہ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ کے مزاج میں درشتی ہے- اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جواباً" کہا کہ جب ان پر خلافت کا بوجھ پڑے گا تو خود بخود آپ نرم پڑ جائیں گے"- اس کے بعد ایک صحابی نے برملا کہا کہ حضرت عمر کے مزاج کی سختی کے باوجود ہم انہیں اپنا جانشین تسلیم کر لیں گے- اس پر حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا کہ ان تمام باتوں کے باوجود میں اپنے خدا کو روز قیامت یہ جواب دوں گا کہ "خدایا میں نے تیرے بندوں میں سے ایسے شخص کو منتخب کیا تھا' جو ان سب میں اچھا تھا"-

اس گفتگو کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک تحریری وصیت لکھوانے کی کوشش کی لیکن کمزوری اور ضعف کے باعث اس وقت وصیت نہ لکھوائی جا سکی لیکن اس کے اگلے ہی لمحے انہوں نے قدرے ہوش میں آتے ہوئے حضرت عمرؓ ہی کو خلیفہ نامزد کرنے کا اظہار کیا- پھر اس فیصلے کا صحابہ کرام میں اعلان بھی کر دیا گیا اور حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا "میں نے جو خلیفہ نامزد کیا ہے وہ میرا عزیز رشتہ دار نہیں ہے' لیکن میرے نزدیک وہ تم سب سے بہتر ہے"- اس کے بعد انہوں نے حضرت عمر فاروقؓ کو قریب بلا کر بعض ضروری وصیتیں کیں-

پھر اسی بیماری ہی کی حالت میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہ کو بلایا اور فرمایا کہ میں نے بیت المال سے جو قرض لے رکھا ہے وہ ادا کر دینا- اور اسی طرح جو

Marfat.com

میری ذاتی اشیاء ہیں انہیں بیت المال میں جمع کروا دینا۔ جو میری ایک لونڈی ہے اور اسی طرح دو اونٹنیاں جو ہیں، وہ حضرت عمر کی خدمت میں بھجوا دینا۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے اپنے کفن کے بارے میں بھی ضروری ہدایات دے دیں اور فرمایا کہ مجھے میرے جسم پر موجود لباس ہی کا کفن پہنا دیا جائے۔

گویا کمزوری اور نقاہت اس قدر بڑھ گئی تھی کہ بات کرنے کی بھی سکت نہ رہی۔ اس طرح آپ ۲۱ جمادی الثانی ۱۳ ہجری کو تریسٹھ سال کی عمر میں واصل بحق ہو گئے۔ اس حوالے سے حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت کا دور دو سال تین مہینے دس دن بنتا ہے۔

چند نصیحتیں: حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے کفن دفن اور جنازہ وغیرہ کے بارے میں بھی اپنی زندگی ہی میں کئی وصیتیں کر دی تھیں۔ لہٰذا وفات کے بعد ان وصیتوں پر عمل کیا گیا۔ یہ تو وہ چند وصیتیں تھیں جو آپ نے اپنی ذاتی زندگی کے حوالے سے کی تھیں، لیکن ان کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مملکت کے کئی ذمے دار عمال اور فوجی افسران کو کئی نصیحتیں کی ہیں۔ ان نصیحتوں کی تاریخی اہمیت اور حیثیت ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق نے ولید بن عقبہؓ کو صدقات کے حوالے سے ایک مفید نصیحت یوں فرمائی کہ۔

"جلوت و خلوت میں خدا کا خوف رکھو۔ جو خدا سے ڈرتا ہے وہ اس کے لئے ایسی سبیل اور اس کے رزق کا ایسا ذریعہ پیدا کر دیتا ہے جو کسی کے گمان میں بھی نہیں آسکتا۔ جو خدا سے ڈرتا ہے وہ اس کے گناہ کم کر دیتا ہے اور اس کا اجر دوبالا کر دیتا ہے۔ بے شک بندگان خدا کی خیر خواہی بہترین تقویٰ ہے۔ تم خدا کی ایسی راہ میں ہو جس میں افراط و تفریط اور ایسی چیزوں سے غفلت کی گنجائش نہیں جس میں مذہب کے استحکام اور خلافت کی حفاظت مضمر ہے، اس لئے سستی اور تغافل کو راہ نہ دینا"۔

اسی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے ایک سپہ سالار یزید بن ابی سفیانؓ کو شام کی جانب مہم روانہ کرتے ہوئے جو احسن نصیحتیں فرمائیں، وہ اس طرح سے ہیں۔

"اے یزید تمہاری قرابت داریاں ہیں، شاید تم ان کو امارت سے فائدہ پہنچاؤ۔ درحقیقت یہی سب سے بڑا خطرہ ہے جس سے میں ڈرتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی مسلمانوں کا حاکم مقرر ہو اور ان پر کسی کو بلا استحقاق محض رعایت کے طور پر افسر بنا دے تو اس پر خدا کی لعنت ہو اور خدا اس کا کوئی

Marfat.com

عذر اور فدیہ قبول نہ فرمائے گا۔ یہاں تک کہ اس کو جہنم میں داخل کرے گا"۔

مذکورہ بالا نصیحتوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے اہم عمال کو انسانی اقدار کے وہ اعلیٰ اصول بیان کئے ہیں کہ جن پر عمل کرنے سے سراسر لوگوں کا بھلا اور فلاح ہے۔ لہٰذا انہوں نے اپنے ہر عہدے دار اور ذمے دار فرد کو یہی تصور دینا چاہا کہ اس کے منصب یا عہدے کی بذات خود کوئی حیثیت نہیں ہے اور ہر طرح کے مقام اور منصب کے باوجود خوف خدا بے حد ضروری ہے۔ اور یہ خوف خدا بھی کسی ریا کاری کے بغیر ہونا چاہیے بلکہ خوف خدا تو خلوت میں بھی رہنا چاہیے۔

اپنی اس نصیحت میں حضرت ابوبکر صدیقؓ لوگوں کو یہ بھی باور کرانا چاہتے ہیں کہ ہر طرح کے فرائض کی بجا آوری میں کسی طرح کی سستی اور تغافل کو روا نہیں رکھنا چاہیے فرائض کی ادائیگی میں بھی خدا کے ڈر ہی کو پیش نظر رکھا جائے۔ اور پھر جو خدا سے ڈرنے والا خدا کے علاوہ کسی اور سے نہیں ڈرتا۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت ابوبکر صدیق نے بندگان خدا ہی کی بھلائی اور خیر خواہی کو ہر طرح کے اعمال پر اولیت دی ہے۔ بلکہ اسی نصیحت میں اس مد میں تو یہاں تک بھی فرما دیا گیا کہ بندگان خدا کی بھلائی ہی اصل میں بہترین تقویٰ ہے۔ اس حوالے سے احکام اور عمال کو اس امر کی اہمیت سے باخبر کرنا مقصود تھا کہ حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد بھی بہت ضروری اور اہم ہیں۔ اس لئے لوگوں کی بھلائی ۔ تعمیر و ترقی' فلاح و بہبود اور خیر خواہی کئی حوالوں سے مقدم ٹھہرتی ہے۔

فلاح انسانیت کا فلسفہ: لوگوں کی بھلائی کے حوالے سے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے پہلے خطبے ہی میں واضح کر دیا تھا کہ میرے نزدیک بندگان خدا اپنی بشری حیثیت میں محترم ہیں' اور میں غریبوں' مسکینوں اور ناتواں لوگوں کے حقوق اور احتیاجات کی پوری پوری حفاظت کروں گا' اور اگر کوئی قوی اور مضبوط فرد کسی ناتواں کی حق تلفی کرے گا تو میں اس قوی شخص سے ناتواں کا حق ضرور دلا کر رہوں گا۔ اس ناتے سے میرے نزدیک ناتواں ضعیف اور قوی مضبوط برابر ہوں گے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے بیشتر فرامین اور نصیحتوں میں صداقت' ایمانداری اور امانت کی پاسداری کو بے حد ضروری اور اہم قرار دیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ اپنے عمال کو اور عام لوگوں کو راست بازی اور صاف گوئی کا سبق بھی دیتے رہے۔ آپ جھوٹ اور خیانت اور بے حیائی سے لوگوں کو سختی کے ساتھ منع فرماتے تھے۔ اس پس منظر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ایسا صالح اور فلاح پرور معاشرہ قائم کرنے کے متمنی تھے کہ جس میں

Marfat.com

انسانی اقدار عروج پر ہوں۔ اس معاشرے میں کسی کی حق تلفی نہ ہو۔ عمال بھی انصاف کریں اور معاشرے میں لوگوں کی بہتری' بھلائی اور فلاح و بہبود فروغ پاتی رہے۔ اس معاشرے میں جھوٹ' فحاشی' اور بے حیائی نہ ہو بلکہ اس کے بجائے ایک دوسرے کے ساتھ موانست اور ہمدردی ہو۔ لوگ بے راہ روی اور بدکاری کے مرتکب نہ ہوں بلکہ وہ بہتر اور صالح معاشرے کی حفاظت کے لئے جہاد فی سبیل اللہ سے کام لیں۔

ایک بشارت' ایک تنبیہہ : جس وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ شام کی جانب فوج کشی اور مہمات کی روانگی اہتمام کر رہے تھے' اس وقت فوج کے سپہ سالاروں میں حضرت خالدؓ بن ولید' یزید بن ابی سفیانؓ' ابوعبیدہ بن جراحؓ اور عمرو بن العاصؓ بھی ان میں شامل تھے۔ اس موقع پر لوگوں کی اخلاقی اعتبار سے نگہداشت کے ضمن میں چند ایک نہایت اہم نصیحتیں فرمائی تھیں۔ ان نصیحتوں کا ملخص یوں ہے۔ (بیان کیا جاتا ہے کہ یہی احکام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو دیئے تھے)

"تم لوگ ایک ایسی قوم کی طرف جا رہے ہو جس نے اپنے آپ کو اپنے خدا کی عبادت کے لئے وقف کر دیا ہے۔ لہٰذا یاد رکھو' ان کو تم چھوڑ دینا۔ اس قوم کے خاص حوالے سے میں تمہیں دس اہم وصیتیں کرتا ہوں۔ وہ دس وصیتیں یا ہدایات یہ ہیں کہ کسی بھی عورت کو قتل نہ کرنا۔ اسی طرح بچوں اور بوڑھوں کو بھی قتل نہ کیا جائے۔ پھل دار درختوں کو تباہ و برباد نہ کیا جائے اور اسے کاٹا بھی نہ جائے۔ آبادیوں کو ویرانوں میں تبدیل نہ کیا جائے۔ جس قدر کھانے کی ضرورت ہو اس سے زیادہ مقدار میں بکریوں اور اونٹوں کو ذبح نہ کیا جائے۔ سزا کے طور پر یا کسی عداوت کی بنا پر بھی نخلستانوں کو جلایا نہ جائے۔ پھر جو مال غنیمت ہاتھ لگے اس میں خیانت یا غبن نہ ہونے پائے۔ اور پھر یہ بھی کہ دشمن کے مقابلے میں ہرگز بزدلی نہ دکھائی جائے"۔

ان احکامات اور نصیحتوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے پورے نظام عسکری کی اصلاح کے لئے ایک طرح سے ضابطہ اخلاق پیش کرتے ہیں' اور اس کے ساتھ ساتھ وہ محکوم افراد و اشخاص اور گروہوں اور قبائل کے ساتھ بہتر سلوک کا سبق بھی دیتے ہیں۔ اس کے پس پردہ اسلام کا یہ جذبہ بھی کار فرما دکھائی دیتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ترویج و تبلیغ دین کے لئے تلوار کے بجائے حسن عمل اور بہتر انسانی سلوک سے غیر مسلموں کو اسلام کی جانب راغب کرنا بھی اہم سمجھتے تھے۔ ان احکامات میں ایسے اصول و ضوابط کی اساس بھی فراہم

Marfat.com

کر دی گئی ہے کہ جن کی بدولت کوئی فوج اخلاقی اور کرداری کمزوریوں کا شکار ہوئے بغیر جنگ یا امن کی صورت میں باوقار اور بلند و بالا رہ سکتی ہے۔ پھر جو سب سے اہم پیغام دیا گیا وہ یہ ہے کہ میدان کار زار' زمانہ امن یا آزمائش و ابتلا کے دوران میں بھی بزدلی نہ دکھائی جائے اور اسی طرح اگر فاتح ہونے کی حیثیت سے مال غنیمت بھی مل جائے تو اس مال غنیمت ہی کو سب کچھ نہ سمجھ لیا جائے بلکہ فتح و نصرت کے باوجود تفاخر اور گھمنڈ میں نہ آیا جائے اور مال کو حیلوں بہانوں سے خرد برد نہ کیا جائے۔

ذمیوں کے حقوق: حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے دور خلافت میں ذمیوں اور محکوم اقوام کے ساتھ بالخصوص انسانی اور مذہبی رواداری کے عملی ثبوت فراہم کیے ہیں اور ان مذہبی عدم تشدد اور رواداری نے تو انہیں دیگر غیر مسلم اقوام میں بھی ایک منفرد مقام دے دیا ہے۔ جب مسیلمی فرقہ پر قابو پا لیا گیا تو اس کے بعد ان لوگوں کا ایک وفد جب مدینہ منورہ میں آکر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کا طالب ہوا تو اس وقت خلیفہ المسلمینؓ نے اس وفد کو مناسب عزت اور بجا طور پر احترام اور وقعت دی۔

ذمیوں اور محکوم اقوام کے حقوق کے بارے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم نے اپنی حیات مبارکہ ہی میں کئی اہم فیصلے کر رکھے تھے' اور پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان فیصلوں پر عملی طور پر کام کر کے ثابت کر دکھایا تھا۔ حیرہ کے عیسائیوں کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں جو معاہدہ ہوا' اس میں یہاں تک بھی درج تھا کہ

> "ان لوگوں کی خانقاہیں اور گرجے تہدیم و تخریب سے محفوظ رہیں گے۔ ان عیسائیوں کے کسی ایسے قلعے کو بھی نہیں گرایا جائے گا جسے وہ لوگ بوقت ضرور دشمنوں کے مقابلے میں قلعہ بندی کے لئے استعمال کرتے ہوں۔ ان عیسائیوں کو اپنے مذہبی ناقوس بجانے کی ممانعت نہیں ہو گی۔ اور اپنے تہواروں پر جب وہ جلوس صلیب نکالنا چاہیں تو انہیں اس عمل کی بھی آزادی ہو گی"۔

یہ تھے ذمیوں اور محکوم قوموں کے حقوق اور ان کے حقوق کی پاسداری۔ صحیح ہے کہ ایسے ہی اصولوں اور اخلاقی ضوابط کی بدولت غیر مسلم بھی رفتہ رفتہ زمانہ امن میں بھی بلا جبر و اکراہ دین اسلام کو قبول کر لیتے تھے۔

ذمیوں ہی کے حوالے سے مسلمانوں نے جزیہ کی شرح نہایت کم اور آسان رکھی ہوئی تھی' جذیہ کی رقم ذمی اور محکوم لوگ سالانہ بنیادوں پر با آسانی ادا کر سکتے تھے۔ بلکہ غربت' ناداری' بیماری اور بے روزگاری کے حوالے سے کئی ذمیوں کو جزیہ معاف کیا جاتا تھا۔ یہی

Marfat.com

نہیں بلکہ بعض شدید ضرورت مند اور اپاہج ذمیوں کو تو مسلمانوں کے بیت المال سے کفالت کے لئے وظیفے بھی دیئے جاتے تھے' بعض قبائل میں ذمیوں نے مسلمانوں کے زیر نگین ہو کر بھی اپنے آپ کو اپنے ظالم ہم قوم حاکموں کے زیر تسلط رہنے سے بجا طور پر بہتر اور پر امن شہری محسوس کیا تھا- اس کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ اسلام بے جا ظلم و جبر کے صریحاً" خلاف ہے- اور اسلام کی تعلیمات میں انسان کو بہر طور محترم ہی سمجھا جاتا ہے-

اساسی احکام: بہر صورت حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ اول کے دور میں آپ کی وصیتوں اور نصیحتوں نے مسلمانوں کے ہر شعبہ زندگی میں قابل عمل پہلوؤں پر زور دیا ان کی بدولت عمال اور فوجی افسر اساسی اور امری رہنمائی حاصل کرتے تھے- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان جان فزا وصیتوں اور نصیحتوں نے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ ذمی' محکوم اور دیگر اقوام کو بھی اپنا گرویدہ بنا لیا تھا- بلکہ ذمیوں نے تو بعض علاقوں میں یوں بھی سمجھنا شروع کر دیا تھا کہ مسلمانوں کی سرپرستی میں وہ دوسرے حملہ آوروں سے زیادہ محفوظ اور مامون ہیں- اس کے ساتھ ساتھ انہیں مذہبی آزادیاں اور حقوق بھی زیادہ حاصل ہیں-

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بعض جنگی نصیحتوں کے نتیجے میں شکست خوردہ اقوام اور قبائل کے افراد کو دیگر اقوام کے مقابلے میں مسلمانوں کی تحویل و حراست میں کئی حوالوں کے باعث آزار اور باعث نقصان نہیں ہوتا تھا کیونکہ خلیفہ اولؓ نے تو قیدیوں اور زیر حراست لوگوں کے ساتھ بھی اچھے اور بہتر سلوک کی ہدایات دے رکھی تھیں- حالانکہ اسی دور میں رومی' ایرانی اور عیسائی جنگی قیدیوں کو ہمیشہ کرب اور اذیت ہی میں رکھتے تھے- بلکہ اکثر قیدیوں کو تو وہ قتل کر دیا کرتے تھے اور یا پھر انہیں نفسیاتی طور پر اپاہج کر دیتے تھے' بعض صورتوں میں جبراً" تبدیلی مذہب کے لئے بھی شدت کیا کرتے تھے- لیکن اسلام نے ان غیر انسانی اور انسانی ترقی میں حائل ہونے والے قوانین اور ضوابط کے بجائے اعلیٰ ضوابط اور اصول فراہم کئے ہیں-

Marfat.com

باب ۔ ۱۰

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے فضائل

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بے شمار فضائل ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ تقریباً رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم عمر تھے' ان کی طبیعت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت میں بہت زیادہ یکسانیت تھی اور اسی لئے یہ آپؐ کے رفیق خاص بنے رہے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے فرد ہیں جنہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے باہر سب سے پہلے اسلام قبول کیا' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فضیلت بھی حاصل تھی' کہ ان کی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہؓ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے نوعمر' ذہین' زیرک اور فہیم اہلیہ تھیں۔ اور حضرت عائشہؓ خود بھی حافظ قرآن تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ آپؐ کی ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ اہل علم تھیں۔ بلکہ یہاں تک بھی کہا جاتا ہے وہ کئی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے بھی ممتاز تھیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ رفیق نبوی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی براہ راست یافتہ تھیں۔

قرآن کی معجز بیانی: حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تو حضرت محمد مصطفیٰ علیہ السلام کا ہر عہد اور دور میں ساتھ دیا۔ اوائل اسلام ہی کا دور تھا کہ ابھی رسول خدا نے اپنی تبلیغ کا آغاز ہی کیا تھا کہ چاروں اطراف سے مخالفتوں کی یلغار ہونے لگی تھی۔ ان مخالفت کرنے والوں میں ولید بن مغیرہ کچھ زیادہ ہی بڑھا ہوا تھا۔ وہ قبائلی سردار بھی تھا اور شاعری میں بھی بلند مقام رکھتا تھا۔ بڑا عیال دار تھا اس لئے کسی حد تک مغرور بھی ہو چکا تھا۔ اس لئے وہ خود بھی مخالفت کرتا اور مخالفین رسول کی سرپرستی بھی کیا کرتا تھا۔ ایک روز وہی مخالف نبوت' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پاس بیٹھ گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زبانی ولید بن مغیرہ کو قرآن مجید کی چند ایک آیات سنائیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیات الٰہی اس محویت اور وارفتگی سے پیش کیں کہ قرآن اپنی معجزبیانی اور حلاوت کے ساتھ اثر انداز ہوا۔ ان آیات کو سن کر وہ دفعتاً پکار اٹھا کہ "میں نے ابھی محمدؐ بن عبداللہ کا قرآن سنا

Marfat.com

ہے قسم ہے کہ وہ شاعری ہے اور نہ جادو' وہ تو خالصتاً" اللہ ہی کا کلام معلوم ہوتا ہے"۔ ولید بن مغیرہ نے اپنے جیسے دیگر کئی مخالفین اور ابو جہل وغیرہ کی مزید تسلی اور تشفی کے لیے بتایا کہ "ابوبکر صدیقؓ نے جو قرآن مجھے سنایا ہے' وہ حقیقتاً" نہ شاعری ہے اور نہ جادو۔ نہ قصیدہ یا رجز ہے اور نہ مجنونانہ بڑ بلکہ اس میں بلا کی کشش اور جذب ہے"۔

رسول خدا حضور پر نورؐ ایک بار حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ کعبہ کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اس وقت انہوں دیکھا کہ ایک بدذات عورت ام جمیل ہاتھوں میں پتھر لئے ہوئے اپنی عداوت کی آگ ٹھنڈی کرنے کے لئے اللہ کے ہادی برحقؐ کی جانب بڑھی آرہی ہے۔ اس صورت حال کو دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تشویش کا اظہار کیا تو حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا "ابوبکرؓ غم نہ کرو' یہ مجھے دیکھ ہی نہیں سکتی"۔ اور پھر حقیقتاً عملی طور پر ہوا بھی یوں ہی کہ ام جمیل سیدھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریب آئی اور غصہ میں رسول اقدس صلی اللہ علیہ و سلم کے خلاف بک بکا کہ اسی طرح پتھر ہاتھوں میں واپس لئے چلی گئی۔ اس نے آپؐ کو دیکھا ہی نہیں۔

رحم دلی اور جذبہ ایثار: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی مکی زندگی ہی کا دور تھا کہ کفار اہل قریش نے اسلام قبول کر لینے والوں پر بھی شدید ظلم و ستم اور اذیتوں کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ امیہ بن خلف جو حضرت بلال کا آقا تھا' وہ ان کے اسلام قبول کر لینے کے باعث سیدنا حضرت بلالؓ کو سخت سزائیں دیتا رہتا تھا۔ ایک دن اسی ظالم آقا امیہ نے حضرت بلالؓ کو آگ کی طرح تپتی ریت پر لٹا کر ایک بھاری پتھر سینے پر رکھ دیا۔ اسلام کا شیدا و والا اس اذیت سے بھی ٹس سے مس نہ ہوا تھا۔ اس طرف سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گزر ہوا تو آپؓ نے امیہ بن خلف سے کہا "اے بد نصیب' ایک خدا پرست پر یہ ظلم"۔ اس پر وہ ظالم کہنے لگا کہ اگر آپ کو ناگوار معلوم ہوتا ہے تو اس کو خرید لیں اور یہ اس ظلم سے بچ جائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی وقت اس ظالم امیہ کو اس کی منہ مانگی قیمت ادا کی اور حضرت بلالؓ کو آزاد کر دیا۔ لیکن یہ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک معمول سا ہو گیا تھا کہ آپ مظلوم غلاموں اور لونڈیوں کو ان کے آقاؤں سے خرید کر فی سبیل اللہ آزاد کرا دیا کرتے تھے۔

شعر فہمی کا ذوق: حضرت ابوبکر صدیقؓ عربوں کی تقریر و بیان کی فصاحت و بلاغت اور دو بدو کلام میں خاصی مہارت رکھتے۔ شعر فہمی میں بھی وہ اپنی مثال آپ ہی تھے۔ ایک مرتبہ

Marfat.com

ہادی مرسل صلی اللہ علیہ و سلم نے ایک شعر پڑھا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم شاعری سے نفرت نہیں کرتے تھے لیکن شعر کو اس کے شعری وصف کے اعتبار سے نہیں پڑھ سکتے تھے اور نہ ہی آپؐ کو شاعری یاد رہتی تھی۔ لہٰذا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مودبانہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم یہ شعر اس طرح سے ہے' اور پھر صحیح شعر سنا دیا۔

اس واقعہ سے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی علمی ادبی حیثیت اور شعر فہمی کا وصف تو واضح ہوتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ شاعری کے رسیا تھے۔ یا شاعری ہی کو سب کچھ سمجھتے تھے' اور دوسری جانب جہاں تک دشمنان دین کا یہ الزام ہے کہ کلام اللہ نعوذ باللہ من گھڑت شاعری ہے' اصل میں اسی امر کی تردید کرنا مقصود ہے کہ قرآن مجید کسی مجنون کی بڑ نہیں اور شاعری بھی نہیں ہے اور ویسے دوسری جانب یہ بھی حقیقت ہے کہ صاحب قرآن شاعر نہیں تھے بلکہ بقول حضرت عائشہ صدیقہؓ "آپؐ شعر پڑھنے میں غلطی کرتے اور تقدیم و تاخیر کا خیال نہ رکھتے"۔

تائید و تصدیق کرنے والا: بیان کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے واقعہ معراج کے حوالے سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایک بار آپؐ کو بتایا تھا کہ "آپؐ کی ابو بکرؓ تصدیق کریں گے۔ وہی صدیق ہیں"۔ اس پس منظر میں فی الواقعہ اسی طرح ہوا۔ معراج نبوی کے بعد جب لوگوں نے آپؐ کی تکذیب کی پھر لوگوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی واقعہ بیان کیا کہ تمہارا دوست بتا رہا ہے کہ گزشتہ رات وہ بیت المقدس بھی پہنچ گیا تھا!۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے دشمنان اسلام کی زبانی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے واقعہ اسریٰ کے بارے میں سنا تو انہی لوگوں سے مزید تفصیلات حاصل کیں اور اقرار کیا کہ اگر واقعی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم یہ فرماتے ہیں تو میں اس واقعے کو مانتا ہوں اور اس کی تصدیق بھی کرتا ہوں۔

اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ ہادی اعظم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور لوگوں کی زبانی سنے ہوئے واقعے کا ذکر کیا تو اس پر آپؐ نے فرمایا "ہاں ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ' میں آج رات بیت المقدس بھی گیا تھا"۔ اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معترضین کی تسلی و تشفی کرانے کی خاطر پھر عرض کیا "اے اللہ کے نبیؐ! آپ بیت المقدس کے اوصاف مجھے بیان فرمایئے کیونکہ میں وہاں جا چکا ہوں"۔ اس کے علاوہ مشرکین قریش میں بھی متعدد افراد ایسے تھے کہ جو بیت المقدس جا چکے تھے اور بیت

Marfat.com

المقدس کے بارے میں بہت کچھ جانتے تھے۔ بہر صورت حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے بیت المقدس کو آپؐ کے سامنے اس طرح کر دیا تھا کہ ہر چیز آپؐ کی نظروں کے سامنے آگئی۔ اور اللہ کے نبی بچشم خود دیکھتے ہوئے بیت المقدس کے اوصاف بیان کرنے لگے تھے۔

"مشرکین قریش میں سے جو لوگ بیت المقدس ہو آئے تھے انہوں نے بھی آپؐ سے سوالات کرنے شروع کر دیئے تھے۔ وہ لوگ جو بات دریافت کرتے آپؐ اسی وقت جواب دے دیتے۔ مشرکین تو حیرت زدہ رہ جاتے لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے "آپ نے سچ فرمایا" غرض اسی طرح آپؐ سے بیت المقدس کی تفصیلات معلوم کی جاتی رہیں۔ آپؐ ان کا جواب دیتے رہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی تصدیق اور تائید کرتے رہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم نے آخیر میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا "انت یا ابوبکر الصدیقؓ" اے ابوبکر تم صدیقؓ ہو۔ اور اسی دن سے "صدیقؓ" ابوبکر کا لقب ہو گیا۔ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ و سلم سے مشرکین نے جو جو تفصیلات معلوم کیں آپؐ نے بعینہٖ ان کے سامنے بیان کر دیں، جن کو وہ جھٹلا نہ سکے"۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ نے معراج کی تصدیق فرمائی اور مرتبہ صدیقیت سے نوازے گئے۔

ایک اہم واقعہ: ایک روز ہجرت سے قبل اللہ کے رسول حرم کعبہ میں تشریف لائے تو دشمنان اسلام نے آپؐ کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور کہنے لگے۔ "محمد! تم ہمارے معبودوں اور مذہب کو برا کہتے ہو"۔ آپؐ نے اس پر انتہائی متانت کے ساتھ مستحکم لہجے میں جواب دیا "ہاں۔ اس لئے کہتا ہوں کہ تم لوگوں کی فلاح، اللہ کو لا شریک سمجھنے اور اسی کی عبادت کرنے میں ہے"۔ اسی دوران میں باطلان حق میں سے کسی نے آپؐ کی ردائے مبارک کا دامن پکڑا کہ وہ آپؐ پر حملہ آور ہو جائے کہ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ تشریف لے آئے۔ انہوں نے جو آپؐ کو اس طرح دشمنوں کے نرغے میں دیکھا تو فوراً آپؐ کے اور ان کے درمیان کھڑے ہو کر کہنے لگے۔ "اے قریش۔ اللہ تم کو ہلاک کر دے کہ تم ایسے شخص کو ہلاک کرنا چاہتے ہو کہ جو یہ کہتا ہے کہ اللہ میرا پروردگار ہے"۔ دشمنان رسول کے پاس اس بات کا کوئی جواب نہ تھا۔ غرض وہ سب منتشر ہو گئے"۔

اسلام کے ظہور سے پیشتر کئی اقوام اللہ کے غضب کا شکار ہو چکی تھیں۔ اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم کو مخلوق خدا سے بے پناہ محبت تھی اور فلاح انسانیت اور فروغ دین کی فکر دامن گیر رہتی تھی۔ آپؐ کی اسی متفکر کیفیت اور مجموعی جسمانی صحت کو دیکھتے ہوئے ایک دن

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا "اے رسول خدا! میں دیکھتا ہوں کہ آپ بوڑھے ہوتے جا رہے ہیں' اس کی وجہ کیا ہے"؟۔ اس پر محسن انسانیت نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مجھ کو سورہ ہود اور اس کی ہم مضمون سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے"۔ اس امر کی وضاحت یوں ہے کہ سورہ ہود میں مغضوب اقوام کا ذکر ہے۔ اس میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ان اقوام پر کیوں اور کس طرح عذاب الٰہی نازل ہوا تھا اور ان کا کیا حشر ہوتا رہا۔

ایک بار حضرت ابوبکر صدیقؓ مشرکین کے جلو میں اور مشرکین کے کئی سوالات کے جوابات بھی دے رہے تھے۔ توحید کی وضاحت کرنے پر خصوصی توجہ دے رہے تھے۔ اس پر مشرک کہہ رہے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں سمجھا رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی اولاد نہیں۔ وہ اس سے پاک اور منزہ ہے۔ نہ کوئی اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ ہی کسی کی اولاد ہے۔ لیکن مشرک کہنے لگے کہ فرشتے تو سچ مچ بیٹیاں ہیں۔ اس پر ان لوگوں کو سمجھانے کی خاطر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے سوال کیا۔ "اچھا یہ تو بتاؤ کہ اگر فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں تو ان کی مائیں کون ہیں"۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اس سوال پر پہلے تو چکرا کر رہ گئے پھر کہنے لگے "جن سرداروں کی بیٹیاں فرشتوں کی مائیں ہیں"۔ مشرکین کی اس ضد اور کٹ حجتی اور ڈھٹائی کا کیا جواب ہو سکتا تھا۔ بہرصورت اب ان لوگوں نے شرک کی انتہا کر دی اور جنوں بھوتوں کا رشتہ بھی اللہ تعالیٰ سے جوڑ دیا تھا۔

سو اونٹوں کی تقسیم: سورہ الروم کے نزول کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرح سے پیش گوئی کے انداز میں فرما دیا تھا کہ چند ہی برسوں میں رومی ایرانی حکومتوں پر غالب آجائیں گے۔ لیکن کفار اور مشرکین ان دعووں کو مضحکہ خیز باتیں گردانتے تھے۔ اس پس منظر میں ایک دن حضرت ابوبکرؓ نے مشرکین سے کہا کہ "تم لوگ ایرانیوں کی فتح پر نہ اتراؤ۔ عنقریب ان پر رومی غالب آجائیں گے"۔ اس پر ابی بن خلف نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایک شرط لگا لی تھی۔ اس شرط کا جب اللہ کے رسول کو علم ہوا تو آپؐ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرما دیا تھا کہ دس سال سے کم مدت میں یہ سب کچھ ہو جائے گا۔ بہرصورت یہ سب کچھ دس برسوں کے اندر اندر ہو گیا تھا اور مسلمانوں کو جنگ بدر کے دوران رومیوں کی ایرانیوں پر فتح کا علم ہوا۔ گویا اس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ شرط جیت لی تھی۔ اس شرط جیتنے پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابی بن خلف کے ورثا کی جانب سے ایک سو اونٹ ملے۔

Marfat.com

لیکن اس وقت تک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے مسلمانوں میں شرط لگانے کی ممانعت کر دی تھی۔ لیکن اس صورت میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے وہ ایک سو اونٹ شرط میں جیت کر غرباء اور مساکین میں تقسیم کر دیئے تھے۔ اس طرح مسلمانوں کو ایک طرح کا فائدہ ہو گیا تھا' لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذاتی طور پر اس میں سے کچھ نہیں حاصل کیا تھا"۔

حضرت عائشہؓ کو نصیحت: مدنی زندگی کے دوران میں بھی ایک عرصے تک مسلمانوں کی مالی اور اقتصادی حالت پر کئی طرح سے ناخوشگوار حالات پیدا ہو گئے تھے۔ ان ہی ایام کا ذکر ہے کہ ایک دن حضرت ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ و سلم میں پہنچے تو دیکھا کہ آپؐ کی ازواج مطہرات آپؐ کے گرد بیٹھی ہوئی ہیں اور آپؐ بھی ان میں خاموش بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس کے ایک لمحہ بعد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے حضرت عمرؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا "یہ لوگ مجھ سے خرچ کے لئے رقم مانگ رہی ہیں"۔

آپؐ کی زبان اقدس سے یہ الفاظ سن کر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی بیٹی اور زوجہ رسول حضرت عائشہؓ کو بہت ڈانٹا اور کہا کہ تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم سے وہ چیز طلب کر رہی ہو جو ان کے پاس نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی بیٹی حضرت حفصہ کو بھی سمجھایا تھا۔ اسی واقعہ کے پس منظر میں حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی اور زوجہ رسولؐ حضرت عائشہؓ صدیقہ نے ہر طرح کی دنیاوی طلب سے بے نیاز ہو کر کہا تھا کہ "میں تو اللہ اور اس رسولؐ اور عالم آخرت کی طلب گار ہوں"۔

ابوجندل کا مسئلہ: صلح حدیبیہ کے حوالے سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے معاہدے کی پاسداری کے لئے خصوصی توجہ دے رہے تھے حالانکہ اس کے باعث ابوجندلؓ کو بہت مشکلات برداشت کرنی پڑی تھیں۔ ابوجندلؓ' سہیل بن عمر کا بیٹا تھا اور مکہ مکرمہ میں رہتے ہوئے بھی تمام تر مشکلات اور نا موافق حالات کے باوجود مسلمان ہو چکا تھا۔ اس لئے سہیل بن عمرو اور دیگر مشرکین انہیں کئی طرح کی اذیتیں دیتے رہتے تھے۔ ان لوگوں نے ابوجندلؓ کو بیڑیاں پہنا کر اسیر بنا رکھا تھا۔ اور صلح حدیبیہ کے معاہدے کے حوالے سے ابو جندل کو مدینہ منورہ نہیں لایا جا سکتا تھا۔ اس صورت حال کو دیکھ کر حضرت عمر فاروقؓ کا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ ایک مکالمہ بھی ہو گیا تھا۔ اس پر ہادی برحق صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا "میں اللہ کا پیغمبر ہوں اور اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ اللہ میری مدد کرے گا"۔

Marfat.com

بہرصورت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اس ساری کیفیت اور صورت حال کو یار غار ہونے کے باعث بہتر طور پر سمجھتے تھے' لیکن حضرت عمر کسی حد تک ابوجندل کی اذیتوں اور لا محالہ مسلمانوں کے بہتر مقام اور جمعیت کے باعث جذباتی ہو چکے تھے۔ اس موقع پر انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جا کر تقریباً وہی گفتگو کی جو رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ کر چکے تھے۔ لہٰذا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی تحمل کے ساتھ وضاحت کی تھی کہ "اے عمرؓ! وہ اللہ کے پیغمبر ہیں' اس لئے جو کچھ کرتے ہیں اللہ کے حکم سے کرتے ہیں"۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے باور کرانے پر حضرت عمر فاروقؓ کو اس قدر جذبات میں آجانے کا بجا طور پر احساس ہو گیا تھا۔ لہٰذا اس پس منظر میں بعد کی روایات میں آیا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کو اپنی گفتگو کا تمام عمر افسوس رہا۔ اور بطور کفارہ روزے بھی رکھے' نفلی نمازیں پڑھیں' صدقات بھی دیئے اور غلام بھی آزاد کیے۔

درختوں کی حفاظت: مدینہ منورہ کے گرد و نواح میں یہودیوں کے کئی قلعے تھے اور وہ ان قلعوں کے بل بوتے پر مدینتہ النبی پر مدام حملے کرنے کے بارے میں منصوبے بناتے رہتے تھے۔ ان قلعوں پر اگر رات کو حملے کئے جاتے تو زیادہ کامیابی ہوتی تھی لیکن اس کے باوجود رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم اس طریقہ کار کے حق میں نہیں تھے۔ لیکن ادھر بدستور یہودیوں کی جارحیت کا سلسلہ طویل ہوتا جا رہا تھا۔

ایک بار جب مسلمان مقام رجیع میں خیمہ زن تھے تو اس وقت یہودیوں کی مزاحمت بہت شدید تھی' اس لئے یہودیوں کو کمزور کرنے کے کئی منصوبے بنائے گئے۔ "حضرت خباب المنذر نے بارگاہ رسالت ماب صلی اللہ علیہ و سلم میں عرض کیا "یا رسول اللہ! یہودیوں کو کھجوروں کے درخت بہت عزیز ہیں۔ اگر آپ حکم دیں تو ہم ان کے درختوں کو کاٹ ڈالیں تاکہ یہ لوگ اپنی جارحیت سے باز آجائیں"۔ لہٰذا آپؐ کے حکم کے مطابق قلعہ نطاق کے ارد گرد کھجوروں کے قریباً" چار سو درخت کاٹ کر زمین بوس کر دیئے گئے۔

اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور انور صلی اللہ علیہ و سلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا "یا رسول اللہ حق سبحانہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ فرمایا ہے کہ خیبر فتح ہو گا اور یہ وعدہ ضرور پورا ہونا ہے لہٰذا درختوں کے کاٹنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اگر آپؐ پسند فرمائیں تو درخت نہ کاٹنے کا حکم دے دیا جائے"۔ آپؐ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ سے اتفاق کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ "روک دو" لہٰذا درخت کاٹنے کا سلسلہ

Marfat.com

رک گیا- پھر اس کے بعد تو اپنے دور خلافت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگوں یا محاصروں کی صورت میں درختوں کو نہ کاٹنے کی سخت تاکید فرما رکھی تھی۔

بطور امیر حجاج: فتح مکہ کے بعد مسلمانوں نے پہلا حج ۸ ہجری میں کیا لیکن اس بار مسلمانوں نے اسلامی طریقے سے حج کا فریضہ ادا کیا- اس حج میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر الحجاج مقرر کیا تھا- یہ قافلہ حجاج مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو گیا تھا کہ اللہ کی جانب سے اہل ایمان کے لئے ہدایات آگئی تھیں۔

دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشاورت کے بعد یہ ہدایات حضرت ابوبکر صدیقؓ تک پہنچانے کے انتظامات کیے گئے- اس مقصد کے لئے حضور پاک نے حضرت علی کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی جانب روانہ کر دیا تھا- جب حضرت علیؓ اس قافلہ حجاج میں پہنچے تو اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا "اے علیؓ! امیر ہو کر آئے ہو یا مامور ہو کر"- اس سوال پر حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ "مامور ہو کر" اور پھر اس کے بعد اپنی آمد کا مدعا بیان کیا۔

اس حج کے موقع پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قافلہ حجاج کے لئے قیام و طعام کے جملہ تمام انتظامات خود کئے تھے- اس قافلہ کے لئے خدا کے رسول نے بیس اونٹ قربانی کے لیے بھیجے تھے- حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پانچ اونٹ اپنی جانب سے بھی قربان کیے- اسی دوسرے حجاج کرام نے بھی اپنے اپنے قربانی کے جانور جو ساتھ لائے تھے ذبح کیے- اس کے بعد حضرت علیؓ نے مسلمانوں کے لئے حج کے حوالے سے اسلامی ہدایات کا اعلان کیا تھا۔

تجمیع قرآن حکیم: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں کاذب اور جعلی نبیوں نے اپنی اپنی نبوت کا اعلان کرنا شروع کر دیا تھا- اس طرح لوگوں نے اپنے مفادات کے لئے جعلی آیات اور عبارتیں بنانے پر توجہ دی ---- اس پس منظر میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے رحلت نبویؐ کے بعد قرآن مجید کو جمع کرنے پر خصوصی توجہ دی- اس وقت اسی مد میں حضرت علیؓ نے بھی اپنے طور پر کام شروع کر دیا تھا- رسول خدا کی وفات کے بعد یمامہ کی جنگ میں کئی حفاظ شہید ہو گئے تھے- اس لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر بن الخطابؓ نے مشورہ کر کے زید بن ثابتؓ کے ذمے یہ کام سپرد کر دیا تھا کہ وہ تمام آیات جو منتشر تھیں ان کو جمع کر کے ایک کتابی شکل دیں۔

زید بن ثابتؓ کو جب یہ کام دیا گیا تو وہ کہنے لگے- "اگر مجھے پہاڑ کو اٹھا کر لانے کے لئے

Marfat.com

کہا جائے تو میرے لئے تجمیع قرآن سے آسان ہو گا"۔ بہرصورت اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہؓ کے نزدیک قرآن کی قدر و منزلت کیا تھی۔ لہٰذا اس میں کسی طرح کی دانستہ تحریف و تغیر کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔

زید بن ثابتؓ کو کئی اسباب کی بنا پر اس کام کے لئے منتخب کیا گیا تھا۔ ان کا درجہ رسول اللہ کے ذاتی سیکرٹری اور کاتب کا تھا وہ ہر وحی لکھتے اور کتابت کرتے تھے۔ اس کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کو حفظ کیا ہوا قرآن ہر سال سنایا کرتے تھے تاکہ کوئی غلطی ہو تو اصلاح ہو جائے۔

رحلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سے چند مہینے پیشتر انہوں نے مکمل قرآن مجید رسول اللہؐ کو سنایا تھا۔ زید بن ثابتؓ ثقہ تھے اور قابل بھی تھے۔ انہوں نے کئی دوسرے معاونین کو لے کر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عصر میں قرآن کو کتابی شکل دے کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے کر دیا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد یہ قرآن خلیفہ ثانی حضرت عمر بن خطاب کی تحویل میں آیا۔ ان کے انتقال کے بعد قرآن مجید میں ان کی صاحبزادی اور رسول اللہؐ کی زوجہ مطہرام المومنین حضرت حفصہؓ بنت عمرؓ کے ذمے دیا گیا' جو ان کی وفات تک ان کے پاس محفوظ رہا۔ لہٰذا اس حوالے سے قرآن مجید کو کتابی صورت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت ہی میں ترتیب دے دیا گیا تھا۔

"بیان کیا جاتا ہے کہ ایک کنیز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آئی اور کہنے لگی۔ "حضرت! مجھے آپ آزاد کر دیجئے"۔ آپ نے کہا "کیا بات ہوئی"۔ اس نے عرض کی۔ "حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و سلم سے سنا ہے کہ وہ جسم جسے کوئی آزار نہ ہو رحمت الٰہی سے دور ہوتا' لیکن میں نے آپ میں کوئی آزار نہیں دیکھا"۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آہ بھر کر کہا "مجھے تو کئی سالوں سے دانتوں کا آزار ہے اور اتنا شدید کہ چین سے لحظہ بھر سو بھی نہیں سکتا' لیکن میں اس کا اظہار نہیں کرتا"۔

توحید کا کمال: ایک حدیث شریف میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ کے ساتھ میری ایک گھڑی ایسی گزرتی ہے کہ جہاں جبرئیل اور کوئی دوسرا نہیں سما سکتا"۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ خداوند کریم کے ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم کا ایک وقت ایسا بھی آتا کہ اس وقت نہ روح کی گنجائش ہوتی اور نہ دل کی' اور یہی مرتبہ توحید کے کمال کا اشارہ ہوتا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ "ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم خوش وقتی کی حالت میں تھے کہ

Marfat.com

حضرت عائشہ صدیقہؓ حاضر ہوئیں حضورؐ نے فرمایا **من انت** (تو کون ہے؟) عرض کی "**انا عائشہؓ**" (میں عائشہ ہوں)۔ آپؐ نے فرمایا **من عائشہ** (عائشہ کون؟) عرض کی بنت ابی بکرؓ! آپؐ نے **من ابوبکر** (ابوبکرؓ کون ہے؟) عرض کیا **ابن ابی قحافہ** (ابی قحافہ کے بیٹے)۔ آپؐ نے فرمایا **من ابی قحافہ** (ابی قحافہ کون ہے؟)۔ یہ سن کر حضرت عائشہ صدیقہؓ روتی ہوئیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئیں اور حقیقت حال کہہ سنائی۔ صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی حالت طاری ہو تو با ادب رہا کرو"۔

ابوبکر صدیق کا ایمان: بعض روایات میں آتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر جب پہلی وحی کا نزول ہوا اور آپؐ پر جو کیفیت طاری ہوئی وہ بڑی غیر حالت تھی۔ جب ذرا سکون ہوا تو آپؐ نے گھر آکر اپنی اہلیہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے سارا واقعہ کہہ سنایا۔ پھر اگلی صبح غالباً حسب عادت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپؐ کے پاس تشریف لائے تو حضرت خدیجہؓ نے ان کو یہ واقعہ سنایا' یا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمائش کی کہ وہ ابوبکرؓ کو یہ واقعہ سنائیں۔ اس کے بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس بھیجا۔ ورقہ بن نوفل کو ایسی باتوں سے بہت واقفیت تھی۔ اس وقت ورقہ بن نوفل خاصا بوڑھا ہو چکا تھا۔ اس نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ واقعہ سن کر کہا تھا کہ "جو کچھ تم نے بیان کیا ہے اگر وہ سچ ہے تو یہ ناموس موسیٰ علیہ السلام کے مماثل ہے۔ اگر میں اس وقت تک زندہ رہا جب تمہاری قوم تمہارے ساتھ بدسلوکی کرے گی اور تمہیں اپنے شہر سے نکال دے گی تو اس وقت میں تمہارا ساتھ دوں گا' اور تمہاری مصیبتوں کو دور کرنے کی کوشش کروں گا"۔

ورقہ بن نوفل کی اس وضاحت کے بعد سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے اسلام قبول کیا اور پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپؐ کی نبوت پر ایمان لے آئے۔ ویسے بھی روایت کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو ورقہ بن نوفل اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو سن کر ہی پختہ یقین کر لیا تھا آپؐ اللہ کے سچے رسولؐ ہیں۔

خواست گاری اہل بیت: حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اہل بیت اور خانوادہ نبویؐ کی خواستگاری کے حوالے سے جو خدمات انجام دی ہیں' اس تناظر میں یہ امر بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ

Marfat.com

خانوادہ رسولؐ اور اہل بیت کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تعلقات اور مراسم نہایت شائستہ، موانست بھرے اور ہمدردانہ تھے۔ اس مد میں چند ایک مشہور واقعات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

بنت رسول سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کی خواستگاری کے لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کو آمادہ کیا تھا۔ یہی نہیں بلکہ حضرت علیؓ نے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان کوششوں کو تحسین کی نگاہ سے دیکھا اور فرمایا کہ "اے ابوبکر تم نے تو میرے غم کو تازہ کر دیا ہے اور میرے سینہ کی پوشیدہ آرزو کو برانگیختہ کر دیا ہے"۔ اس کے علاوہ جب شادی اور نکاح کا وقت آیا تو اس وقت بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمرؓ نے مودت و دوستی کا ثبوت فراہم کیا۔ اس پر مستزاد سیدہ فاطمۃ الزہرا کی شادی اور جہیز کس سامان کی فراہمی کے لئے بھی انہی دونوں حضرات نے خدمات انجام دیں اور حضرت عثمانؓ نے بھی حصہ لیا۔ پھر جب اللہ کے رسولؐ نے حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کا اللہ کے حکم کے مطابق نکاح کیا تو بھی حضرات ابوبکرؓ عمرؓ و عثمانؓ کو اس میں شامل رکھا گیا اور نکاح کے گواہ بھی بنایا گیا۔

ایک موقعہ پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خود یہ کہا تھا کہ، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ حضور علیہ السلام کی رشتہ داری و قرابت کا لحاظ مجھے اپنی قرابت داری سے زیادہ محبوب اور مقدم ہے"۔ اسی موقع پر حضرت علیؓ نے بھی اعتراف کیا تھا کہ "اے ابوبکرؓ ہم آپ کی فضیلت و شرافت کا اعتراف کرتے ہیں"۔

مسئلہ فدک: بہر صورت حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سامنے اپنے قبیلہ کی بہ نسبت ہر مرحلہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کے خاندان کے ساتھ صلہ رحمی، وفاداری، حسن سلوک، ادائیگی حقوق بہرحال مقدم تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق اس چیز کو حلف اور قسم کے ساتھ بیان فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ و سلم کے اہل بیت کی اپنوں سے زیادہ قدر دانی کی۔ ان کے حقوق کا ہر حال میں لحاظ رکھا۔ اسی پس منظر میں "امام محمد باقر کے فرمان سے یہ بات صاف کر دی تھی کہ خلفاء حضرات نے آل رسولؐ کا کوئی حق ضائع نہیں کیا اور ان پر کوئی ظلم روا نہیں رکھا"۔ اس کے علاوہ امام زید شہید مسئلہ فدک کے حوالے سے بتاتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ بالکل درست اور صحیح تھا۔ بلکہ وہ تو یہاں تک بھی کہتے ہیں کہ "اگر ابوبکرؓ کی جگہ اس وقت میں والی اور حکم ہوتا تو میں بھی فدک کے بارے میں وہی حکم صادر کرتا جو ابوبکر نے صادر کیا"۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق کے بارے میں پوری اسلامی دنیا تسلیم کرتی ہے کہ ابوبکر صدیقؓ اپنے اقوال میں اعمال میں، وعدہ کے وفا کرنے میں سچے و صادق تھے۔ تب ہی تو آپ کو صدیقؓ کا لقب عطا ہوا۔ انہوں نے آل نبیؐ کے ساتھ کیے ہوئے تمام وعدے بھی پورے کیے، اس کی سب سے بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ آل نبیؐ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان معاملات بہت بہتر تھے۔ اس پس منظر اور موانست کے حوالے سے معاملہ فدک کے بارے میں فرمایا تھا کہ حضرت فاطمہؓ کے ضمن میں "معاملہ فدک میں میں وہی عمل کروں گا جو خود رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم طریقہ جاری رکھتے تھے۔ پس اس چیز پر فاطمہؓ راضی اور خوشنود ہو گئیں اور اس پر انہوں نے ابوبکرؓ سے پختہ وعدہ اور اقرار لے لیا"۔

حضرت اسماءؓ بنت عمیس: متعدد روایات مصدقہ میں یہ مذکور ہے کہ اسماءؓ بنت عمیس جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اہلیہ تھیں، وہ بھی حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی تقدیس و تکریم میں کسی قسم کی کسر نہیں اٹھا رکھتی تھیں۔ بلکہ باہمی عزت و موانست کا بھی گہرہ رشتہ تھا۔ انہوں نے "آخری ایام میں اور مشکل ترین ایام میں حضرت فاطمہؓ کی پوری پوری خدمت کی"۔

یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ "حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد اسماءؓ بن عمیس نے حضرت علی المرتضیٰؓ کے ساتھ نکاح کیا۔ اور پھر ان کی اولاد بھی ہوئی"۔ اس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی فضیلت واضح ہوتی ہے اور حضرت علیؓ کی صدیق اکبرؓ کے حق میں عقیدت مندی بھی نمایاں ہوتی ہے۔ جو باہمی حسن سلوک کی علامت ہے۔

حضرت علیؓ کے ساتھ موانست: حضرت ابوبکر صدیقؓ کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے اپنی زندگی ہی میں امامت اور خلافت بخش دی تھی۔ اس پر کسی بھی شخص کو نہ تو اعتراض تھا اور نہ کسی نے دعویٰ ہی کیا تھا۔ متعدد روایات میں یہ بھی موجود ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت کرنے میں کوئی بے جا تاخیر نہیں کی تھی، بلکہ یہ بیعت دو تین دن کے دوران ہی میں ہو گئی تھی بلکہ اس کے بعد تو حضرت علیؓ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقتداء میں نماز بھی ادا کرتے رہے تھے وہ تمام نمازوں میں حاضر و شامل رہتے تھے۔ اس کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جہادی مہمات میں بھی شریک رہے۔ اسی طرح واضح طور پر یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت علیؓ بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں جنگی معاملات اور دیگر مشاورت اور فوجی نگرانیوں میں نیز دیگر ملکی حفاظتی تدابیر میں بھی عملاً شریک رہتے تھے۔ یہاں تک بھی کہا جاتا

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

محمد علی چراغ

نذیر سنز پبلیشرز
40 اے اردو بازار لاہور فون: 042-37123219
www.nazeersons.com
info@nazeersons.com

Marfat.com